جلد اوّل
اصلاحی بیانات
حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم
• ٹی وی اور عذابِ قبر
• تقسیمِ وراثت کی اہمیت
• مروجہ قرآن خوانی
• حج فرض میں جلدی کیجئے
• چھ گناہ گار عورتیں
• طلاق کے نقصانات
• نماز کی بعض اہم کوتاہیاں
• بدشگونیاں، بدفالیاں اور توہمات
• حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور صورت
www.besturdubooks.wordpress.com
میمن اسلامک پبلشرز

اصلاحی بیانات

۱

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱، لیاقت آباد، کراچی ۱۹

خطاب ☜ حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط وترتیب ☜ محمد عبداللہ میمن صاحب

تاریخ ☜

مقام ☜ جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی

باہتمام ☜ ولی اللہ میمن صاحب

ناشر ☜ میمن اسلامک پبلشرز

کمپوزنگ ☜ عبدالماجد پراچہ (فون: 0333-2110941)

قیمت ☜ /- روپے

ملنے کے پتے

- میمن اسلامک پبلشرز، ۱۸۸/۱، لیاقت آباد، کراچی ۱۹
- دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی
- مکتبہ دارالعلوم کراچی ۱۴
- ادارۃ المعارف، دارالعلوم کراچی ۱۴
- کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، کراچی
- اقبال بک سینٹر صدر کراچی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

پیش لفظ

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہم

جمعہ کے روز عصر کی نماز کے بعد جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی میں سیدی واستاذی حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم العالی کا بہت نافع اور مفید وعظ ہوتا ہے، احقر بھی اس میں اکثر حاضر ہوتا ہے، اور مستفید ہوتا ہے، کبھی حضرت سفر پر جاتے ہیں تو احقر کے بیان کا اعلان فرمادیتے ہیں، یہ ناکارہ اس لائق تو نہیں کہ وعظ و نصیحت کرسکے تاہم تعمیل حکم کے پیش نظر دین کی کچھ ضروری باتیں عرض کردیا کرتا ہے، جن سے خود کو بھی نفع ہوتا ہے، اور بعض احباب سے بھی ان کا مفید ہونا معلوم ہوا ہے، اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے قبول فرمائیں۔ آمین۔

مولانا عبداللہ میمن صاحب مدظلہم نے ٹیپ ریکارڈ کے ذریعہ ان بیانات کو محفوظ کیا، پھر ان میں سے بعض بیانات کیسٹ کی مدد سے لکھ کر کتابچہ

کی شکل میں شائع کئے، اور احقر کے چند رسائل بھی شائع کئے ہیں، اب وہ ان تقاریر کا پہلا مجموعہ ''اصلاحی بیانات'' کے نام سے شائع کر رہے ہیں، ان میں سے اکثر بیانات احقر کے نظر ثانی کئے ہوئے ہیں، بعض جگہ احقر نے کچھ ترمیم بھی کی ہے، اور احادیث کی تخریج کر کے ان کا حوالہ بھی درج کیا ہے، بہر حال یہ کتاب کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے بلکہ تقاریر اور رسائل کا مجموعہ ہے۔

اس سے کسی مسلمان کو فائدہ پہنچنا محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، اور اگر اس میں کوئی بات غیر مفید یا غیر محتاط ہو تو یقیناً وہ احقر کی کوتاہی ہے، متوجہ فرما کر ممنون فرمائیں!

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان بیانات کو احقر کی اور تمام پڑھنے اور سننے والوں کی اصلاح کا ذریعہ بنائیں، ذخیرہ آخرت بنائیں اور مرتب و ناشر کو اس خدمت کا بہتر سے بہتر بدلہ دونوں جہانوں میں عطا فرمائیں۔ آمین۔

بندہ عبدالرؤف سکھروی

۱۵/۱۰/۱۴۱۷ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

عرضِ ناشِر

اللہ تعالیٰ کا بڑا کرم اور احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جامعہ دار العلوم کراچی کے نائب مفتی اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب دامت برکاتہم کے بیانات کو یکجا شکل میں شائع کرنے کی سعادت عطا فرمائی۔

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم جمعہ کے روز عصر کی نماز کے بعد جامع مسجد بیت المکرّم گلشن اقبال کراچی میں اصلاحی وعظ فرماتے ہیں۔ جس وقت حضرت مولانا مدظلہم سفر پر ہوتے ہیں تو آپ کی غیر موجودگی میں حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب بیان فرماتے ہیں۔ الحمد للہ آپ کے بیانات ریکارڈ کرنے کا بھی پورا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اور اس وقت تک آپ کے بیانات کے کیسٹوں کی تعداد تقریباً پچیس ہو چکی ہے۔ انہی بیانات میں سے بعض کو میرے برادر مکرم جناب مولانا عبداللہ میمن صاحب نے ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے قلم بند فرمایا ہے، جو علیحدہ کتابچوں کی شکل میں شائع ہو چکے ہیں اور ان کے ذریعہ بہت سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچا۔ اب ان کتابچوں کو یکجا کر دیا

ہے۔جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ ٹی وی اور عذاب قبر

۲۔ چھ گناہ گار عورتیں

۳۔ نماز کی بعض اہم کوتاہیاں

۴۔ مروجہ قرآن خوانی

۵۔ تقسیم وراثت کی اہمیت

ان کے علاوہ حضرت مفتی صاحب مدظلہم نے مختلف مفید اور اہم موضوعات پر چھوٹے چھوٹے رسائل بھی تحریر فرمائے ہیں۔جن میں سے بعض رسائل کو کتابچے کی شکل میں شائع کرنے کا ہمیں موقع عنایت فرمایا، ان رسائل کو بھی اس مجموعہ میں شامل کر دیا گیا ہے۔جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ طلاق کے نقصانات

۲۔ حج فرض میں جلدی کیجئے

۳۔ بدشگونیاں، بدفالیاں اور توہمات

۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور صورت

اس طرح یہ ۹ کتابچوں کا مجموعہ ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، اور تمام مسلمانوں کے لئے نافع اور مفید بنائے۔ آمین۔

ولی اللہ میمن
میمن اسلامک پبلشرز
۱۶/شوال ۱۴۱۷ھ

عنوان	صفحہ نمبر

اجمالی فہرست بیانات

عنوان — فہرست مضامین — صفحہ نمبر

ٹی وی اور عذاب قبر

مروجہ قرآن خوانی

نماز کی بعض اہم کوتاہیاں

تقسیم وراثت کی اہمیت

حج فرض میں جلدی کیجئے

عنوان	صفحہ نمبر
قرب کا ذریعہ	۲۳۶
تفکرات سے نجات اور گناہوں کی معافی	۲۳۶
دس رحمتیں اور دس نیکیاں	۲۳۶
۷۰ رحمتیں اور ۷۰ دعائیں	۲۳۷
عرش کا سایہ	۲۳۷
اَسّی ۸۰ سال کے گناہ معاف	۲۳۷
سو حاجتیں پوری	۲۳۷
ہزار مرتبہ درود پڑھنے والے کے لئے بشارت	۲۳۸
قیامت کی ہولناکی سے نجات	۲۳۸
مدینہ منوّرہ کی موت	۲۳۸
جنّت البقیع میں دفن ہونا	۲۳۹

طلاق کے نقصانات

عنوان	صفحہ نمبر

بدشگونیاں، بدفالیاں اور توہمات

❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖❖

ٹی وی اور عذاب قبر

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱۔ لیاقت آباد، کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرّم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : بعد نماز عصر تا مغرب

اصلاحی بیانات : جلد نمبر اوّل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ط

ٹی وی اور عذاب قبر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا۔ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُاَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُاَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا۔

اَمَّا بَعْدُ! ۔ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط اِنْ

تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلاً كَرِيْمًا ○

صدق اللّٰہ العظیم

(سورۃ نساء، آیت ۳۱)

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے! جن کاموں سے تم کو منع کیا جارہا ہے، اگر تم ان ممنوعات میں سے جو بڑے بڑے گناہ ہیں، ان سے بچتے رہو گے تو ہم اپنے قاعدے سے تمہارے چھوٹے قصور اور گناہ صغیرہ معاف کر دیں گے اور تم کو ایک باعزت مقام یعنی جنّت میں داخل کر دیں گے۔

دین کی باتیں سننے کے آداب

میرے قابل احترام بزرگو! سرکار دو عالم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ کسی انصاری صحابی کے جنازے میں شرکت فرماتے ہوئے جنّت البقیع تشریف لے گئے، جب وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ قبر کی تیاری میں ابھی کچھ دیر ہے، لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ جلوہ افروز ہوگئے، اس حدیث کے راوی حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آس پاس باادب بیٹھ گئے اور ہم اس کیفیت کے ساتھ بیٹھ گئے جیسے کہ ہمارے سروں پر پرندے ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں بے پناہ ادب اور دین کی طلب اور تڑپ پائی جاتی تھی، جب وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دین کی کوئی بات سننے کے

لئے بیٹھتے تو بالکل ہمہ تن متوجہ ہو کر بیٹھتے تھے، نہ اِدھر اُدھر دیکھتے اور نہ اس طرح بیٹھتے جیسے کہ ان کے اندر طلب نہیں، ادب بھی یہی ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت یہ تھی کہ آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی لکڑی تھی، آپ کی گردن جھکی ہوئی تھی اور جس طرح ایک بہت ہی فکرمند انسان بیٹھا ہوا لکڑی سے زمین کو کریدا کرتا ہے، بالکل اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے لکڑی سے زمین کرید رہے تھے اور ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت زیادہ غم چھایا ہوا ہے اور آپ بہت گہری فکر اور سوچ میں ہیں اور ہم سب صحابہ خاموش بیٹھے ہوئے تھے، اسی دوران سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین مرتبہ اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمایا کہ قبر کے عذاب سے پناہ مانگو، قبر کے عذاب سے پناہ مانگو، قبر کے عذاب سے پناہ مانگو۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے عذاب اور ثواب کے بارے میں کافی طویل وضاحت فرمائی۔

وعظ کے دوران تسبیح نہ پڑھیں

اس حدیث میں تین باتیں ہمارے لئے بطور سبق کے موجود ہیں، پہلی بات تو یہ ہے کہ جب ہم کسی کے پاس دین کی باتیں یا دین کا تذکرہ سننے کے لئے جائیں یا دین کی باتیں سیکھنے کے لئے یا پوچھنے کے لئے جائیں تو اس کا ضروری ادب یہ ہے کہ ادھر ادھر کے خیالات سے اپنے ذہن کو پاک صاف

کر کے بات کہنے والے کی طرف پوری طرح متوجہ ہو کر بیٹھیں۔ اسی لئے علماء نے فرمایا ہے کہ دین کے تذکرہ کے دوران اور وعظ کے دوران زبان سے ذکر بھی نہ کرنا چاہئے، جیسا کہ بعض لوگ وعظ کے دوران تسبیح بھی پڑھتے رہتے ہیں اور وعظ بھی سنتے رہتے ہیں، علماء نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے، اس لئے کہ یہ ادب کے خلاف ہے، ادب یہ ہے کہ اس وقت زبانی ذکر بھی موقوف کر دیا جائے اور ہمہ تن اپنے آپ کو دین کی باتیں سننے میں مشغول رکھا جائے، جیسا کہ اس حدیث سے صحابہ کرامؓ کا یہ عمل ظاہر ہوا کہ وہ ہمہ تن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے تھے اور ایسے جامد اور ساکت بیٹھے تھے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں، اس لئے کہ پرندہ ہمیشہ جامد اور غیر جاندار چیز پر بیٹھتا ہے، گویا کہ وہ بالکل بے جان ہو کر اس طرح بیٹھے تھے کہ دل بھی حاضر تھا اور دماغ بھی حاضر تھا۔

قبروں کا ادب واحترام

دوسرا ادب اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ قبرستان پہنچنے کے بعد اگر قبر کے تیار ہونے میں کچھ دیر ہو تو قبرستان میں بیٹھ سکتے ہیں۔ لیکن کسی قبر پر نہیں بیٹھنا چاہئے اور نہ کسی قبر پر کھڑے ہونا چاہئے، آج کل لوگ جب قبرستان جاتے ہیں تو بہت سے لوگ قبروں پر بیٹھ جاتے ہیں یا قبروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں، شرعاً اس کی اجازت نہیں، ناجائز ہے، اس لئے قبر سے ہٹ کر بیٹھنا چاہئے۔ اور قبرستان میں چلتے وقت قبروں کے اوپر سے نہیں چلنا چاہئے،

بلکہ جو گزرگاہ بنی ہوئی ہو، اس پر چلنا چاہئے۔

قبرستان میں اپنی موت کو یاد کریں

ایک اور ادب اس حدیث میں ہمارے لئے یہ ہے کہ قبرستان میں جا کر ہمیں اپنی موت کو سوچنا چاہئے، اپنی قبر کو سوچنا چاہئے۔ آج کل اس ادب سے ہمارے اندر بڑی غفلت پائی جا رہی ہے، جب ہم قبرستان کی طرف جاتے ہیں تو بھی دنیا کی باتیں کرتے ہیں اور قبرستان میں پہنچ کر بھی دنیا ہی کی باتیں کرتے ہیں، وہاں کی قبروں کو دیکھ کر ہمیں اپنی قبر اور اپنی موت یاد نہیں آتی، حالانکہ قبرستان جانے کا اصل ادب یہی ہے کہ وہاں جا کر اپنی موت کو یاد کریں، اپنے مرنے کو سوچیں اور مرنے کے بعد اپنے قبر کے احوال کو سوچیں، اور یہ سوچیں کہ آج یہ لوگ جو قبروں میں مدفون ہیں، ایک وقت وہ تھا جب یہ لوگ بھی ہماری طرح دنیا میں کھاتے پیتے تھے، رہتے سہتے تھے، لیکن آج اپنی قبروں کے اندر عذاب میں ہیں یا ثواب میں ہیں، کچھ پتہ نہیں، ہمیں بھی ایک دن یہاں پہنچنا ہے، جس طرح آج میں ایک جنازہ کو لے کر یہاں آیا ہوں، اسی طرح ایک دن مجھے بھی جنازہ کی صورت میں یہاں لایا جائے گا۔ ایک روز موت آ جائے گی، اس وقت نہ بیوی ساتھ آئے گی اور نہ مال ساتھ آئے گا، بہت سے بہت بچے قبر تک آ جائیں گے۔

زندگی بھر کی محبّت کا صلہ

حضرت ڈاکٹر عبدالحیؒ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے آمین۔ ایک مرتبہ پاپوش نگر کے قبرستان میں حضرت مولانا ظفراحمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی تدفین کے موقع پر تشریف لے گئے، وہاں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شعر سنایا ؎

زندگی بھر کی محبّت کا صلہ یہ دے گئے
دوست اور احباب آ کر مجھ کو مٹی دے گئے

کتنا بھی گہرے سے گہرا دوست ہو، اس کی یہ کوشش اور خواہش ہوتی ہے کہ کم از کم مٹی دینے میں ضرور شرکت ہو جائے، اور اس کو اس مرنے والے کا آخری حق سمجھا جاتا ہے۔ اسی کو آدمی سوچ لے کہ دنیا میں جتنے دوست واحباب ہیں، وہ بہت سے بہت اتنا کریں گے کہ ہمیں قبرستان پہنچا دیں گے اور تین تین مٹھیاں مٹی ڈال کر چلے جائیں گے اور زبان سے یہ کہیں گے کہ آگے تو جانے تیرا عمل جانے۔ قبرستان جا کر ان باتوں کو سوچنا چاہئے، قبرستان جانے کا اصل ادب یہی ہے، اس کے ذریعہ انسان کے دل سے دنیا کی محبّت نکلتی ہے اور آخرت کی فکر پیدا ہوتی ہے اور انسان آخرت کے لئے متفکر ہوتا ہے اور پھر آخرت کی تیاری کے لئے اس کے اندر کچھ آمادگی پیدا ہوتی ہے۔

قبر کا عذاب برحق ہے

بہرحال، اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا کہ قبر کے عذاب سے پناہ مانگو، قبر کے عذاب سے پناہ مانگو، قبر کے عذاب سے پناہ مانگو۔ اس لئے چوتھا ادب یہ ہے کہ ہمیں قبر کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہئے۔ اس کی طرف سے بھی ہمارے اندر بڑی غفلت پائی جاتی ہے، بیسیوں انسانوں کو قبرستان پہنچا کر آ گئے، مگر کبھی اپنے لئے عذاب قبر سے پناہ نہیں مانگی اور کبھی یہ دعا نہیں کی کہ یا اللہ! ہمیں اور ہمارے ماں باپ کو اور ہمارے اہل و عیال کو قبر کے عذاب سے بچا۔ تاہم قبر کا عذاب بالکل برحق ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میرے پاس ایک یہودی عورت آئی اور باتوں باتوں میں اس نے قبر کے عذاب کا تذکرہ کیا اور اس نے ساتھ ہی مجھ کو دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو قبر کے عذاب سے پناہ دے۔ جب وہ عورت چلی گئی تو اس کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے، میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ایک یہودی عورت آئی تھی، وہ کہہ رہی تھی کہ قبر کے اندر عذاب ہوتا ہے، کیا یہ بات درست ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! عذاب قبر برحق ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد پھر میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ ہر نماز کے بعد قبر کے عذاب سے پناہ

مانگتے ہوئے دیکھا۔

آپ کا یہ عمل ہمارے لئے تعلیم ہے کہ ایک دن مرنے کے بعد قبر میں ضرور جانا ہے، اگر قبر میں راحت مل گئی تو پھر آگے بھی راحت ہی راحت ہے اور اگر خدانخواستہ قبر میں عذاب ہوگیا تو پھر آگے کی منزلیں اور کٹھن ہوں گی۔ اس لئے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا کہ جب آپ کسی قبر پر تشریف لے جاتے تو اتنا روتے کہ آپؓ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی، کسی نے ان سے سوال کیا کہ حضرت! آپ جنّت اور جہنم کے تذکرے پر اتنا نہیں روتے جتنا قبر پر جانے کے بعد آپ روتے ہیں؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ یہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے، جو شخص یہاں عذاب قبر سے نجات پا گیا تو باقی منزلوں پر بھی وہ کامیاب ہوتا چلا جائے گا، اور خدانخواستہ اگر وہ اسی منزل پر پھنس گیا اور اس کو عذاب قبر شروع ہوگیا تو پھر آگے اس کے لئے اور زیادہ دشواریاں اور مشکلات ہوں گی، اس لئے اس پہلی منزل کی بڑی فکر ہوتی ہے کہ خدا کرے کہ یہ عافیت کے ساتھ گزر جائے اور سلامتی کے ساتھ گزر جائے تاکہ آگے کی منزلیں آسان سے آسان ہوتی چلی جائیں۔

عالم برزخ اور اس کی مثال

یہ عذاب قبر عالم برزخ میں ہوتا ہے جو اس دنیا سے علیحدہ ایک عالم ہے۔ جس گڑھے میں ہم میت کو اتارتے ہیں، اس میں بھی عذاب ہوتا ہے،

جس حالت میں میت کو اتارا جاتا ہے اگرچہ وہ ویسی ہی نظر آتی ہے مگر اس کی روح کا عالم برزخ میں پہونچ کر بھی جسم سے تعلق رہتا ہے اور عذاب وثواب یہ سب اگرچہ عالم برزخ میں دراصل روح کو ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ جسم بھی وہاں کی راحت اور تکلیف کو محسوس کرتا ہے اور کبھی گڑھے میں ہونے والے عذاب اور راحت کا اہل دنیا کو بھی مشاہدہ کرا دیا جاتا ہے، جس کے متعدد واقعات حافظ جلال الدین سیوطیؒ اور دوسرے علماء نے اپنی کتابوں میں لکھے ہیں۔

اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی آدمی سو رہا ہو اور خواب کے اندر اس کو مارا جارہا ہو یا جلایا جارہا ہو یا قتل کیا جارہا ہو، اب خواب کے اندر تو یہ سب حالات اس پر گزر رہے ہیں، لیکن ہم اس کو بالکل ٹھیک ٹھاک سویا ہوا دیکھ رہے ہیں، البتہ اس کے جسم پر تھوڑے بہت آثار محسوس کر لیتے ہیں کہ وہ ڈر رہا ہے یا کپکپا رہا ہے یا اس کا جسم حرکت کر رہا ہے، اور اگر خواب کے اندر بڑی بڑی نعمتیں حاصل کر رہا ہے، تب بھی وہ ہمیں یہاں سوتا ہوا محسوس ہوتا ہے، نہ کھاتا ہوا نظر آتا ہے نہ پیتا ہوا نظر آتا ہے، مگر خواب میں کھا رہا ہے، پی رہا ہے، سیر وتفریح کر رہا ہے، بس اس دنیا کے اندر میت کے عذاب اور ثواب کو سمجھنے کے لئے یہ ایک مثال کافی ہے۔

لیکن کبھی کبھی اللہ تعالیٰ عبرت اور نصیحت کے لئے اس دنیا کے اندر بھی قبر کا عذاب دکھا دیتے ہیں اور کبھی وہاں کی نعمتیں دکھا دیتے ہیں اور یہ سلسلہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے چلا آ رہا ہے۔ علماء کرام نے اس موضوع پر بڑی بڑی کتابیں تحریر فرمائی ہیں اور اپنے اپنے زمانے کے وہ واقعات لکھے ہیں جن میں قبر کا عذاب بیداری کی حالت میں یا خواب کی حالت میں دیکھا گیا ہے۔

عذاب قبر کا ایک واقعہ

حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب احوال القبور میں لکھا ہے کہ ایک صاحب نے ذکر کیا کہ میں اپنی زمین پر کام کیا کرتا تھا، ایک دن شام کے وقت جب میں گھر کی طرف واپس جانے لگا تو راستے میں مغرب کا وقت ہوگیا، راستے میں قریب ہی ایک مقبرہ تھا، میں نے مغرب کی نماز وہاں پڑھنے کا ارادہ کرلیا۔ چنانچہ میں نے اور میرے ایک دو ساتھیوں نے وہاں جا کر مغرب کی نماز ادا کی اور مغرب کی نماز ادا کر کے شام کے معمولات اور تسبیحات میں وہیں بیٹھ کر پوری کرنے لگا، جب آہستہ آہستہ اندھیرا چھانے لگا تو یکا یک مجھے کسی کے کراہنے کی آواز سنائی دی، میں نے ادھر ادھر دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا، تھوڑی دیر کے بعد پھر ''ہائے ہائے'' کی آواز سنائی دی، جس کی وجہ سے میں ڈر گیا اور میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے، پھر جب میں نے آواز کی طرف دھیان لگایا تو وہ آواز ایک قبر کے اندر سے آ رہی تھی، میں اس قبر کے پاس گیا اور اپنے کان قبر سے لگائے تو قبر کے اندر سے ہائے ہائے کی آواز کے ساتھ یہ آواز بھی آ رہی تھی کہ:

قد کنت اصلی وقد کنت اصوم

میں تو نماز بھی پڑھا کرتا تھا اور روزہ بھی رکھا کرتا تھا۔

پھر مجھے یہ سزا کیوں دی جا رہی ہے؟ اور اس کی آواز ایسی دردناک تھی کہ میں بیان نہیں کرسکتا۔ پھر میں اس قبر کے پاس سے اٹھا اور میرے جو دوسرے ساتھی قریب ہی نماز پڑھ رہے تھے، ان کو بلا کر لے آیا اور ان سے کہا کہ تم بھی ذرا یہ آواز سنو، واقعتہً یہ آواز آ رہی ہے یا میرے ذہن کا خلل ہے؟ جب انہوں نے کان لگائے تو ان کو بھی یہ آواز سنائی دی، انہوں نے بتایا کہ یہ سچ مچ آواز آ رہی ہے، تمہارے دماغ کا خلل نہیں ہے، بہرحال اس روز تو ہم جلدی سے اپنے معمولات پورے کر کے واپس چلے گئے، دوسرے دن میں پھر واپسی میں مغرب کی نماز پڑھنے کے لئے اسی مقبرے میں گیا اور یہ سوچ کر گیا کہ میں جا کر آج بھی وہ آواز سنوں گا، آیا وہ آواز آج بھی آ رہی ہے یا نہیں؟ چنانچہ آج بھی میں نے وہاں جا کر پہلے مغرب کی نماز ادا کی اور پھر اپنے معمولات میں مشغول ہوگیا، پھر آج بھی بالکل اسی طرح قبر سے آواز آنے لگی جس طرح گزشتہ کل آ رہی تھی، اور میں نے قبر کے پاس جا کر کان لگائے تو وہی الفاظ سنے جو کل سنے تھے۔ لہٰذا اب مجھے یقین ہو گیا کہ اس مُردے کو قبر کا عذاب ہو رہا ہے، پھر جب میں وہاں سے لوٹا تو مجھ پر شدید خوف طاری ہوگیا اور خوف کی وجہ سے دو ماہ تک مجھے بخار چڑھا رہا۔

عام طور پر عذاب قبر پوشیدہ رہنے کی وجہ

احادیث میں حضور اقدس اللہ علیہ وسلم نے واضح طور فرمایا ہے کہ قبر میں میّت کو جو عذاب ہوتا ہے، اس کی چیخ و پکار کی آواز انسان اور جنّات کے علاوہ باقی تمام مخلوق سنتی ہے، اور انسان اور جنّات کو اس لئے آواز سنائی نہیں دیتی کہ اگر ان کو بھی آواز سنائی دینے لگے تو سارے کے سارے لوگ راہ راست پر آجائیں، جتنے کافر ہیں وہ سب ایمان لے آئیں اور جو مسلمان بے دین اور فسق و فجور میں مبتلا ہیں، وہ سب اپنی اصلاح کر کے نیک اور پارسا بن جائیں، تو پھر سارا امتحان ہی ختم ہو جائے اور مقصود ہی فوت ہو جائے۔ کیونکہ یہ دنیا دارالعمل ہے، دارالجزاء نہیں ہے، یہاں ایمان بالغیب معتبر ہے کہ نہ کچھ دیکھا ہے اور نہ عقل میں کچھ آتا ہے، مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرما دیا، اس پر ہمارا ایمان ہے، دیکھنے سے ہمیں اتنا یقین نہ آتا جس طرح بن دیکھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر ہمیں یقین ہے، بس اسی ایمان کی قیمت ہے اور اسی پر اجر و ثواب ہے۔

لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ قبر کے اس عذاب کو نظروں سے اوجھل کرنے کے باوجود کبھی کبھی کہیں کہیں ہمیں دکھا دیتے ہیں اور اس لئے دکھا دیتے ہیں تاکہ ہم اس سے عبرت پکڑیں اور سبق سیکھیں۔

عذاب قبر کا سبب گناہ ہیں

یہ بات ہر مسلمان جانتا ہے کہ قبر کا عذاب گناہوں پر ہوتا ہے، اور یہ عذاب قبر اس لئے رکھا گیا ہے تا کہ ہم لوگ گناہوں سے باز آ جائیں، اللہ تعالیٰ نے جو احکام بجالانے کے لئے دیئے ہیں، ان کو بجالائیں اور گناہوں سے اپنے آپ کو بچانے کی فکر کریں، اگر خدانخواستہ ہم نے اپنے آپ کو گناہوں سے بچانے کی کوشش نہ کی اور کوئی مسلمان بغیر توبہ کئے اس دنیا سے چلا گیا تو پھر قبر کا عذاب ہونا یقینی ہے، یوں اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں معاف فرما دیں، ان کی معافی کی کوئی حد نہیں ہے، ان کی رحمت کی کوئی انتہا نہیں ہے، لیکن قاعدہ اور ضابطہ یہی ہے کہ جو شخص بغیر توبہ کئے دنیا سے جائے گا اور گناہوں کے ساتھ چلا جائے گا تو قبر میں پہنچتے ہی اس کو عذاب ہوگا۔ جب یہ بات ہے تو ہم سب مسلمانوں کو گناہوں سے بچنے کی بہت زیادہ فکر کرنے کی ضرورت ہے، ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے نماز بھی پڑھ لیتے ہیں، ذکر بھی کر لیتے ہیں، تلاوت بھی ہو جاتی ہے، تسبیحات بھی پڑھ لی جاتی ہیں، لیکن جب اپنا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں اپنے اندر یہ بات نمایاں طور پر نظر آتی ہے کہ گناہوں کے چھوڑنے میں ہم لوگ بہت کاہل اور سست ہیں، بڑے بڑے گناہوں کے اندر ہم مبتلا ہیں اور ہم ان کو گناہ بھی نہیں سمجھتے اور چھوڑنے کی فکر بھی نہیں کرتے۔ اور گناہوں کے اندر یہ خاصیت مسلّم ہے کہ جب کوئی شخص کسی گناہ کو مسلسل کرتا رہتا ہے تو آہستہ آہستہ اس کے دل سے اس کی بُرائی

نکل جاتی ہے، اس گناہ کا گناہ ہونا نکل جاتا ہے، تو پھر توبہ کی توفیق بھی کم ہوتی ہے، کیونکہ اب اس کا ضمیر اس کو اس گناہ پر ملامت کرنا چھوڑ دیتا ہے اور جس دن ضمیر مر گیا تو پھر سمجھ لو کہ توبہ کی شاید ہی اس کو توفیق ہو۔ گناہوں کے اندر ہمارا معاملہ یہی ہے کہ گناہ ہم کرتے چلے جا رہے ہیں، یہاں تک کہ ہم گناہ کے عادی ہو گئے ہیں، اور عادی ہونے کے بعد بعض گناہ ہمارے اندر ایسے عام ہو گئے ہیں کہ بظاہر ایسا لگتا ہے کہ ان سے بچنے کا ہم شاید ارادہ بھی نہیں رکھتے، اور جب کسی گناہ سے بچنے کا ارادہ ہی نہ ہو تو پھر توبہ کی توفیق کہاں سے ہوگی؟ اور جب توبہ کی توفیق نہ ہوئی تو پھر آنکھ بند ہوتے ہی کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ بچائے، اس میں شدید خطرہ ہے کہ آنکھ بند ہوتے ہی عذاب قبر شروع نہ ہو جائے۔

ٹی وی کا گناہ

یوں تو ہم صبح سے شام تک بہت سے گناہ کرتے ہیں، لیکن اس وقت میں صرف ایک گناہ کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں، اور وہ ٹی وی دیکھنے کا گناہ ہے۔ اب دیکھئے! یہ گناہ کتنا عام ہے، ساری دنیا میں پھیل گیا ہے، یہاں تک کہ جو لوگ پنج وقتہ نمازی ہیں، حاجی ہیں، روزہ رکھنے والے ہیں، وہ بھی اس گناہ کے اندر مبتلا ہیں، اور میرے خیال میں شاید ہی کوئی شخص ہوگا جو اس گناہ کو گناہ سمجھتا ہو، اور اب یہ گناہ تیزی سے بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے اور روز بروز اس میں اضافہ ہو رہا ہے، اس گناہ سے بچنے والے اب زیادہ نظر نہیں آتے اور مبتلا

ہونے والے بڑھتے چلے جا رہے ہیں، اور اب تو بڑے بڑے ''ڈش اینٹینا'' اور ''لیڈ'' لگنی شروع ہوگئی ہیں، جس کے ذریعہ ساری دنیا کی فلمیں گھر بیٹھے بیٹھے بآسانی دیکھی جاسکتی ہیں، گھر گھر سینما ہال بنا ہوا ہے، پہلے سینما ہال میں جاکر فلم دیکھنے کو اس قدر بُرا اور ذلیل کام سمجھا جاتا تھا کہ کوئی شریف آدمی ایسا کرنے کا تصور نہیں کرسکتا تھا، لیکن اب وہی شرفاء گھر کے اندر نہایت بے باکی کے ساتھ سارے اہل خانہ کے ساتھ اور بیٹوں اور بیٹیوں کے ساتھ بیٹھ کر فلمیں دیکھ لیتے ہیں اور اس پر انہیں ذرہ برابر حیا اور شرم محسوس نہیں ہوتی۔ یہ کیا ہوگیا؟ بات یہ ہے کہ اس برائی کی شناعت دل سے نکل گئی اور اس کا گناہ ہونا ذہن سے نکل گیا، اس کی بُرائی ذہن سے نکل گئی، حیاء کا خاتمہ ہوگیا، بس اسی کا یہ نتیجہ ہے۔ العیاذ باللہ۔

فلم دیکھ کر ایصال ثواب

تعجب کی بات یہ ہے کہ اس گناہ کو گناہ بھی نہیں سمجھتے، اس پر ایک عجیب وغریب واقعہ یاد آیا، یہ واقعہ ایک رسالہ ''ٹی وی کی تباہ کاریاں'' کے اندر لکھا ہوا ہے کہ ایک صاحب لاہور کے رہنے والے تھے، ان کی والدہ کسی تقریب میں شرکت کے لئے کراچی آئی ہوئی تھیں، یہاں آکر وہ بیمار ہوگئیں، ان کو اسپتال میں داخل کیا گیا اور ان صاحب کو لاہور میں اطلاع دے دی گئی، وہ بھی لاہور سے کراچی آگئے، پوری توجہ سے ان کا علاج کیا گیا، لیکن بالآخر ان کا انتقال ہوگیا اور ان کو کفنا کر دفن کر دیا گیا۔ جب وہ شخص اپنی والدہ کو دفن

کر کے قبرستان سے واپس آرہے تھے تو راستے میں ایک میدان کے اندر دیکھا کہ شامیانے لگے ہوئے ہیں، قناتیں کسی ہوئی ہیں، یہ سمجھے کہ کوئی سیاسی جلسہ ہو رہا ہے، لیکن جب وہ معلوم کرنے کے لئے اندر گئے تو وہاں دیکھا کہ فلم چل رہی ہے اور تمام لوگ میدان میں بیٹھے ہوئے فلم دیکھ رہے ہیں۔ ان صاحب نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ ایک صاحب کا انتقال ہوگیا تھا، آج ان کا چہلم ہو رہا ہے اور ہم سب ان کے چہلم میں شریک ہیں اور مرحوم کو یہ فلم بہت پسند تھی، اس لئے ہم ان کے ایصال ثواب کے لئے یہ فلم دیکھ رہے ہیں تاکہ ان کو اس کا ثواب پہنچے۔ العیاذ باللہ۔

اب بتایئے! اس عمل کے ذریعے ایصال ثواب ہوگا یا ایصال عذاب ہوگا؟ ہماری ذہنی سوچ کہاں تک پہنچ گئی ہے، ہمارا دین سے پستی کا عالم کہاں تک پہنچ گیا ہے، اب ہمارا یہ حال ہے کہ ایک حرام اور ناجائز کام کو ایصال ثواب کے لئے کیا جارہا ہے۔

ٹی وی گناہوں کا مجموعہ ہے

اب ایسے لوگ بھی بکثرت ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ ٹی وی دیکھنے میں کیا حرج ہے؟ چنانچہ ٹی وی دیکھنے والوں میں اکثر لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ ٹی وی دیکھنے میں کیا حرج ہے؟ افسوس! جس چیز کے گناہ ہونے میں کوئی شک نہیں، آج اس کا گناہ ہونا سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ حالانکہ دو تین باتیں تو ہر مسلمان جانتا ہے کہ وہ اسلام میں بالکل حرام ہیں، اور یہ چیزیں ٹی وی کے اندر موجود

ہیں۔ جن میں:

۱۔ایک گانا بجانا ہے، یہ اسلام میں بالکل حرام ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد ارشادات اس کی حرمت پر موجود ہیں۔

۲۔دوسرے گانا بجانے کے آلات کا استعمال بھی مستقل ناجائز اور گناہ ہے۔ مثلاً ڈھولک، سارنگی، بانسری، ہارمونیم، ڈسکو، ان سب آلات کا استعمال گناہ اور ناجائز ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح ارشاد ہے کہ میں دنیا میں پیغمبر ہی اس لئے بنا کر بھیجا گیا ہوں تاکہ دنیا سے گانے بجانے کے آلات کو مٹادوں۔ اور ہم مسلمان ہوکر بھی ان کو استعمال کر رہے ہیں، اور خاص طور پر ٹی وی کے اندر ان آلات کا بھرپور استعمال پایا جاتا ہے۔

ٹی وی اور بدنگاہی

۳۔تیسرے نامحرم مردوں اور عورتوں کا آپس میں اختلاط دکھایا جاتا ہے، یہ تو اس کی روح ہے، وہ ٹی وی ٹی وی نہیں جس میں مرد اور عورت کا اختلاط نہ دکھایا جائے۔ اس کے علاوہ ٹی وی میں رقص دکھایا جاتا ہے، کوئی فلم رقص سے خالی نہیں ہوتی، یہ رقص خود ایک مستقل گناہ اور حرام ہے، قرآن کریم نے مردوں اور عورتوں کو صاف صاف یہ حکم دیا ہے کہ:

قل للمومنين يغضوا من ابصارهم ويحفظوا
فروجهم۔ وقل للمومنات يغضضن من

ابصارهن ویحفظن فروجهن ولا یبدین زینتهن۔

آپ ایمان دار مردوں سے فرما دیں کہ وہ اپنی نظروں
کو نیچی کرلیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور
مسلمان عورتوں سے بھی فرما دیں کہ وہ بھی اپنی نظروں
کو نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور
اپنی آرائش اور زیبائش کو ظاہر نہ کریں۔

اب قرآن کریم کا حکم تو یہ ہے کہ نظروں کو نیچی رکھیں ۔ اور ٹی وی کے اندر نظر ڈالنا ہی مقصود ہے، اور کسی مرد کا کسی عورت پر یا کسی عورت کا کسی مرد پر شہوت سے نظر ڈالنا، اس کو حدیث شریف میں آنکھوں کا زنا قرار دیا گیا ہے، اس لئے آنکھوں سے دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے، ہاتھ سے چھونا ہاتھ کا زنا ہے، اور دیکھنے کے لئے پیروں سے چل کر جانا پیروں کا زنا ہے، اور دل میں خواہش اور تمنا کرنا یہ دل کا زنا ہے، یہی سب کچھ ٹی وی کے اندر ہوتا ہے، چاہے خبرنامہ ہو، چاہے ڈرامہ ہو، چاہے فلم ہو، چاہے کوئی اشتہار ہو، ہر جگہ یہی روپ سامنے ہوتا ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت، اور دیکھنے والوں کا سارا منشا جنسی تسکین اور اپنی شہوت کو پورا کرنا ہے، اور اسی خواہش سے اس پر نظر ڈالنا اور پھر گھنٹوں اس پر نظر جمائے رکھنا، یہ سب کام آنکھوں کا زنا ہے۔ یہ گناہ کی وہ موٹی موٹی باتیں ہیں جن کو ہم روزمرہ سنتے رہتے ہیں اور پڑھتے رہتے ہیں،

پھر کیا وجہ ہے کہ ٹی وی کے اندر ہمیں گناہ کی یہ باتیں نظر نہیں آتیں اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ٹی وی دیکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ بہرحال، اس کے گناہ ہونے میں کوئی شک نہیں، اب اگر ہم اس کو گناہ نہ سمجھیں تو یہ ہماری نا سمجھی ہے۔ انہی گناہوں کی وجہ سے ہمارے تمام علماء نے ٹی وی دیکھنے اور اس کے گھر میں رکھنے کو گناہ اور ناجائز قرار دیا ہے اور اس بارے میں ان کے فتاویٰ موجود ہیں۔

ٹی وی کے ساتھ دفن ہونے کا عبرت ناک واقعہ

جب سے ٹی وی دیکھنے کا رواج بڑھ گیا ہے، ٹی وی دیکھنے والوں کے مرنے کے بعد قبر میں عذاب ہونے کے بڑے ہی عبرت ناک واقعات بھی سامنے آ رہے ہیں، جس سے ہمیں فوراً سبق لینا چاہئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ واقعات اسی لئے دکھاتے ہیں تا کہ ہم لوگ عبرت حاصل کریں۔

چنانچہ اسی رسالے ''ٹی وی کی تباہ کاریاں'' میں ایک عورت کا بڑا عبرتناک واقعہ لکھا ہے کہ رمضان شریف کے مہینے میں افطار کے وقت گھر میں ایک ماں تھی اور ایک بیٹی تھی، ماں نے بیٹی سے کہا کہ آج گھر پر مہمان آنے والے ہیں، افطاری تیار کرنی ہے، اس لئے تم بھی میرے ساتھ مدد کرو اور کام میں لگو اور افطاری تیار کراؤ، بیٹی نے صاف جواب دے دیا کہ اماں! اس وقت ٹی وی پہ ایک خاص پروگرام آ رہا ہے، میں اس کو دیکھنا چاہتی ہوں، اس سے فارغ ہو کر کچھ کروں گی، چونکہ وقت کم تھا، اس لئے ماں نے کہا کہ تم اس کو

چھوڑو، پہلے کام کراؤ، مگر بیٹی نے ماں کی بات سنی ان سنی کر دی اور پھر اس خیال سے اوپر کی منزل میں ٹی وی لے کر چلی گئی کہ اگر میں یہاں نیچے بیٹھی رہی تو ماں بار بار مجھے منع کرے گی اور کام کے لئے بلائے گی۔ چنانچہ اوپر کمرے میں اندر جا کر اس نے اندر سے کنڈی لگائی اور پروگرام دیکھنے میں مشغول ہوگئی، نیچے ماں بیچاری آواز دیتی رہ گئی، لیکن اس نے کچھ پرواہ نہ کی، پھر ماں سے افطاری کے لئے جو تیاری ہو سکی، اس نے کر لی۔ اتنے میں مہمان بھی آ گئے اور سب لوگ افطاری کے لئے بیٹھ گئے، ماں نے پھر لڑکی کو آواز دی تاکہ وہ بھی آ کر روزہ افطار کرلے، لیکن بیٹی نے کوئی جواب نہیں دیا تو ماں کو تشویش ہوئی، چنانچہ وہ اوپر گئی اور دروازے پر جا کر دستک دی اور اس کو آواز دی، لیکن اندر سے کوئی جواب نہ آیا تو اب ماں اور گھبرا گئی کہ اندر سے جواب کیوں نہیں آ رہا ہے، چنانچہ ماں نے اس کے بھائیوں اور اس کے باپ کو اوپر بلایا، انہوں نے آواز دی اور دستک دی، مگر جب اندر سے کوئی جواب نہ آیا تو بالآخر دروازہ توڑا گیا، جب دروازہ توڑ کر اندر گئے تو دیکھا کہ ٹی وی کے سامنے مری ہوئی اوندھے منہ زمین پر پڑی ہے اور انتقال ہو چکا ہے، اب سب گھر والے پریشان ہوگئے۔ اس کے بعد جب اس کی لاش اٹھانے کی کوشش کی تو اس کی لاش نہ اٹھے اور ایسا محسوس ہونے لگا کہ وہ کئی ٹن وزنی ہوگئی ہے، اب سب لوگ پریشان کہ اس کی لاش کیوں نہیں اٹھ رہی ہے، اسی پریشانی کے عالم میں ایک صاحب نے جو ٹی وی اٹھایا تو اس کی لاش بھی اٹھ گئی اور ہلکی ہوگئی، اب صورت یہ ہوگئی کہ اگر ٹی وی اٹھائیں تو اس کی لاش ہلکی

ہو جائے اور اگر ٹی وی رکھ دیں تو اس کی لاش بھاری ہو جائے، مجبوراً اس طرح ٹی وی اٹھا کر اس کی لاش نیچے لائے اور اس کو غسل دیا، کفن دیا، جب اس کا جنازہ اٹھانے لگے تو پھر اس کی چار پائی ایسی ہوگئی جیسے کسی نے اس کے اوپر پہاڑ رکھ دیا ہو، لیکن جب ٹی وی کو اٹھایا تو آسانی سے مسہری بھی اٹھ گئی، تمام اہل خانہ شرمندگی اور مصیبت میں پڑ گئے، بالآخر جب ٹی وی جنازہ کے آگے آگے چلا، تب اس کا جنازہ گھر سے نکلا۔ اب اسی حالت میں ٹی وی کے ساتھ اس پر نماز جنازہ پڑھی گئی اور جب قبرستان لے جانے لگے تو آگے ٹی وی پیچھے جنازہ چلا، پھر قبرستان میں لے جانے کے بعد جب میّت کو قبر میں اتارا اور قبر کو بند کر کے اور اس کو ٹھیک کر کے لوگ واپس جانے لگے تو لوگوں نے کہا کہ اب ٹی وی واپس لے چلو، لیکن جب ٹی وی اٹھا کر لے جانے لگے تو اس لڑکی کی لاش قبر سے باہر آ گئی۔ کتنی عبرت کی بات ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اے عقلمندو! عبرت حاصل کرو

لوگوں نے جلدی سے ٹی وی کو وہیں رکھا اور دوبارہ اس کی لاش کو قبر کے اندر کر کے قبر بند کردی، اب پھر دوبارہ ٹی وی اٹھا کر چلے تو دوبارہ اس لڑکی کی لاش قبر سے باہر آ گئی، اب لوگوں نے کہا کہ یہ ٹی وی کے ساتھ ہی دفن ہوگی، اس کے علاوہ کوئی اور صورت نظر نہیں آتی، آخر کار اس کی لاش قبر میں تیسری بار رکھی اور ٹی وی کو بھی اس کے سرہانے رکھ کر اس کے ساتھ ہی دفن کرنا

پڑا۔ العیاذ باللہ!

اب آپ سوچئے کہ اس لڑکی کا کیا حشر ہوا ہوگا اور کیا انجام ہوا ہوگا؟ ہماری عبرت کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں دکھا دیا، اب بھی اگر ہم عبرت نہ پکڑیں تو یہ ہماری ہی نالائقی ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو اتمام حجت ہے۔ یہ تو ایک لڑکی کا واقعہ تھا، اب ایک مرد کا قصہ سن لیجئے۔

ٹی وی خریدنے پر عذاب قبر

سعودی عرب میں دو دوست رہتے تھے، ایک ریاض میں اور ایک جدہ میں، دونوں نیک صالح آدمی تھے، دونوں کے درمیان آپس میں بڑی گہری دوستی اور محبت تھی، ریاض والے دوست نے اپنے بچوں کے بے حد اصرار پر ان کو ٹی وی خرید کر لا دیا، اب گھر والے ٹی وی دیکھنے لگے، کچھ دنوں کے بعد اس کا انتقال ہوگیا، اس کے انتقال کے بعد جدہ والے دوست نے خواب میں ریاض والے دوست کی زیارت کی تو دیکھا کہ وہ تکلیف میں ہے، اس نے پوچھا کہ بھائی! تمہارا کیا حال ہے؟ اس دوست نے جواب دیا کہ کیا بتاؤں، جب سے میرا انتقال ہوا ہے، اپنے گھر والوں کو ٹی وی لاکر دینے کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوں، اب وہ تو ٹی وی دیکھ کر مزے اڑا رہے ہیں اور میں عذاب کے اندر مبتلا ہوں، اور میں ہی جانتا ہوں کہ میرا وقت کس طرح مصیبت کے ساتھ گزر رہا ہے، میں بہت سخت تکلیف میں ہوں، تم میرے گھر جا کر ان کو سمجھاؤ کہ کسی طرح گھر سے ٹی وی نکال دیں تاکہ میرا عذاب دور ہو

جائے، اس دوست نے کہا کہ اچھا میں تمہارے گھر جا کر ان کو سمجھاؤں گا۔

جب صبح ہوئی تو اس کو رات والا خواب یاد نہیں رہا اور سارا دن اپنے کام کاج میں مشغول رہا، جب رات کو سویا تو خواب میں پھر ریاض والے دوست کی زیارت ہوئی، اس نے شکایت کی کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ میرے گھر جلدی جاؤ، میں بہت تکلیف میں ہوں، تم ابھی تک میرے گھر نہیں گئے، اس دوست نے پھر وعدہ کرلیا کہ میں کل صبح ضرور جاؤں گا۔ یہ جدہ والے دوست کہتے ہیں کہ دوسرے دن میرا ریاض جانے کا پختہ ارادہ تھا، لیکن پھر کوئی ایسا کام پیش آ گیا جس کی وجہ سے میں نہ جاسکا۔ جب رات کو سویا تو خواب میں پھر اس دوست کی زیارت ہوئی، پھر اس نے شکایت کی کہ تم مجھ سے کہتے ہو کہ میں جاؤں گا، لیکن تم جاتے نہیں ہو اور میں یہاں بہت سخت تکلیف اور عذاب میں ہوں۔ اس دوست نے وعدہ کرلیا کہ کل صبح ضرور ہی جاؤں گا۔

چنانچہ جدہ والا دوست صبح ہوتے ہی جہاز کے ذریعہ ریاض اپنے دوست کے گھر پر گیا اور سب گھر والوں کو جمع کیا اور پھر ان کو اپنا خواب بتایا کہ تمہارے والد صاحب اس طرح سخت عذاب میں مبتلا ہیں، اور انہوں نے عذاب کی وجہ یہ بتائی کہ چونکہ میں نے ٹی وی لاکر دیا ہے، اس لئے مرنے کے بعد سے عذاب ہو رہا ہے، میرے گھر والے تو عیش کر رہے ہیں اور میں عذاب میں مبتلا ہوں۔ جب انہوں نے اپنے باپ کے عذاب میں مبتلا ہونے کے بارے میں سنا تو وہ لوگ زار و قطار رونے لگے کہ ہائے ہماری وجہ سے ہمارے

والد صاحب کو عذاب ہو رہا ہے، اس کے بعد بڑا بیٹا اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نے ٹی وی کو اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا جس سے ٹی وی کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے، وہ ٹکڑے اٹھا کر اس نے کوڑے کے ڈبے میں ڈال دیئے اور اس نے کہا کہ آج کے بعد ہمارے گھر میں یہ لعنت نہیں ہوگی جس کی وجہ سے ہمارے باپ کو عذاب ہوا۔

جدہ والے دوست کہتے ہیں کہ میں بہت خوش ہوا کہ اولاد ماشاء اللہ سعادت مند ہے، انہوں نے بہت جلد اپنے باپ کی تکلیف کا خیال کرلیا اور اپنا بھی خیال کرلیا، اپنے باپ کو بھی قبر کے عذاب سے بچالیا اور اپنے آپ کو بھی جہنم کے عذاب سے بچالیا۔ پھر میں واپس جدہ اپنے گھر میں آ گیا، رات کو سویا تو پھر خواب میں ریاض والے دوست کی زیارت ہوئی، اب جو دیکھا تو ماشاء اللہ وہ مسکرا رہا ہے اور ہشاش بشاش ہے، میں نے اس سے پوچھا کہ کہو! کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ بھائی! اللہ تعالیٰ تم کو جزاء خیر دے، جس طرح تم نے میری مصیبت دور کر دی، اللہ تعالیٰ تمہاری مصیبتیں بھی دور کرے، جس وقت میرے بڑے بیٹے نے ٹی وی زمین پر پٹخا ہے، اس وقت سے میرا عذاب بھی ختم ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اس عذاب سے نجات دے دی ہے۔

نجات گناہ چھوڑنے میں ہے

بزرگو! یہ واقعات ہمارے لئے دکھائے جارہے ہیں، تاکہ ہم عبرت لیں کہ نماز پڑھنے کے باوجود، ذکر کرنے کے باوجود، تلاوت کرنے کے باوجود

اگر خدانخواستہ یہ گناہ کرتے ہوئے بغیر توبہ کے انتقال ہوگیا تو قبر میں جاتے ہی عذاب ہوسکتا ہے، اور توبہ کی توفیق تو جب ہی ہوسکتی ہے جب ہم اس کو گناہ سمجھیں اور اس سے بچنے کی کوشش کریں، لیکن اگر خدانخواستہ اس گناہ کو ہم گناہ ہی نہ سمجھیں جیسا کہ بعض لوگوں کا حال ہے، تو وہ کیا توبہ کریں گے، اور اگر گناہ سمجھ کر پھر بھی نہ چھوڑا تو کیا فائدہ ہوا، اس لئے کہ کسی عمل کو گناہ سمجھنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ یہ عمل چھوڑنے کی چیز ہے، کرنے کی چیز نہیں، لیکن ہم معمولی معمولی بہانوں کی خاطر، بچوں کی وجہ سے، بیوی کے نہ ماننے کی وجہ سے، بچوں کے ادھر ادھر جانے کے بہانے، اور نہ معلوم ہم نے اس کو رکھنے اور دیکھنے کے لئے کتنے عذر اور بہانے تلاش کئے ہوئے ہیں۔ یاد رکھئے! جس طرح کسی بہانے سے چوری حلال نہیں ہوسکتی، کسی بہانے سے شراب نوشی حلال نہیں ہوسکتی، اسی طرح ٹی وی کو دیکھنا بھی کسی بہانے سے جائز نہیں ہوسکتا، یہ گناہ تو چھوڑنا ہی پڑے گا، اور جو چھوڑے گا وہی نجات پائے گا اور وہی عافیت میں آئے گا اور جو کرتا رہے گا وہ نجات نہیں پائے گا۔

میّت کنکھجوروں کے محاصرے میں

ایک تبلیغی دوست نے ہندوستان کا ایک قصہ سنایا کہ ایک علاقے میں ہماری جماعت گئی اور وہاں ہم ایک مسجد میں ٹھیرے ہوئے تھے اور اپنا کام کر رہے تھے کہ یکایک محلّے کے کچھ لوگ ہمارے پاس آئے اور آکر کہا کہ ذرا ہمارے گھر چلئے، ہم لوگ بہت پریشان ہیں، ہمارے گھر ایک میّت ہوگئی ہے

اور میت کے ساتھ عجیب معاملہ ہو رہا ہے، چنانچہ ہم سب لوگ ان کے ساتھ چلے گئے، جب ان کے گھر پہنچے تو ہم نے اپنی آنکھوں سے یہ دیکھا کہ ایک عورت کی لاش کمرے میں رکھی ہوئی ہے اور بہت بڑے بڑے کنکھجورے اس میت کے چاروں طرف سر سے لے کر پاؤں تک دائیں بائیں منہ کھولے کھڑے ہیں، اور وہ اتنی خوفناک شکل کے تھے کہ ان کو دیکھ کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں، قریب جانے کی کسی کو ہمت نہ ہو، اور سارے گھر والے خوف کے مارے دوسرے کمرے میں جمع تھے، دہشت کی وجہ سے کوئی شخص اس کمرے میں نہیں جا رہا تھا، گھر والوں نے ہم سے کہا کہ آپ نیک لوگ ہیں، ہم آپ کو اس لئے بلا کر لائے ہیں کہ ہمارا تو خوف سے برا حال ہو رہا ہے، آخر اس میت کو بھی اس کی جگہ پر پہنچانا ہے، کیسے اس کو غسل دیں اور کس طرح اس کو یہاں سے اٹھائیں؟ یہ کنکھجورے چاروں طرف سے اس کو گھیرے ہوئے ہیں، ہمارا تو قریب جاتے ہوئے پتہ پانی ہو رہا ہے، آپ حضرات کچھ پڑھ کر ایصال ثواب کریں اور دعا کریں تا کہ کم از کم اتنا موقع مل جائے کہ ہم اس کو اس کی قبر میں اتار دیں اور اس فرض سے سبکدوش ہو جائیں۔

یہ کہتے ہیں کہ ہمیں بھی خوف محسوس ہوا، لیکن ہم دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ یہ ان کے کسی گناہ کا عذاب ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہماری عبرت کے لئے ظاہر کیا ہے، چنانچہ ہم سب ایک کونے میں بیٹھ کر اس کے لئے استغفار کرنے

لگے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگے کہ یا اللہ! مہربانی فرما اور اتنی دیر کے لئے اس عذاب کو ہٹا دیجئے کہ ہم اس کو غسل اور کفن دے کر اس کو اس کی قبر تک پہنچا دیں اور یہ فریضہ ادا کرلیں۔ اس کے بعد کافی دیر تک ہم پڑھتے رہے، استغفار کرتے رہے، روتے رہے اور آنسو بہاتے رہے، کافی دیر بعد دیکھا کہ وہ سب کنکھجورے اچانک میت کا محاصرہ چھوڑ کر ایک کونے میں جمع ہو گئے، بس ہم نے کہا کہ اب اللہ تعالیٰ کی رحمت آ گئی ہے، اس نے اپنا فضل فرمایا ہے، اب تم لوگ اس کو غسل اور کفن دیدو، چنانچہ غسل اور کفن کے بعد اس کی نماز جنازہ ہوئی اور اسے قبرستان لے گئے اور جا کر اس کو قبر میں اتار دیا، جس وقت اس کو قبر میں اتارا تو دیکھا کہ وہ سب کنکھجورے ایک کونے میں جمع ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

اذان کی بے حرمتی کا وبال

اس کو دفنانے کے بعد ہم لوگ دوبارہ اس کے گھر گئے اور پوچھا کہ آخر اس کا ایسا کون سا عمل تھا جس کی وجہ سے اس کو یہ عبرت ناک عذاب ہوا اور خدا جانے اب اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے، اس کی ماں نے بتایا کہ وہ نیک صالح تو نہیں تھی، بے نمازی تھی، لیکن ایک بات جو مجھے یاد ہے، شاید اس کی وجہ سے اس پر عذاب ہوا ہو، وہ یہ کہ وہ ٹی وی دیکھنے کی بڑی شوقین تھی، ایک دن وہ ٹی وی پر ایک پروگرام دیکھ رہی تھی اور اس وقت اس پروگرام میں ایک رقاصہ ایک خاص گانا گا رہی تھی اور وہ گانا اس لڑکی کو بہت پسند تھا، اسی دوران

اذان شروع ہوگئی، میں نے اس سے کہا کہ بیٹی! اذان ہو رہی ہے، اللہ کا نام بلند ہو رہا ہے، اس گانے کی آواز بند کردو اور ٹی وی بند کردو، اس نے کہا اماں! اذان تو روزانہ ہوتی رہتی ہے، لیکن یہ پروگرام اور یہ گانا پھر کہاں آئے گا۔ ہم نے اس کی ماں کی یہ بات سن کر کہا کہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرتے ہی فوراً یہ عذاب جو شروع ہوا ہے، یہ اسی گناہ کا وبال اور عذاب ہے، اس لئے کہ اس نے اللہ کی اذان کے مقابلے میں گانے کو ترجیح دی اِستغفر اللہ۔

ٹی وی اور رمضان کی بے حرمتی

حقیقت یہ ہے کہ جب آدمی ٹی وی کا شوقین ہو جاتا ہے اور اس کا عادی ہو جاتا ہے تو پھر اس کو دین کی پرواہ نہیں رہتی، چنانچہ دیکھ لیجئے ہمارے یہاں رمضان شریف میں کس ڈھٹائی کے ساتھ ٹی وی دیکھا جاتا ہے، ایک طرف تراویح ہو رہی ہے اور دوسری طرف ٹی وی چل رہا ہے، فلمیں دیکھی جا رہی ہیں۔ اور ہمارے دشمن ٹی وی کے ان پروگراموں اور فلموں کو ایسے اوقات میں رکھتے ہیں تاکہ مسلمان افطار توجہ سے نہ کرسکیں اور تراویح نہ پڑھ سکیں، چنانچہ مسجدوں میں تراویح ہوتی رہتی ہے اور لوگ اس وقت ٹی وی دیکھنے میں مشغول ہوتے ہیں اور ٹی وی کی وجہ سے نماز میں نہیں آتے۔

یہ گناہ ہر ہر گھر میں بکثرت ہو رہا ہے اور تیزی سے پھیلتا چلا جا رہا ہے، لیکن اس کا انجام بڑا خراب ہے، آخرت کا عذاب بڑا شدید ہے، اور اس میں ایک گناہ نہیں ہے بلکہ یہ بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہے، ایسی صورت میں ہمیں

اس گناہ سے اپنے آپ کو بھی بچانا چاہئے اور اپنے گھر والوں کو بھی بچانا چاہئے۔ اس مجلس میں جتنے حضرات یہاں جمع ہیں، اگر ہم سب اپنے آپ کو اس گناہ سے بچالیں گے تو ایک ماحول بن جائے گا اور اس طرح آہستہ آہستہ ماحول بنتا چلا جائے گا۔

عذاب قبر سے بچنے کا طریقہ

بہر حال، قبر کا عذاب برحق ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ قبر کے عذاب سے پناہ مانگو، قبر کے عذاب سے پناہ مانگو، قبر کے عذاب سے پناہ مانگو۔ ہم لوگ کہاں جا رہے ہیں؟ کب اپنے لئے قبر کے عذاب سے پناہ مانگیں گے؟ پناہ مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ پچھلے تمام گناہوں سے توبہ کریں اور آئندہ گناہوں سے بچنے کی فکر کریں، اس کے بعد پھر قبر کے عذاب سے پناہ مانگیں گے تو اس وقت پناہ مانگنا مفید ہوگا۔ لیکن اگر ہم نہ تو گناہ چھوڑیں اور نہ ہی گناہوں کو چھوڑنے کا ارادہ ہو. تو محض لفظی توبہ کرنے سے کیا فائدہ؟ پھر عذاب قبر سے پناہ مانگنے کا کیا فائدہ؟ اس لئے پہلے گناہوں کو چھوڑیں، خصوصاً بڑے بڑے گناہوں کو چھوڑ دیں، مثلاً ٹی وی دیکھنا، سود کا لین دین کرنا، رشوت لینا دینا، بدنظری کرنا، خواتین کا بے پردگی اختیار کرنا اور نامحرم مردوں کے سامنے بے حجابانہ آنا جانا، تقریبات میں عورتوں کا آراستہ اور پیراستہ ہوکر نامحرم مردوں سے بے حجابانہ ملنا جلنا، یہ سب ہمارے اس دور کے بڑے بڑے گناہ ہیں جن سے بچنا ہم سب کی اولین ذمہ داری ہے، پہلے ہم

ان سے بچنے کی پوری پوری کوشش کریں اور پھر عذاب قبر سے بھی خوب پناہ مانگیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اور تمام مسلمانوں کو ان گناہوں سے اور دیگر تمام گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں اور قبر کے عذاب سے پناہ دیں۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اس کو ضرور پڑھئے!

ٹی وی دیکھنے کی شرعی حیثیت اور اس کے دینی نقصانات آپ نے پڑھ لئے، یہ نقصانات ٹی وی کی پالیسی کا بنیادی مقصد ہیں، خصوصاً پاکستان میں ٹی وی لانے کا اصل منشا ہی یہ ہے کہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے ذہنوں سے دین کی عظمت، قرآن وسنت کا احترام اور ان پر عمل کرنے کا جذبہ ختم کیا جائے، علماء کرام اور اولیاء عظام کی عزت مسلمانوں کے دلوں سے نکالی جائے اور ہمیشہ کے لئے انہیں بے غیرتی، بے حیائی اور دین سے آزادی کی تاریک وادی میں پھینک دیا جائے، جہاں جنسی ہوس پرستی کے لئے ماں، بہن، بیٹی اور اجنبی عورت میں کوئی امتیاز نہ ہو، بلاامتیاز ان سے جنسی خواہش پورا کرنے کی پوری آزادی حاصل ہو، چنانچہ کم از کم ایسے تین چار شرمناک واقعات مختلف ذرائع سے احقر کے علم میں آچکے ہیں، یہ سب ٹی وی کے فحش پروگرام، برہنہ اور نیم برہنہ فلموں کا نتیجہ ہیں۔ اس طرح یہود و نصاریٰ کی طرف سے مسلمانوں کو نہایت عیاری اور مکاری کے ساتھ دین وآخرت سے بے زاری کا ایسا زہر پلایا جارہا ہے کہ ٹی وی دیکھنے والے مسلمانوں کو پتہ بھی نہ چلے اور وہ دھیرے دھیرے دین وایمان کی حدود پھلانگ کر کفر وفسق کی آغوش میں چلے جائیں۔ العیاذ باللہ!

ٹی وی کی پالیسی کے بارے میں ماہنامہ البلاغ شمارہ اگست ۱۹۹۴ء میں ''اہم تحقیق بابت پروگرام و پالیسی پاکستان ٹی وی'' کے عنوان سے ایک فکر انگیز مکتوب شائع ہوا تھا، اس میں پاکستان ٹی وی کی یوم تاسیس سے چند ماہ پیشتر ہونے والی ایک خصوصی نشست جو ٹی وی کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالنے کے لئے بلائی گئی تھی، جس میں ان مخصوص فنکاروں، لکھنے والوں اور متوقع پروڈیوسر صاحبان کو مدعو کیا گیا تھا جن سے خصوصی کام لینا تھا، اس نشست میں جناب محترم شمیم احمد صاحب بھی موجود تھے جو آج کل شعبہ اردو، جامعہ کراچی کے پروفیسر ہیں، جنہوں نے بعد میں اس نشست کی روئیداد ایک مقامی اخبار میں شائع کی تھی۔ اس نشست میں کراچی ٹی وی کے جنرل مینجر اوّل جناب ذوالفقار علی بخاری نے پاکستان ٹی وی کے دو بنیادی مقصد بیان کئے تھے، اس کا اقتباس ذیل میں آرہا ہے، اس کو بغور پڑھیں، خاص طور پر خط کشیدہ عبارات بار بار پڑھیں اور اندازہ کریں کہ اس میں دین و شریعت کے متعلق اور قرآن و سنت کے صریح احکام اور علماء کرام کے خلاف کتنی گندی زبان استعمال کی گئی ہے، مذہب کو فرسودہ اور مردہ تصورات جیسے الفاظ سے یاد کیا گیا ہے جو ایک گالی سے کم نہیں، اور قربانی جیسی اہم سنت ابراہیمی اور حرمت شراب پر کس بے باکی سے کیچڑ اچھالا گیا ہے، اور ایسا کر کے نئی نسل کو دین سے نکال کر بے دین بنانے کو ٹی وی کا سب سے اہم اور بنیادی مقصد بتایا ہے اور آج ان کا یہ مقصد ٹی وی کے ذریعہ نہایت کامیابی سے حاصل ہوتا نظر آرہا ہے۔ کیا اب بھی ہم ٹی وی دیکھنا نہ چھوڑیں گے اور خود کو اور اپنی اولاد و

نسل کو ٹی وی کے ذریعے بے دین اور بے حیائی کی مادر پدر آزاد دلدل میں ڈالنا گوارا کریں گے؟ خدارا اس اقتباس کو پڑھیں اور چشم بصیرت سے کام لیں، اپنے اور اپنے گھر والوں کے دین و ایمان کو مردہ کرنے اور بالآخر ختم کرنے والے خفیہ اور سلو پائیزن سے بچائیں اور اپنی قبر و آخرت کی خیر منائیں۔

ٹی وی کا اوّل مقصد تو اس زمانہ کے جنرل ایوب صاحب کی حکومت کے کارناموں کی گھر گھر تشہیر کرنا تھا اور دوئم بقول ان کے کہ:

آپ کا دوسرا اور سب سے اہم مقصد یہ ہوگا کہ پہلے متوسط طبقہ کو فرسودہ مذہبی تصورات سے آزاد کرائیں اور اس مقصد کو اس خوبی سے سرانجام دیں کہ لوگوں کو شعوری طور پر اس کا پتہ نہ چلے کہ آپ جدید نسلوں کو مذہبی اثرات سے پاک کرنے کی کوئی مہم چلا رہے ہیں، اگر آپ نے یہ کام کرلیا تو یاد رکھئے کہ ہم ہمیشہ کے لئے مذہبی جنونیوں اور ملاؤں سے اپنی معاشرت اور سیاست کو پاک کردیں گے۔

بنیادی مقاصد بتانے کے بعد بخاری صاحب نے شرکاء محفل کو علیحدہ علیحدہ ہدایات دیتے ہوئے عرض کیا کہ:

ہیں آپ میں سے ہر لکھنے والے کو اپنے
پروگرام کے معاوضے کے علاوہ دوسو روپیہ ماہوار الگ
سے دوں گا جو عربی پڑھے گا، ہم یہ چاہتے ہیں کہ ٹی
وی اور ریڈیو سے ایسے افراد بحیثیت عالم دین اور جدید
مفکر کی حیثیت میں پیش کرسکیں جو عربی جانتے ہوں
تاکہ تمام ملاؤں کے اثرات دور کرسکیں جو مذہب کے
ٹھیکیدار بنے ہوئے ہیں اور جنہیں ہم طوعاً وکرہاً پیش
کرنے پر مجبور ہیں۔ آپ کو مذہب کی خرافات سے
معاشرہ کو نجات دلانے کا کام کرنا ہے اور اسی لئے ہم
اس ادارے کے ذریعے بالکل جدید ذہنوں کو آگے لانا
چاہتے ہیں۔ نئے میڈیم کے ساتھ نئے ذہنوں کو نہ
صرف فرسودہ اور مردہ تصورات سے نجات دلانے کے
لئے استعمال کیا جائے گا بلکہ ان کو پوری قوم کے
محسوسات اور طرز فکر کو بدلنا ہوگا، مثلاً ہم ہر سال بقرعید
پر لاکھوں جانور سنت ابراہیمی کے نام پر ضائع کردیتے
ہیں، ایک تو یہ نہایت درجہ بے رحمی اور شقاوت کی بات
ہے، دوسرے جو غلاظت اور گندگی پورے ملک میں

تین دن تک طاری رہتی ہے وہ قومی معیشت کی بربادی سے بھی زیادہ افسوسناک ہے۔ آپ لوگ اس قسم کے تہواروں کے بارے میں یہ احساس نہیں ہونے دیں گے کہ ٹی وی ان کے خلاف ہے، لیکن نئے ذہنوں میں اس کے خراب اثرات کو اس طرح جاگزیں کر دیں گے کہ کم از کم وہ خود بڑے ہو کر اس سے محفوظ رہیں۔

اسی طرح شراب کا مسئلہ ہے، غضب خدا کا ان ملاؤں نے اسے بھی حرام کر رکھا ہے، مذہب میں شراب کی خرابیوں کا ذکر ان لوگوں کے لئے کیا گیا ہے جو ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہیں، نالیوں میں گر جاتے ہیں، مگر بتایئے شراب میرے لئے کیسے حرام ہو سکتی ہے جو اس کے بغیر تخلیقی کام انجام نہیں دے سکتا، وہ تو ایک توانائی پیدا کرتی ہے۔ آپ کو اس قسم کے ڈھکوسلوں کو بھی ختم کرنا ہے، شراب کے لئے گنجائش نکالنا اسی طرح ممکن ہوگا کہ آپ مثبت کرداروں کے ساتھ اس کو شامل کر کے ایسے افراد کی خوبیوں کو اجاگر کیجئے اور انہیں انسانی خوبیوں سے زیادہ مزین دکھایئے۔

اس کے بعد بخاری صاحب ان افراد کی طرف متوجہ ہوئے جن کو پروڈیوسر ہونا تھا اور فرمایا کہ:

آپ اس مقصد کو اس طرح پورا کر سکتے ہیں کہ منافقت اور تضاد کردار کے لئے منفی ڈرامہ کرداروں کے لئے داڑھی لگائیے، مضحکہ خیز کرداروں اور افراد کو مشرقی لباس پہنائیے۔ یہ یاد رکھئے کہ آپ کو اپنے تمام کرداروں اور اناؤنسروں کو وہ لباس پہنانا ہے جو ہمارے ترقی یافتہ معاشرے میں سو سال بعد رائج ہونا چاہئے اور جو اب ایک فیصد اوپر کے طبقہ میں رائج ہے۔

گوکہ یہ ہدایات بخاری صاحب کے لبوں سے جاری ہوئی تھیں مگر حقیقت میں یہ اس بنیادی پالیسی کا حصہ تھیں جس کو مغرب زدہ لادینی نوکرشاہی اور صاحب اقتدار طبقہ نے تشکیل دیا تھا اور جس کے حصول کے لئے کروڑوں ڈالر قرض لے کر ٹی وی میڈیا کو وطن عزیز میں لایا گیا، یہی وجہ ہے کہ گزشتہ پچیس سال سے اس پالیسی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ہماری نوجوان نسل کو اسلامی اقدار و مشرقی تصورات سے بیگانہ اور مغربی تہذیب کا دلدادہ بنایا جا رہا ہے اور جو تھوڑی بہت رکاوٹیں آپ بزرگان دین نے اس پالیسی کی تکمیل میں حائل کی تھیں، ہماری مغرب زدہ نوکرشاہی نے پرائیویٹ چینلز (CNN, STN,

(PTN) وغیرہ کی نشریات کی اجازت دے کر ان رکاوٹوں کو عبور کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ انٹرنیشنل کمیونیکیشن یونین کے معاہدہ کا سہارا لے کر مصنوعی سیارہ (سیٹلائیٹ) کے ذریعہ کئی مغربی ٹی وی چینلز کی نشریات کو پاکستان کے کونے کونے میں پھیلا دیا ہے، اس طرح ڈش انٹینا اور کیبل کے ذریعہ مغربی غلاظت بغیر کسی روک ٹوک کے دیکھی جاسکتی ہے، اور اب ایک منظّم سازش کے تحت ڈش انٹینا اور کیبل نیٹ ورک کو دھیرے دھیرے سستا اور عام کیا جارہا ہے، یہاں ہم آپ کی توجہ ایک ایسے مغربی ٹی وی چینل کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں جو چوبیس گھنٹے جنسی ہیجان سے بھرپور نیم عریاں مغربی ناچ گانے نشر کرتا رہتا ہے۔

حضرات گرامی! یہاں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ ایک کھلی حقیقت ہے اور آپ ہمارے معاشرہ میں ہونے والی اس خطرناک سازش کا بخوبی علم رکھتے ہیں۔ اس روئیداد کو دہرانے کا مقصد آپ کے سامنے اس امر کی وضاحت کرنی تھی کہ ہماری لادینی، مغرب زدہ نوکر شاہی اور پالیسی ساز حکام بالا کے اداروں نے ہماری نئی نسل کو طاغوتی مغربی تہذیب کا غلام رکھنے کے لئے کیسے کیسے مکروفریب کے جال بچھا دیئے ہیں اور یہ سب کچھ عالمی کفر کے اشاروں اور ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا جارہا ہے تاکہ اس تہذیب کے خلاف معاشرہ میں باقی ماندہ قوت مدافعت کو بھی ختم کردیا جائے۔

خدارا کچھ کیجئے! ہمیں اور ہماری نسل کو ان شیطانوں اور ان کی سازشوں سے بچایئے! اگر آپ حضرات نے پوری قوت اور حکمت کے ساتھ

اس کو نہ روکا تو اس خطہ ارض میں بزرگان دین کی اسلامی کوششیں عالمی کفر کے آگے دب کر رہ جائیں گی۔ اس سلسلہ میں ہمیں آپ کی انفرادی کاوشوں، احساسات و جذبات کا ادراک ہے، جمعہ کے خطبات و دیگر دینی اجتماعات کے دوران آپ کی تقاریر و قراردادوں میں اکثر و بیشتر یہی موضوع زیر بحث ہوتا ہے جس کا ذکر کبھی کبھار اخبارات کے اندرونی صفحات میں چند سطروں میں آجاتا ہے، مگر افسوس کہ یہ کافی نہیں۔ اس شب و روز شیطانی و طاغوتی سازشوں کا منہ توڑ جواب دینے کے لئے ایک منظم و مسلسل جدوجہد درکار ہے، جو چند دنوں و ہفتوں کے لئے نہ ہو بلکہ مکمل کامیابی کے حصول تک جاری و ساری رہے اور یہ اہم دینی فریضہ آپ جیسے متقی اور صالح بزرگان دین کی سربراہی و نگرانی میں ہی انجام دیا جاسکتا ہے۔

یہاں اس امر کی نشاندہی ضروری ہوگی کہ اس جدوجہد میں آپ تمام مکاتب فکر اور مسالک (دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث و اہل تشیع) کے علماء کرام شانہ بشانہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر "نہی عن المنکر" کے فریضہ کو انجام دیں، کیونکہ یہ کسی خاص گروہ کے لئے نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ کے خلاف سازش ہے، جیسا کہ تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی دعوت حق اصلاح کے لئے اٹھتی ہے تو اس کی ناکامیابی کی بنیادی وجہ اتحاد کا فقدان ہی ہوتا ہے، اس لئے آپ تمام مکاتب فکر کے علماء کرام کا متحد ہونا ازحد ضروری ہوگا۔ خدارا! آپ علی الاعلان ثابت کردیں کہ آپ ہرگز ہرگز اس سرزمین پر ان کی سازشوں کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے، انشاء اللہ العزیز نصرت الٰہی آپ

کے قدم چومے گی۔

آخر میں ایک بار پھر ہم آپ بزرگان دین سے مؤدبانہ استدعا کرتے ہیں کہ جلد سے جلد اس جدوجہد کا مربوط و منظم انداز سے آغاز کریں اور قوم کو ان شیطانوں اور ان کی تہذیب سے نجات دلائیں۔ بہت سی امیدیں وابستہ کر کے ہم آپ کے در پر حاضر ہوئے ہیں، کیونکہ امّت مسلمہ آپ کو ہی علوم نبوت کا وارث اور منصب قیادت و سیادت کا حامل سمجھتی ہے، آپ کے پاس کیا کچھ نہیں، اللہ کی ذات پر اعتقاد و اعتماد، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی نسبت، خالق ارض و سما کا دیا ہوا منشور قرآنی، عامۃ المسلمین کی بے پایاں عقیدت و محبّت، مدارس و مساجد جیسے مراکز و روحانی و علمی متوسلین وطلبہ کی بے پناہ قوت اور آپ کی اہلیت و دیانت، استقامت، بصیرت یہ سب ہتھیار آپ کے پاس ہیں، ان ہتھیاروں سے لیس ہوکر آپ اپنی ملّت کو عالمی کفر اور ان کے اس لادینی مغرب پرست گماشتوں کی غلامی سے آزاد کرائیں جنھوں نے پورے وجود ملّی کو داغ دار بنا رکھا ہے۔

ہم نے اپنا یہ مقدمہ اس معروضے کی شکل میں آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا معاون و مددگار ہو۔ آمین۔

والسلام

ڈاکٹر وسیم اختر پی ایچ ڈی (کینیڈا) کیمیکل انجینئرنگ

ایسوشیئیٹ پروفیسر، این ای ڈی، انجینئرنگ یونیورسٹی کراچی

بیگم وسیم اختر ایم اے (ہسٹری) ایم اے (سیاسیات) بی ایڈ۔

بیگم ڈاکٹر محمد انیس صدیقی ایم اے (انگلش) ایم ایڈ۔ ٹی ای ایف ایل (امریکہ)، (ریٹائرڈ) ایسوشیئیٹ پروفیسر، فیکلٹی آف ایجوکیشن (جامعہ سندھ)

﴿بشکریہ البلاغ﴾

بر رسولوں بلاغ باشد و بس

یعنی

پیغمبروں کے ذمہ خدائی احکام پہنچا دینا ہے،

عمل کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔

✿✿✿

✿

مروجہ قرآن خوانی

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱، لیاقت آباد، کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرّم
گلشن اقبال کراچی
وقت خطاب : بعد نماز عصر تا مغرب
اصلاحی بیانات : جلد نمبر اوّل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

مروّجہ قرآن خوانی

کی شرعی حیثیت

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَ نَسۡتَعِیۡنُہٗ وَ نَسۡتَغۡفِرُہٗ وَ نُؤۡمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ وَنَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّئَاتِ اَعۡمَالِنَا ۔ مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشۡھَدُ اَنۡ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَاشَرِیۡکَ لَہٗ وَاَشۡھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّداً عَبۡدُہٗ وَ رَسُوۡلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسۡلِیۡمًا کَثِیۡرًا کثیراً۔

أَمَّا بَعْدُ فَاعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط مَاآتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔

حضور ﷺ قرآن کریم کا عملی نمونہ ہیں

میرے قابل احترام بزرگو! قرآن کریم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہماری ہدایت کے لئے نازل ہوا اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کے عملی نمونہ تھے، جو کچھ آپ ﷺ نے کر کے دکھایا، وہ سب قرآن کریم کی عملی شکل ہے، تاکہ آپ ﷺ کے عمل کو دیکھ کر اس پر عمل کریں، اس وقت ہمارا یہ عمل اصل میں قرآن کریم ہی پر عمل ہوگا، کیونکہ جو کچھ احادیث طیبہ میں ہے، وہ سب قرآن کریم کی تفسیر و تشریح ہے، اسی اصول کی روشنی میں ہمیں اپنے حالات کا جائزہ لینا چاہئے اور جو عمل ہمیں ایسا نظر آئے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل میں نہیں ہے، اس کی ہمیں اصلاح کرلینی چاہئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں وہی عمل مقبول ہوگا جو سنت کے مطابق ہوگا اور شریعت کے مطابق ہوگا، اور جو عمل سنت سے ہٹ کر ہوگا، وہ عمل چاہے کتنا ہی مفید سے مفید تر ہو، لیکن وہ مقبول نہیں ہوگا، اس لئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے یہاں عمل کی مقبولیت کے لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ضروری ہے اور آپ ﷺ کے نقش قدم کے مطابق ہونا ضروری ہے۔

اجتماعی قرآن خوانی کا رواج

اس سلسلے میں اس وقت میں ایک ایسی بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں جس کا آج ہمارے معاشرے میں بہت زیادہ رواج ہوگیا ہے لیکن سنت میں اس کی کوئی شکل صورت نظر نہیں آتی، وہ یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں جب کسی شخص کا انتقال ہو جاتا ہے تو قبرستان ہی میں دفن کے بعد اس کے لئے قرآن خوانی کا اعلان ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات اخبارات میں بھی یہ اطلاع کی جاتی ہے کہ فلاں شخص کی قرآن خوانی فلاں جگہ پر فلاں تاریخ کو فلاں وقت ہوگی، اور پھر لوگ دور دراز سے سفر کر کے اس اجتماعی قرآن خوانی میں شرکت کا بطور خاص اہتمام کرتے ہیں، بلکہ بعض جگہ تو اس کا رواج اتنا زیادہ ہوگیا ہے کہ ہر محلّے میں مکان درمکان نمبروار یہ سلسلہ اس طرح چلتا رہتا ہے کہ اس جمعہ کو فلاں مکان میں اجتماعی قرآن خوانی ہوگی، دوسرے جمعہ کو فلاں مکان میں ہوگی اور تیسرے جمعہ کو تیسرے مکان میں ہوگی، یوں ایک مسلسل سلسلہ چل رہا ہے جو ختم ہونے کو نہیں آتا۔

قرآن خوانی کا چلّہ اور دعوت

جب کسی محلّے میں ایک شخص کا انتقال ہوگیا تو اب چالیس دن تک پورے محلّے میں مکان درمکان قرآن خوانی کا سلسلہ چلتا رہے گا۔ اس دوران اگر دوسرے شخص کا انتقال ہو جائے تو دوسرا چلّہ شروع ہو جائے گا۔ چالیسویں دن جا کر اس کا اختتام ہوتا ہے اور چالیسویں دن خاص طور پر محلّے والوں کو

بلانے اور خصوصی اجتماع اور کھانے پینے کا اہتمام ہوتا ہے جس میں تمام محلے والے ضرور جمع ہوتے ہیں اور اس طرح چالیسویں دن قرآن خوانی اور ایک شاندار دعوت پر اس کے انتقال کی خوشی اختتام پزیر ہوتی ہے۔

سنّت واضح ہوتی ہے

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس اجتماعی مروجہ قرآن خوانی کی کیا حقیقت ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے اس عمل کا کوئی ثبوت ملتا ہے یا نہیں؟ یاد رکھئے! جو چیز سنّت ہوتی ہے وہ بالکل واضح اور بے غبار ہوتی ہے، اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے میں اسے اختیار فرمایا اور آپ کے جانثار صحابہ کرامؓ اس پر عمل کرتے رہے، حضرات خلفاء راشدین اس کا اہتمام کرتے رہے، ان کے بعد نسلاً بعد نسل تابعین تبع تابعین اور بزرگان دین برابر اس پر عمل کرتے رہے، تقریباً ساری سنّتیں اسی طرح واسطہ در واسطہ ہم تک پہنچی ہیں جن کے پہنچنے میں کوئی غبار، کوئی پوشیدگی اور کوئی خفا نہیں ہے۔

رواجی قرآن خوانی ثابت نہیں

جب ہم اس اجتماعی اور رواجی قرآن خوانی پر غور کرکے اور اس کے اندر جو چیزیں پائی جاتی ہیں، ان کا تصور کرکے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور صحابہ کرامؓ کی زندگیوں میں اور ان کی تعلیمات میں تلاش کرتے ہیں تو اس رائج الوقت صورت حال کے ساتھ اس کا کہیں سراغ نظر نہیں آتا، اگر

واقعی یہ کوئی پسندیدہ اور مسنون عمل ہوتا تو ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود اس کا اہتمام فرماتے، حالانکہ آپ کے سامنے آپ کے بہت سے پیارے پیارے صحابہ کرامؓ کا انتقال ہوا، آپ کی بعض ازواج مطہرات کا انتقال ہوا، آپ کی اکثر بیٹیوں کا انتقال ہوا، آپ کے صاحبزادوں کا انتقال ہوا اور آپ کے قریب ترین عزیزوں کا انتقال ہوا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ لیکن ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا جس میں آپ نے صحابہ کرامؓ کو باقاعدہ اعلان کرکے کہیں جمع ہونے کے لئے کہا ہو کہ میرے فلاں عزیز کا انتقال ہوگیا ہے، آپ سب لوگ مسجد نبوی ﷺ میں جمع ہوجائیں اور وہاں ہم سب اکھٹے ہوکر قرآن شریف ختم کریں گے اور ان کے لئے ایصال ثواب کریں گے، ایسا کوئی عمل نہیں ملتا، اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایسا عمل نہیں ملتا تو بعد کے زمانے میں بھی ملنا مشکل ہے، اسی لئے حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرات تابعین رحمہم اللہ کے زمانے میں بھی ایسا کوئی عمل نہیں ملتا جس کو ہم سند کے طور پر پیش کرسکیں کہ ہمارا یہ عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی روشنی میں ہے، یا چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا تھا، لہٰذا ہم بھی ایسا کررہے ہیں، مگر ایسا کہیں نہیں ملتا، اسی طرح خلفاء راشدینؓ اور تابعین تبع تابعینؒ کے زمانے میں بھی ایسا کوئی عمل نہیں ملتا، اور جب نہیں ملتا تو خود بخود یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ یہ طریقہ بعد کے لوگوں نے بنایا ہے اور جو طریقہ بعد کے لوگ از خود بنائیں جس کی سند اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ ملتی ہو تو اس میں یہ بات

نمایاں طور پر نظر آتی ہے کہ چونکہ سنّت کا رنگ اس کے اندر نہیں ہے، اس لئے اس کے اندر بہت سے کام ایسے نظر آئیں گے جو شریعت کی واضح ہدایات کے خلاف ہوں گے، چنانچہ جب ہم اس مروجہ قرآن خوانی میں غور کرتے ہیں تو اس میں بہت سی ایسی باتیں نظر آتی ہیں جو شریعت کے خلاف ہیں۔

مروجہ قرآن خوانی کی خرابیاں

مثلاً پہلی بات تو یہ ہے کہ اس طرح جمع ہو کر قرآن شریف پڑھنا زیادہ سے زیادہ ایک نفل کام ہے، نہ فرض ہے، نہ واجب ہے اور نہ سنّت ہے، اور نفل کام کے لئے لوگوں کو زبردستی اکٹھا کرنا، جمع کرنا، بلانا، اور جمع نہ ہونے پر اعتراض ہونا اور دل میں کدورت پیدا ہونا کہ صاحب! ہم نے آپ کو بلایا تھا مگر آپ نے شرکت نہیں کی، یہ عمل شریعت کے اندر ناپسندیدہ ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں اس کو "تداعی" کہا جاتا ہے، یعنی ایک وہ عمل جو شرعاً نہ فرض ہے اور نہ واجب ہے، لیکن ہم اس کے لئے لوگوں کے جمع ہونے کو اتنی اہمیت دیں کہ اگر وہ شرکت نہ کریں تو اس کی وجہ سے ان کی طرف سے دل میں کدورت پیدا ہو، اور اس پر اعتراض پیدا ہو اور ان کو اس پر طعنہ دیا جائے کہ آپ نے شرکت کیوں نہیں کی؟ اور اگر اس کو کوئی عذر ہو تو وہ عذر بھی ہمارے نزدیک قابل قبول نہ ہو، لہٰذا یہ عمل شریعت میں ناپسندیدہ ہے، ناپسندیدہ اس لئے ہے کہ جب شریعت نے اس کو فرض و واجب اور ضروری قرار نہیں دیا تو تم نے اس کو فرض و واجب کا درجہ کیوں دے دیا؟

دکھاوا اور نمائش

دوسری قباحت اس کے اندر یہ ہے کہ اس قرآن خوانی میں عموماً شرکت بطور دکھاوے کے ہوتی ہے، خالصۃً اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں ہوتی، لیکن اگر جمع ہونے کی پابندی نہ ہوتی بلکہ یہ اعلان ہو جاتا کہ ہر شخص مرنے والے کے لئے جہاں اور جب اور جتنی توفیق ہو وہ قرآن کریم پڑھ کر ایصال ثواب کر دے، آپ حضرات کا مرحوم پر احسان ہوگا، تو اس صورت میں جو شخص جتنا ایصال ثواب کرے گا، وہ اللہ کی رضا کے لئے کرے گا، اب اگر تھوڑا عمل بھی کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرے گا تو وہ بہتر ہوگا بنسبت اس کے کہ صرف قرآن خوانی میں دکھاوے کے لئے اور حاضری میں نام لکھوانے کے لئے شرکت کرے، کیونکہ اس طرح اس کے شرکت کرنے میں اور قرآن پڑھنے میں وہ خلوص نہیں رہتا۔

صحیح قرآن خوانی کی تین شرطیں

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ یاد آ گیا، یہ واقعہ آپ کے ایک شاگرد نے سنایا کہ حضرت تھانویؒ جب کانپور میں مدرس تھے تو ایک روز ہم لوگ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سبق پڑھنے کے لئے حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضرت والا بہت مغموم بیٹھے ہیں، طبیعت پر غم کے آثار ہیں اور افسردگی ہے، ہم نے پوچھا کہ حضرت کیا بات ہے؟ آپ اس قدر غمگین کیوں ہیں؟ حضرت والا نے جواب میں فرمایا کہ گھر سے خط آیا ہے کہ میری

بڑی ہمشیرہ کا انتقال ہوگیا ہے، اس وجہ سے طبیعت غمگین ہے۔ شاگردوں نے حضرت والا سے عرض کیا کہ آج ہم سبق نہیں پڑھیں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں سبق پڑھانے کے لئے آیا ہوں۔ آپ اندازہ لگائیں کہ بڑی بہن کا انتقال ہوگیا لیکن اظہار غم کے لئے یہ نہیں کیا کہ محفل جما کر بیٹھ گئے، بلکہ غم بھی ہو رہا ہے اور ساتھ ساتھ کام کرنے کے لئے تشریف بھی لے آئے۔ جب شاگردوں نے سبق نہ پڑھنے پر زیادہ اصرار کیا تو آپ نے بھی ان کو سبق پڑھنے پر مجبور نہیں فرمایا، اس کے بعد ان طلبہ نے عرض کیا کہ آج ہم اس گھنٹے میں کچھ قرآن کریم کی تلاوت کر کے مرحومہ کو ایصال ثواب کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ میں چند شرطوں کے ساتھ اس کی اجازت دیتا ہوں، اگر تم ان شرائط کی پابندی کرسکو تو ٹھیک ہے ورنہ رہنے دو۔

پہلی شرط یہ ہے کہ تم سب اکٹھے ہو کر قرآن شریف مت پڑھنا بلکہ ہر شخص انفرادی طور پر قرآن کریم کی تلاوت کرے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ جو شخص جتنا آسانی کے ساتھ پڑھ سکے وہ اتنا پڑھ کر ایصال ثواب کر دے، اگر ایک پارہ پڑھنا ممکن ہو تو ایک پارہ پڑھ لے، آدھا پارہ پڑھ سکتا ہو تو آدھا پارہ پڑھ لے، ایک پاؤ پڑھ سکتا ہو تو ایک پاؤ پڑھ لے، ورنہ کم از کم تین مرتبہ سورۃ اخلاص ہی پڑھ لے، قرآن کریم ختم کرنا کوئی ضروری نہیں۔

تیسری شرط یہ ہے کہ جب تم پڑھ کر ایصال ثواب کرلو تو کوئی طالب علم مجھے آکر یہ نہ بتائے کہ حضرت! میں نے آپ کی ہمشیرہ کے لئے اتنا قرآن

شریف پڑھا ہے، مجھے بتانے کی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ اگر تم مجھے بتانے کی نیت سے پڑھو گے تو اس میں خلوص کہاں رہے گا، بلکہ اس صورت میں تم اپنے آپ پر جبر کر کے زیادہ پارے پڑھو گے، اس لئے کہ دل میں یہ خیال آئے گا کہ اگر ہم نے ایک پارہ پڑھ کر حضرت والا کو بتایا کہ ایک پارہ پڑھا ہے، تو حضرت کہیں گے کہ بس ایک ہی پارہ پڑھا ہے؟ بس ہم سے اتنی ہی محبت تھی؟ اس لئے ہر طالب علم جبر کر کے زیادہ سے زیادہ پڑھنے کی کوشش کرے گا جس کی وجہ سے اس میں خلوص باقی نہیں رہے گا، اور جب خلوص نہیں ہوگا تو پڑھنے کا ثواب کیا ملے گا۔ لیکن جب یہ پابندی لگا دی کہ مجھے کوئی آکر نہ بتائے تو اب جو طالب علم جتنا بھی قرآن شریف پڑھے گا، وہ خلوص سے پڑھے گا اور خلوص کے ساتھ تین مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھنا دکھاوے کے بغیر خلوص کے لئے پورا قرآن شریف پڑھنے سے یقیناً بہتر ہے۔

لہٰذا اگر ہم بھی یہ تین شرطیں اپنالیں تو ہماری یہ قرآن خوانی بھی درست ہوسکتی ہے، ہماری مروجہ قرآن خوانی میں یہ تینوں قباحتیں موجود ہیں جس کی وجہ سے اس کے اندر نہ سنت کا نور ہے اور نہ خلوص کی روح ہے، بعض مرتبہ ثواب کے بجائے الٹا گناہ کا اندیشہ ہو جاتا ہے، لہٰذا ہمیں بھی یہ شرطیں یاد رکھنی چاہئیں اور آئندہ ان پر عمل کرنا چاہئے، نہ پورا قرآن شریف ختم کرنے کو اپنے اوپر لازم کریں اور نہ جمع ہونے کی پابندی کریں، بلکہ ہر آدمی اپنے طور پر اپنی جگہ جتنا ہو سکے، قرآن شریف پڑھ کر ایصال ثواب کر دیا کرے۔

انفرادی ایصال ثواب بہت آسان ہے

یہ انفرادی طور پر ایصال ثواب تو اتنا آسان ہے کہ روزانہ بھی ہوسکتا ہے اور زندگی بھر بھی ہوسکتا ہے، اس لئے کہ ساری پریشانی جمع ہونے کی ہے، دور دراز کے فاصلے ہیں، ہر آدمی مصروف ہے اور سب کا ایک جگہ جمع ہونا بہت مشکل ہے، اور انفرادی عمل میں سہولت ہی سہولت ہے اور عین شریعت کے مطابق بھی ہے اور پورا قرآن شریف ختم کرنے کی پابندی کوئی آسان بھی نہیں ہے، اس لئے کہ کبھی آدمی کے پاس وقت ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا، کسی کو فرصت ہے اور کسی کو نہیں، کسی کو عجلت ہے اور کسی کو بیماری ہے، لہٰذا اب سارے لوگ اس پابندی کی وجہ سے بندھے بیٹھے ہیں اور کسی نہ کسی طرح یہ تیس پارے گلے سے اتارنے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جلدی جلدی قرآن شریف پڑھنے میں حروف کی ادائیگی صحیح نہیں ہوتی ہے، کٹ کٹ کر حروف ادا ہوتے ہیں، غنہ اخفاء اور اظہار کی ادائیگی بھی نہیں ہوتی اور الٹا سیدھا قرآن کریم پڑھنے کی وجہ سے پڑھنے والے لعنت کے مستحق ہوتے ہیں، کیونکہ بعض آثار میں ہے کہ بہت سے قرآن شریف پڑھنے والے ایسے ہوتے ہیں کہ قرآن شریف ان پر لعنت کرتا ہے، چنانچہ علماء کرام نے اس کی تشریح میں فرمایا ہے کہ اگر قرآن شریف کے حروف کی ادائیگی صحیح نہ ہو تو قرآن شریف اپنے پڑھنے والوں پر لعنت کرتا ہے اور جب قرآن شریف لعنت کر رہا ہے تو اس پر ثواب کیسے ملے گا؟ بلکہ پڑھنے والا اور گناہ گار ہو رہا ہے، کیونکہ قرآن شریف

ے الفاظ کو تجوید کے مطابق صحیح مخارج سے ادا کرنا واجب ہے اور واجب کی خلاف ورزی گناہ ہوتی ہے۔

پورا قرآن کریم ختم کرنے کی پابندی

لہٰذا تیس پارے ختم کرنے کی پابندی بہت تکلیف دہ ہے، اس کے لئے بعض اوقات لوگ کم جمع ہوتے ہیں، جو بیچارے آگئے وہ پھنس گئے، اب ان کے لئے وہ تیس پارے جو منبر پر رکھے ہوئے ہیں، وہ آفت جان بنے ہوئے ہیں، وہ ان کو دیکھ دیکھ کر گھبرا رہے ہیں کہ یہ تو دو گھنٹے میں بھی ختم نہیں ہوں گے۔ لہٰذا آپ خود فیصلہ کریں کہ وہ اس تکلیف دہ صورت میں کس انداز سے ان کو پڑھ کر ختم کریں گے۔

انگلی اور بسم اللہ کا ختم

قرآن خوانی میں اجتماع کی پابندی کی وجہ سے کچھ ایسے لوگ بھی اس میں شریک ہو جاتے ہیں جنہوں نے قرآن شریف نہ کبھی سیکھا اور نہ کبھی پڑھا۔ چنانچہ وہ لوگ بھی اس میں شریک ہو کر ایک سپارہ اٹھا لیتے ہیں، اور ہر سطر پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر پورا پارہ ختم کر دیتے ہیں، اس کو بسم اللہ کا ختم کہا جاتا ہے۔ اور کوئی اللہ کا بندہ ایسا بھی ہوتا ہے جس کو بسم اللہ بھی نہیں آتی یا بسم اللہ کا ختم نہیں جانتا تو وہ یہ کرتا ہے کہ زبان سے کچھ نہیں پڑھتا بلکہ ہر سطر پر انگلی پھیرتا چلا جاتا ہے، یہ انگلی کا ختم کہلاتا ہے۔ اب آپ بتائیے کہ قرآن کریم اور حدیث شریف میں بسم اللہ کے ختم کا کہیں ثبوت ہے؟ یہ ساری

مصیبت اجتماع کی پابندی کی وجہ سے آئی ہے، چونکہ قرآن خوانی کا اعلان ہو چکا ہے، اس لئے اس اعلان پر لبیک کہنا ضروری ہے، وہ اعلان اذان سے بھی بڑھ کر ہے، جتنے بے نمازی ہیں، وہ اذان سن کر مسجد میں نہیں آئیں گے لیکن قرآن خوانی کا اعلان سن کر سب سے پہلے پہنچے ہوئے ہوں گے۔

ختم سے پہلے نہ جاسکنا

اور پھر جب تک وہ قرآن شریف پورا ختم نہیں ہوگا، اس وقت تک کوئی شخص وہاں سے نہیں اٹھ سکتا، اب اندر سے طبیعت اکتا رہی ہے، ضروری کام پیش آ رہا ہے، کہیں جانے کا تقاضہ ہے، لیکن رسم و رواج کی وجہ سے ہم اس کے پابند ہیں کہ کسی طرح تیس پارے مکمل ہوں تو ہم یہاں سے چھوٹیں۔ اس لئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ مقدار کی کوئی پابندی نہ ہو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں تو خلوص دیکھا جاتا ہے، اگر خلوص کے ساتھ ایک آیت بھی پڑھی جائے گی تو وہ بغیر خلوص کے ایک پارے سے بہتر ہے۔

دوسری بات یہ تھی کہ سب اپنی اپنی جگہ پر قرآن کریم کی تلاوت کریں، جس کو جتنی فرصت ہو، اس کے مطابق قرآن شریف محض اللہ کے لئے پڑھ کر ایصال ثواب کر دے، نہ مرنے والے کے پسماندگان کو بتانے کی ضرورت ہے اور نہ وہ خود لوگوں سے پوچھیں کہ آپ نے ہمارے مرحوم کو کتنے پارے پڑھ کر بخشے؟ اس لئے کہ یہ ایصال ثواب تو ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک

معاملہ ہے اب ہم نے اپنی طرف سے درمیان میں مرحوم کے پسماندگان کو اس طرح داخل کرلیا ہے کہ ان کے اعلان پر ہم ایصال ثواب کریں، پھر ان کو بتائیں کہ ہم نے اتنے پارے پڑھ لئے ہیں اور پھر ان سے اجازت لے کر رخصت ہوں۔ یہ ساری پابندیاں ہم نے اپنی طرف سے بڑھالی ہیں جس کی وجہ سے ہم خود مصیبت میں گرفتار ہیں، شریعت نے اس میں کوئی پابندی نہیں لگائی تھی بلکہ اس کو بہت آسان کردیا تھا، مگر ہم نے اس کو مشکل بنادیا ہے۔

سجدہ تلاوت نہ کرنا

اور پھر اس اکٹھے اور جمع ہونے میں ایک قباحت اور بھی ہے، وہ یہ کہ چونکہ ہم قرآن شریف پڑھتے پڑھاتے نہیں ہیں، اس لئے اس کے ضروری احکام سے بھی بے خبر ہیں، چنانچہ ایک ضروری حکم یہ ہے کہ قرآن شریف میں چودہ سجدے واجب ہیں، کوئی شخص جب ان آیات سجدہ کو پڑھے یا سنے تو پڑھنے والے پر اور سننے والے پر سجدہ تلاوت واجب ہو جاتا ہے۔ لیکن اس اجتماعی قرآن خوانی میں قرآن شریف تو سب پڑھ لیتے ہیں، مگر سجدہ تلاوت کرنے والے نظر نہیں آتے، اس لئے کہ اکثر لوگوں کو اس کے بارے میں یہ حکم معلوم ہی نہیں ہے اور جب معلوم نہیں ہے، تو سجدہ کیوں کریں گے، اس طرح وہ سجدہ تلاوت پڑھنے والوں کے ذمہ واجب رہ جاتے ہیں۔ اب آپ دیکھیں کہ قرآن شریف پڑھنے کا جو عمل نفل تھا وہ تو ادا کرلیا، لیکن واجب اپنے گردن پر رہ گیا اور پھر ساری عمر ان سجدوں کو ادا کرنے کی توفیق نہیں ہوتی اور

وہ یوں ہی دنیا سے رخصت ہو جائیں گے اور وہ واجب اپنے ذمہ لے جائیں گے، پھر اللہ کے یہاں اس پر پکڑ ہوگی۔

دوسروں کی طرف سے سجدۂ تلاوت کرنا

بعض جگہ یہ سننے میں آیا ہے کہ جو شخص قرآن خوانی کا انتظام کرتا ہے، وہ خود سب کی طرف سے چودہ سجدے ادا کرلیتا ہے، یہ تو ایسا ہوگیا جیسے کسی نے دوسرے کی طرف سے فرض نماز پڑھ لی۔ مثلاً ایک شخص دوسرے سے کہے کہ بھائی! میں نے تمہاری طرف سے فجر کی نماز پڑھ لی ہے، کیونکہ فجر میں تم سے اٹھا نہیں جاتا ہے اور تم سوتے رہتے ہو۔ تو جس طرح دوسرے کی طرف سے نماز نہیں پڑھی جاسکتی، اسی طرح دوسرے کی طرف سے سجدہ تلاوت بھی نہیں کیا جاسکتا۔

ایک جھوٹے پیر کا قصہ

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مواعظ میں ایک جھوٹے پیر کا قصہ بیان فرمایا ہے اور پہلے زمانے میں جھوٹے پیر بہت ہوا کرتے تھے جنہوں نے غلط کام کر کے شریعت کو بدنام کیا اور ان کی وجہ سے لوگ بھی دین سے بیزار ہوگئے۔ اسی قسم کے ایک جھوٹے پیر صاحب ایک گاؤں میں اپنے مریدوں کے یہاں پہنچے، گاؤں والوں نے دیکھا کہ پیر صاحب بہت کمزور اور دبلے ہو رہے ہیں، انہوں نے پوچھا کہ حضرت! کیا بات ہے آپ اتنے کمزور کیوں ہو رہے ہیں؟ پیر صاحب نے ایک آہ کھینچ کر جواب دیا کہ میں کمزور

کیوں نہ ہوں؟ میں تمہاری طرف سے نمازیں پڑھتا ہوں، تمہاری طرف سے روزے رکھتا ہوں، اور خیر یہ تو میرے لئے آسان ہیں لیکن ان سے بڑھ کر یہ غم ہے کہ قیامت کے روز تم سب کی طرف سے پل صراط پر چلوں گا جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے، چونکہ تم سب مجھ سے بیعت ہوگئے ہو، اس لئے تم سب کو جنّت میں پہنچانے کی ذمہ داری بھی میری ہے، اس لئے اس غم میں دبلا اور کمزور ہوگیا ہوں، بس اس کی فکر مجھے ہر وقت لاحق رہتی ہے۔ جب گاؤں والوں نے پیر کی یہ دردمندی دیکھی تو ایک زمیندار کو بڑا رحم آیا کہ پیر صاحب تو ہماری طرف سے بڑی محنت اٹھا رہے ہیں، اس زمیندار نے حضرت سے عرض کیا کہ میں نے اپنا چاول کا کھیت آپ کی نذر کیا۔ پیر صاحب ہوشیار آدمی تھے، انہوں نے فوراً کہا کہ زبانی ہبہ کافی نہیں ہوتا، قبضہ بھی ضروری ہوتا ہے۔ لہٰذا پیر صاحب نے پوچھا کہ وہ زمین کدھر ہے؟ کس نمبر کا پلاٹ ہے؟ کس طرف واقع ہے؟ مقصد اس کا یہ تھا کہ اس پر عملی طور پر قبضہ بھی کرلوں تاکہ ہبہ تمام ہوجائے اور یقینی طور پر میرے قبضے میں آجائے اور میں مالک بن جاؤں، اس زمیندار کا کیا اعتبار ہے، ہوسکتا ہے کہ کل کو اپنی بات سے پھر جائے، چنانچہ اس زمیندار نے جواب دیا کہ وہ اس طرف ہے، چلئے دیکھ لیجئے!

آپ کو معلوم ہی ہے کہ چاول کے کھیت میں کئی فٹ پانی کھڑا رہتا ہے، اور کھیتوں کے درمیان پگ ڈنڈی بھی پتلی سی ہوتی ہے، اور اگر اس پگ ڈنڈی کے دونوں طرف اتنا پانی ہوگا تو وہ خشک بھی نہیں ہوگی بلکہ وہ بھی گیلی اور چکنی

ہو رہی ہوگی، چنانچہ یہاں بھی ایسا ہی تھا۔ وہ زمیندار پیر صاحب کو لے کر چلا کہ حضرت! چاول کا کھیت اس طرف ہے، اب پیر صاحب اس پک ڈنڈی پر چلے، پیر صاحب آگے آگے اور زمیندار پیچھے پیچھے، اب پیر صاحب کا پاؤں کبھی اِدھر پھسلے اور کبھی اُدھر پھسلے، بہت سنبھلنے کی کوشش کی، مگر چونکہ کبھی ایسا چکنی جگہ اس سے پہلے چلے نہیں تھے، آخر چلتے چلتے ایک جگہ ایسا پاؤں پھسلا کہ سیدھے کھیت کے پانی میں جا گرے، اور جیسے ہی گرے ویسے ہی زمین دار نے بھی پیچھے سے ایک لات ماری اور کہا کہ کم بخت، جھوٹا کہیں کا، تجھ سے اتنی موٹی اور چوڑی پگڈنڈی پر تو چلا نہیں گیا، وہاں پل صراط پر کیا چلے گا؟ ایسا لگتا ہے کہ وہاں بھی ہمیں جہنم میں گرائے گا، جا میں اپنا کھیت نہیں دیتا۔

بہرحال! اس اجتماعی قرآن خوانی میں بعض جگہ یہ خرابی ہوتی ہے کہ پورے چودہ سجدے ایک شخص ہی ادا کر لیتا ہے، حالانکہ اگر کوئی شخص دوسرے سے کہہ بھی دے کہ میری طرف سے سجدہ کر لینا، تب بھی وہ سجدہ ادا نہیں ہوگا، بلکہ جس شخص نے وہ سجدے کی آیت پڑھی ہے، وہی یہ سجدہ تلاوت ادا کرے گا۔

نام ونمود کی خرابی

پھر اس اجتماعی قرآن خوانی میں باقاعدہ نام ونمود اور نمائش ہوتی ہے اور اس کا باقاعدہ پرچار کیا جاتا ہے اور فخر کے طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ والد صاحب کی قرآن خوانی میں اتنے لوگ جمع ہوئے تھے، اتنے قرآن ختم ہوئے

تھے، فلاں افسر بھی تشریف لائے تھے، اتنا بڑا اجتماع ہوا تھا، اتنے لوگ شریک ہوئے تھے، یہ سب کیا ہے؟ یہ سب نام ونمود اور نمائش ہے۔ اور سب مسلمان جانتے ہیں کہ شریعت میں ریاکاری اور نمائش نہایت مذموم چیز ہے، ریاکاری کے ذریعہ انسان کا بڑے سے بڑا عمل ضائع ہو جاتا ہے، حدیث شریف کی رو سے جس طرح آگ میں لکڑی جل کر ختم ہو جاتی ہے، اسی طرح نیک عمل بھی ریاکاری کی وجہ سے ختم ہو جاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ عمل جو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے کرنا تھا اور اس کا ثواب میت کو پہنچانا تھا، ریاکاری نے اس سارے عمل کو آگ لگا دی، اور اس میں ثواب تو ملا نہیں اور الٹا ریاکاری کا گناہ سر پر آ گیا۔

طعام وشیرینی کی پابندی

پھر اس اجتماعی قرآن خوانی میں کھانے پینے کا بھی خصوصی اہتمام کرنا پڑتا ہے، خاص کر جو محلّوں میں ہفتہ واری قرآن خوانی ہوتی ہے، آج اس مکان میں ہو رہی ہے، کل اس مکان میں ہوگی، ان میں ناشتے پانی کا بھی انتظام کرنا ہوتا ہے، اور اگر کوئی اس کا انتظام نہ کرے تو اس پر اعتراض ہوتا ہے، اور لعنت ملامت کی جاتی ہے، اور اگر کوئی شخص سوکھی ساکھی قرآن خوانی کرلے تو پھر دوبارہ اس کا کبھی نمبر نہیں آتا، اور اگر اس کا نمبر آ بھی گیا تو اس وقت اس کے گھر پر ایک دو آدمی سے زیادہ نہیں آئیں گے اور وہ بھی صرف قل ہو اللہ پڑھ کر ایصال ثواب کر کے چلے جائیں گے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں

کہ اگر قرآن خوانی کے لئے اجتماع ہو اور اس میں کھانے پینے کا بھی انتظام ہو یا شیرینی بانٹنے کا خصوصی اہتمام ہو تو وہ اجرت کے حکم میں ہے، گویا کہ ہم نے ایصال ثواب کے لئے جتنا قرآن شریف پڑھا ہے، یہ اس کی اجرت اور اس کا عوض اور بدلہ ہے اور اجرت لے کر ایصال ثواب کے لئے قرآن کریم کا پڑھنا گناہ کا کام ہے اور یہ اجرت بھی ہمارے لئے حلال نہیں ہے۔

سنّت میں راحت

دیکھئے! اس اجتماعی قرآن خوانی میں کتنی قباحتیں جمع ہوگئی ہیں، اور یہ قباحتیں اس لئے جمع ہوئیں کہ ہم نے سنّت کا راستہ چھوڑ دیا ہے اگر سنّت پر قائم رہتے تو اس میں کوئی خرابی نہ ہوتی، اور اب بھی اگر ہم اس مروجہ قرآن خوانی کو چھوڑ کر سنّت پر آ جائیں تو انشاء اللہ راحت و عافیت میں اور سہولت میں آ جائیں گے اور قرآن خوانی کا جو اصل مقصد ہے یعنی مرحوم کو ایصال ثواب کرنا وہ بھی حاصل ہو جائے گا۔ لیکن اگر اس قرآن خوانی میں مندرجہ بالا خرابیاں اور قباحتیں ہوں گی تو پڑھنے والوں کو ثواب کیسے ملے گا؟ اور جب پڑھنے والوں کو ثواب نہیں ملا تو وہ مرنے والے کو کیا ثواب پہنچائیں گے؟ اور جب مرنے والوں کو ثواب نہیں پہنچا تو پھر اس کام کا کوئی مقصد نہ رہا۔

ایصال ثواب کا صحیح طریقہ

لہٰذا ایصال ثواب کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ہر آدمی مرحوم کے انتقال کے بعد از خود جتنا ہو سکے، اتنا پڑھ کر مرحوم کو ثواب پہنچا دے، قرآن کریم ختم

کرنے کی کوئی پابندی نہیں، اور کسی خاص مقدار کی بھی کوئی پابندی نہیں، بلکہ قرآن کریم پڑھنے کی بھی پابندی نہیں، چاہو تو صرف دو رکعت نفل پڑھ کر اس کا ثواب پہنچا دو، دو روپے خیرات کر کے اس کا ثواب پہنچا دو، یا سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر کی ایک یا دو تسبیح پڑھ کر اس کا ثواب پہنچا دو، اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کم از کم اتنا کرلو کہ گڑگڑا کر توجہ اور دھیان کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ اے اللہ! اس کی مغفرت فرما، اس پر رحم فرما، اس کو عافیت عطا فرما، اس کو دوزخ سے نجات عطا فرما اور جنّت الفردوس عطا فرما۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب کوئی شخص مرنے والے کے لئے یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! اس کی مغفرت فرما اور اس پر رحم فرما تو اللہ تعالیٰ پہاڑوں کے برابر ثواب اس کی قبر میں پہنچا دیتے ہیں دیکھئے! نہ قرآن شریف ختم ہوا، نہ دو روپے خیرات ہوئے، نہ دو نفل پڑھی اور نہ دو تسبیحات پڑھیں، بلکہ صرف اس کے لئے دعا کر دی تو یہ دعا بھی اس کے لئے نافع ہے، اب ہر آدمی آسانی کے ساتھ یہ دعا کر سکتا ہے اور یہ سہولت سنّت پر عمل کرنے کی بدولت حاصل ہو جائے گی۔

سورہ اخلاص کے فضائل و برکات

اور اگر کچھ پڑھ کر ہی ایصال ثواب کرنا چاہتے ہو تو قل ہو اللہ پڑھ کر ایصال ثواب کردو۔ حدیث میں اس کے بڑے فضائل آئے ہیں۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ تین مرتبہ "قل ہو اللہ" پڑھنے سے ایک قرآن کریم کا ثواب ملتا

ہے (بخاری) اور حدیث میں ہے کہ:

اگر کوئی شخص فجر کی نماز کے بعد ۱۲ مرتبہ "قل ھو اللہ" پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو چار قرآن کریم کے برابر ثواب عطا فرماتے ہیں۔ (کنز العمال)

اب مرحوم کے جتنے تعلق رکھنے والے ہیں، اگر وہ سب روزانہ یہ معمول بنالیں کہ فجر کی نماز کے بعد ۱۲ مرتبہ "قل ھو اللہ" پڑھ کر ایصال ثواب کر دیا کریں گے تو مرحوم کو قبر میں کتنا اجر و ثواب پہنچ جائے گا اور اس کی خوشی کا کیا ٹھکانہ ہوگا۔ دیکھئے! جب رواج سے ہٹ کر شریعت کی حدود میں آ کر سنّت پر عمل کیا تو سہولت اور آسانی بھی ہوگئی اور مرحوم کا بھی بھلا ہوگیا اور ایصال ثواب کا جو مقصد تھا وہ بھی پورا حاصل ہوگیا۔

جنّت میں ایک محل

ایک حدیث شریف میں ہے کہ جب کوئی شخص دس مرتبہ "قل ھو اللہ" پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنّت میں ایک محل بنا دیتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر تو ہم جنّت میں بہت سارے محل بنالیں گے۔ آپ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ دینے پر قادر ہے یعنی تم ایک دن میں چاہے ایک ہزار مرتبہ پڑھ لو یا ایک لکھ مرتبہ پڑھ لو، بہر حال تم محدود مقدار میں پڑھو گے اور اللہ تعالیٰ کی عطا لامحدود ہے اور محدود کا لامحدود سے کیسے مقابلہ ہوسکتا ہے؟ اگر ساری دنیا والے

مل کر جتنی مرتبہ چاہیں قل ھواللہ پڑھ لیں مگر اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ دینے پر قادر ہیں۔ لہٰذا اگر ہم روزانہ فجر کے بعد ۱۲ مرتبہ ''قل ھواللہ'' پڑھیں گے تو دس مرتبہ پڑھنا بھی اس میں آ گیا تو ایک محل بھی تیار ہو جائے گا اور چار قرآن کریم کا ثواب بھی انشاء اللہ تعالیٰ مل جائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ:

اگر کوئی شخص دو سو مرتبہ ''قل ھواللہ'' پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے دو سو سال کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں یعنی گناہ صغیرہ معاف فرما دیتے ہیں۔ (کنز العمال)

یہ اعمال ہم اپنے لئے بھی کر سکتے ہیں اور اپنے مرحومین کے لئے بھی کر سکتے ہیں، اس لئے کہ ہمیں بھی اپنی مغفرت کی ضرورت ہے اور ہمیں بھی جنت میں محلات کی ضرورت ہے، لہٰذا جب مرحومین کے لئے کریں تو اپنے لئے بھی ضرور کریں، اور جب اپنے لئے کریں تو پھر مرحومین کے لئے علیحدہ سے کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ جو بھی ہم اپنے لئے پڑھیں، اسی کا ثواب مرحومین کو پہنچا دیں۔

ایصال ثواب سے اپنے ثواب میں کمی نہ آنا

اور نفل عبادت کا ثواب کسی مرحوم کو پہنچانے سے پڑھنے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آتی۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ اگر کوئی شخص کسی روزہ دار کا روزہ کھلوا دے تو اللہ تعالیٰ روزہ کھولنے والے کے روزے کا ثواب

روزہ کھلوانے والے کو عطا فرما دیتے ہیں اور روزہ کھولنے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آتی۔ اس لئے آپ جو کچھ پڑھ کر ایصال ثواب کریں گے، آپ کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہما کا یہی مسلک ہے کہ ایصال ثواب کرنے سے پڑھنے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آتی، اس لئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ معمول تھا کہ روزانہ جتنی نفل عبادات کرتے، ان کا ثواب پوری امت کو یعنی انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، اولیاء کرامؒ اور پوری امت مسلمہ کو اس کا ثواب پہنچا دیتے تھے۔ البتہ علماء نے یہ فرمایا ہے کہ فرض اور واجب عبادات کا ثواب دوسروں کو پہنچانا منع ہے جیسے فرض نماز، فرض روزے، فرض حج فرض زکوٰۃ، اس لئے ثواب اگر پہنچانا ہو تو نفل عبادات کا پہنچانا چاہئے، اور مسنون عبادات بھی نفل کے اندر داخل ہیں، ان کا ثواب بھی پہنچا سکتے ہیں۔

ایصال ثواب سے ثواب کم نہ ہونے کی دو مثالیں

نفل عبادت کا ثواب دوسروں کو پہنچانے سے خود کرنے والے کے ثواب میں کمی نہیں آتی، اس کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دو مثالوں کے ذریعہ سمجھایا ہے، ایک مثال تو یہ بیان فرمائی کہ دیکھو ایک چراغ سے سو چراغ جلا سکتے ہیں، لیکن اس سے پہلے چراغ کی روشنی میں کوئی کمی نہیں آتی، سو چراغ بھی روشن ہو گئے اور پہلا چراغ بدستور روشن ہے۔ اور دوسری مثال علم

ہے کہ ایک عالم ساری عمر درس دیتا ہے اور لوگوں کو پڑھاتا ہے لیکن اس کی وجہ سے اس کے علم میں کمی نہیں آتی بلکہ علم میں اور ترقی ہوتی ہے، یہ نہیں ہوتا کہ ایک استاد نے آج ایک کتاب پڑھا کر ختم کر دی تو اب وہ استاد کتاب بھول گیا اور شاگرد عالم بن گیا اور جب شاگرد نے آگے دوسرے کو وہ کتاب پڑھائی تو شاگرد بھی بھول گیا اور جاہل ہوگیا، بلکہ ہوتا یہ ہے کہ استاد ساری زندگی کتاب پڑھاتا رہتا ہے اور پھر اس کے شاگرد بھی اس کی زندگی میں پڑھانا شروع کر دیتے ہیں لیکن کسی کے علم میں کمی نہیں ہوتی، اسی طرح ثواب بھی علم کی طرح ایک معنوی چیز ہے اور ایک نور ہے، جس طرح چراغ دنیا کا ایک مادی نور ہے، اسی طرح ثواب آخرت کا روحانی نور ہے، اور جب دنیا کے مادی نور میں کوئی کمی نہیں آتی تو آخرت کا ثواب جو اس سے بدرجہ اعلیٰ لطیف اور بڑھ کر ہے تو اس میں کیسے کمی آسکتی ہے؟ اس لئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے روزانہ کی نفل عبادات کا ثواب سب کو پہنچا دیا کرتے تھے، ہمیں بھی اس پر عمل کرنا چاہئے۔

بعض علماء کے نزدیک ثواب تقسیم ہوتا ہے

دوسری طرف بعض علماء کا یہ مسلک ہے کہ عبادات کا ثواب اگر دوسروں کو پہنچایا جائے تو وہ ثواب تقسیم ہو کر پہنچتا ہے، مثلاً اگر ایک قرآن کریم کا ثواب دس آدمیوں کو پہنچائیں گے تو وہ ثواب دس حصوں میں تقسیم ہو کر پہنچے گا اور ہر ایک کو دسواں حصہ ملے گا۔ لہٰذا دونوں طریقوں پر اس طرح عمل کرنا

چاہئے کہ کچھ نفل عبادات کا ثواب سب کو پہنچانا چاہئے، البتہ جو اپنے بہت قریبی تعلق والے ہیں مثلاً ماں باپ، مشائخ اور اساتذہ کرام، اہل وعیال وغیرہ ان کے لئے الگ سے خاص طور پر کچھ پڑھ کر ثواب پہنچانا چاہئے، مثلاً ۱۲ مرتبہ قل ھو اللہ پڑھ کر صرف ماں باپ کو پہنچا دیں، اس میں دوسروں کو شریک نہ کریں، پھر دوبارہ بارہ مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھ کر اپنے مشائخ کو اور اپنے اساتذہ کو پہنچا دیں، اس میں سب کو شریک نہ کریں، اور پھر ۱۲ مرتبہ پڑھ کر ساری امت کو شریک کرلیں اور یوں کہیں کہ یا اللہ! اپنی رحمت سے اس کا ثواب پوری امت کو پہنچا دیجئے، تاکہ دونوں طریقوں پر عمل ہو جائے۔

ایصال ثواب کا آسان طریقہ

لہٰذا اپنا یہ معمول بنالیں کہ جب دن میں پانچ وقت نماز پڑھنے کے لئے گھر سے مسجد کی طرف چلیں تو راستے میں جاتے ہوئے بیس مرتبہ ''قل ھواللہ'' پڑھ لیں اور جب نماز سے فارغ ہو کر واپس گھر جائیں تو اس وقت بیس مرتبہ ''قل ھواللہ'' پڑھ لیں، اس طرح ایک نماز کے وقت چالیس مرتبہ ''قل ھواللہ'' ہو جائے گی اور پورے دن میں دوسو مرتبہ بہت آسانی کے ساتھ ''قل ھواللہ'' ہو جائے گی، اب آپ ان دوسو کے اندر حساب لگالیں کہ ہر تین مرتبہ پر ایک قرآن کریم کا ثواب اور ہر دس مرتبہ پر جنت میں ایک محل، اس طرح تقریباً ساٹھ قرآن شریف کا ثواب حاصل ہو جائے گا اور جنت میں بیس

محل بن جائیں گے، اور جب یہ ثواب آپ دوسرں کو پہنچائیں گے تو ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوگا۔

وہ اس قدر کیوں خوش ہوں گے؟ اس کی وجہ یہ ہے (اللہ تعالیٰ ہماری عقلوں میں اس بات کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا فرما دے، آمین) کہ انسان زندگی میں آخرت کے لئے سب کچھ کرسکتا ہے، لیکن مرنے کے بعد دوسروں کا محتاج ہوتا ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ آخرت سے پہلے اور دنیا سے جانے کے بعد درمیان میں انہوں نے بخشش اور مغفرت کی ایک اور صورت رکھ دی ہے کہ دنیاوالے اس مرحوم کے لئے دعائیں کر کے اس کی بخشش اور مغفرت کا سامان کر دیں اور ایصال ثواب کر کے اس کے گناہ گھٹا دیں اور نیکیاں بڑھا دیں۔ بہر حال! جب دنیا والے ثواب پہنچائیں گے تو ان کو ثواب پہنچتا رہے گا اور ان کے نامہ اعمال میں اضافہ ہوتا رہے گا۔

ستر ہزار کلمہ کی فضیلت

ایک روایت میں ہے کہ اگر کوئی شخص ستر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھ کر کسی مرحوم کو بخش دے تو وہ قبر کے عذاب سے نجات پا جاتا ہے۔ چنانچہ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”نزھۃ البساتین“ میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میرے محلّے میں ایک نیم مجذوب قسم کے آدمی رہتے تھے، کبھی کبھی ایسی باتیں کیا کرتے تھے جس کی وجہ سے مجھے یہ شک ہوتا تھا کہ شاید یہ اصلی مجذوب نہیں ہیں بلکہ بناوٹی مجذوب ہیں مگر اس بات کا یقین نہیں

تھا، ایک دن ایسا ہوا کہ ایک دعوت میں وہ بھی مدعو تھے اور میں بھی مدعو تھا، کھانا کھایا جارہا تھا، کھانا کھانے کے دوران ان پر یکا یک ایک حال طاری ہوا اور اس حال کے اندر وہ زور زور سے رونے لگے اور بار بار یہ کہنے لگے کہ ہائے! میری ماں کو قبر کا عذاب ہورہا ہے، میری ماں بہت سخت عذاب میں مبتلا ہے، میری ماں کو بچاؤ۔ میں نے دل ہی دل میں یہ سوچا کہ میں نے کلمہ طیبہ کو ستر ہزار مرتبہ پڑھا ہوا ہے، آج میں اس کی ماں کو اس کا ثواب بخش کر یہ آزمائش کرتا ہوں کہ یہ مجذوب سچا ہے یا جھوٹا ہے؟ اور اس کے بارے میں جو روایت مجھ تک پہنچی ہے وہ درست ہے یا نہیں؟ چنانچہ میں نے دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ یا اللہ! میں نے جو ستر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھا ہوا ہے، وہ میں نے اس کی ماں کے اوپر قربان کیا۔ جیسے ہی میں نے یہ دعا کی، اس کے دوسرے لمحے میں نے اس مجذوب کو دیکھا کہ وہ خوش ہوکر کہنے لگا کہ اب تو میری ماں قبر کے عذاب سے بچ گئی اور وہ بڑے آرام میں ہے اور اس کا سب عذاب ختم ہوگیا ہے۔ وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے مجھے دو باتیں حاصل ہوئیں، ایک یہ کہ ستر ہزار والی روایت جو مجھے پہنچی تھی اور اس کی مجھے تحقیق نہیں تھی کہ آیا یہ روایت مستند ہے یا نہیں؟ اب مجھے اطمینان ہوگیا کہ یہ روایت سچی ہے، کیونکہ میں نے خود تجربہ کرکے دیکھ لیا، دوسرے یہ کہ مجھے اس مجذوب کے بارے میں شبہ رہتا تھا کہ یہ اصلی مجذوب ہے یا بناوٹی مجذوب ہے؟ اب وہ میرا شبہ بھی دور ہوگیا اور وہ بدگمانی جو رہتی تھی وہ بھی الحمدللہ دور ہوگئی اور اس کا اطمینان ہوگیا کہ یہ سچا مجذوب ہے، جھوٹا نہیں ہے۔

موت سے پہلے موت کی تیاری

بہرحال! اللہ تعالیٰ نے عالم برزخ میں بھی ہمارے لئے یہ رحمت کا سامان کیا ہوا ہے کہ اگر دنیا والے مرنے والے کو ثواب پہنچاتے رہیں اور اس کے لئے بخشش کی دعا کرتے رہیں تو وہاں بھی مغفرت کا سامان ہو سکتا ہے، اسی لئے اہل برزخ منتظر رہتے ہیں، لہٰذا اس سے پہلے کہ ہم منتظر ہوں، ہمیں اپنے لئے سب کچھ کرلینا چاہئے، کسی دوسرے پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے، جیسے دنیا کے کاموں میں دوسروں پر تکیہ کر کے نہیں بیٹھتے بلکہ از خود محنت کرتے ہیں اور کماتے کھاتے ہیں، یہی اصول آخرت کے لئے بھی اپنانا چاہئے کہ از خود آخرت کے لئے تیاری کریں اور محنت مشقت برداشت کر کے آخرت بنائیں، یہ دنیا ختم ہو جانے والی ہے اور آخرت باقی رہنے والی ہے، جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، وہ باقی رہے گا اور جو ہم یہاں جمع کرتے ہیں، وہ ختم ہو جائے گا۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

مَاعِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ

جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔

اب ہم فانی کی خوب کوشش کریں، اور باقی کے لئے کوئی محنت اور کوشش نہ کریں یہ بڑی ناسمجھی کی بات ہے۔

مرنے والے کی زندہ آدمی زندہ کو نصیحت

ایک بزرگ ایک قبرستان سے گزر رہے تھے، بطور کرامت ایک صاحب قبر کا حال ان پر منکشف ہوا، انہوں نے دیکھا ایک قبر میں ایک میت بالکل صحیح سلامت اور زندہ ہے، انہوں نے جاکر سلام کیا، اس نے سلام کا جواب دیا۔ پھر ان بزرگ نے اس سے پوچھا کہ تم پر کیا حال گزرا؟ اس نے جواب دیا کہ میں بالکل ٹھیک ہوں، البتہ ایک بات میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ دنیا میں جو ہم نے قبر کے بارے میں سنا تھا کہ نیک کام کرنے سے قبر میں راحت و آرام اور اجر و ثواب ملتا ہے اور گناہ کرنے سے قبر میں تکلیف اور عذاب ہوتا ہے، یہاں آکر میں نے ہر چیز اپنی آنکھوں سے دیکھ لی ہے، جو کچھ سنا تھا اس کو بالکل صحیح پایا، نیک کام کا ثواب بھی دیکھ لیا اور برے کام کا عذاب بھی دیکھ لیا، لیکن یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد اب میں کچھ کرنا چاہوں تو نہیں کرسکتا، اور تم اس وقت جہاں ہو اور جہاں سے تم مجھ سے باتیں کر رہے ہو۔ گو تم نے ان چیزوں کا مشاہدہ نہیں کیا۔ لیکن تم سب کچھ کرسکتے ہو مگر کرتے نہیں ہو۔ یعنی میں اگر یہاں کوئی نیک کام کروں تو کوئی ثواب نہیں اور اگر تم کرو گے تو فوراً ثواب ملے گا۔

ایک سبحان اللہ کے بدلے ستر ہزار قرآن کریم دینا

میرے ایک دوست نے ایک بزرگ کا واقعہ سنایا کہ وہ ایک قبرستان سے جارہے تھے کہ ان پر بھی ایک قبر کا حال منکشف ہوا، انہوں نے دیکھا کہ

میت قبر کے اندر صحیح سلامت اور زندہ ہے اور قرآن شریف پڑھنے میں مشغول ہے، انہوں نے اس قبر والے سے کہا کہ ہم نے یہ سنا تھا کہ مرنے کے بعد کوئی عمل نہیں ہے، وہاں صرف دو چیزیں ہیں، یا عذاب ہے یا آرام ہے، گناہوں کی وجہ سے عذاب میں رہتا ہے یا نیکیوں کی وجہ سے آرام میں رہتا ہے، لیکن یہ نہیں سنا تھا کہ وہاں بھی تلاوت، نماز اور تسبیح کرنی ہوگی، پھر تم یہاں قرآن کریم کی تلاوت کیوں کر رہے ہو؟ اس میت نے جواب دیا کہ جب کوئی شخص دنیا سے عالم برزخ میں قدم رکھتا ہے تو قبر میں رکھنے کے بعد اس سے پہلے تین سوال و جواب ہوتے ہیں، اگر وہ ان میں کامیاب ہو جاتا ہے تو اس کے بعد اس سے کہا جاتا ہے کہ تمہیں قبر میں اپنا وقت قیامت کے انتظار میں گزارنا ہے تاکہ جب سب دنیا والے یہاں آجائیں تو آخرت قائم ہو، لہٰذا یہ قبر تمہاری انتظار گاہ ہے اور اگر تمہارے پاس یہاں کوئی مصروفیت اور مشغلہ نہیں ہوگا تو تم خالی پڑے پڑے اکتا جاؤ گے، اس لئے تم اپنا پسندیدہ کام جو تمہیں دنیا میں اچھا لگتا تھا وہ بتا دو، تمہیں یہاں اس کی اجازت دے دی جائے گی۔ چنانچہ مجھے بھی یہ کہا گیا تو چونکہ دنیا کے اندر میں قرآن کریم کی تلاوت کو بہت محبوب رکھتا تھا، قرآن کریم کا عاشق تھا اور ہر وقت تلاوت کرتا رہتا تھا، اس لئے میں نے عرض کیا کہ اگر مجھے قرآن کریم کی تلاوت کی اجازت مل جائے تو یہ میرے لئے بہت کچھ ہے، چنانچہ مجھے اجازت مل گئی، اس لئے میں ہر وقت قرآن شریف پڑھتا رہتا ہوں۔

اس کے بعد میت نے ان بزرگ سے کہا کہ میں نے یہاں قبر میں ستر ہزار قرآن شریف ختم کیے ہیں، یہ میں آپ کو دیتا ہوں اور آپ اوپر سے ایک مرتبہ ''سبحان اللہ'' کہنے کا ثواب مجھے دے دیجئے۔ ان بزرگ نے حیرت سے کہا کہ یہ تو بہت سستا سودا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ اس میت نے جواب دیا کہ بات دراصل یہ ہے کہ تم جہاں سے باتیں کر رہے ہو، وہاں ''سبحان اللہ'' کا بڑا ثواب ہے اور یہاں ستر ہزار قرآن شریف کا ایک ''سبحان اللہ'' کے برابر بھی ثواب نہیں۔

زندگی میں آخرت کی تیاری کریں

دیکھئے! اب اس وقت ہم اوپر ہیں اور واقعتہً اگر ایک مرتبہ ''سبحان اللہ'' کہیں تو جنت میں ایک درخت لگ جائے، دس مرتبہ ''قل ھواللہ' پڑھ لیں تو جنت میں ایک محل تیار ہو جائے، لیکن اگر قبر میں جا کر سوا لاکھ مرتبہ بھی ''قل ھو اللہ'' پڑھیں گے تو ایک محل بھی نہیں بنے گا، ایک قرآن شریف کا بھی ثواب نہیں ملے گا۔ یہ کتنا سبق آموز واقعہ ہے، مگر ہمارا وہی حال ہے جیسا کہ پچھلے واقعہ میں اس میت نے کہا تھا کہ میں نے یہاں آ کر دیکھ لیا کہ ''سبحان اللہ'' کا یہ ثواب ہے اور ''الحمد للہ کا یہ ثواب ہے اور ''قل ھو اللہ'' کا یہ ثواب ہے، مگر اب کچھ کر نہیں سکتا، اور جہاں تم اس وقت ہو، وہاں تم سب کچھ کر سکتے ہو لیکن تم کرتے کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کرنے والا بنا دے۔ آمین۔ جس دن ہم کرنے والے بن جائیں گے، اس دن سب کام انشاء اللہ تعالیٰ بن جائیں

گے اور جب تک ہم صرف سننے والے رہیں گیاور صرف بیان کرنے والے رہیں گے تو اس وقت تک ہماری نجات نہ ہوگی۔

اٹھارہ ہزار قرآن کریم کا ختم

میرے استاذ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحبؒ جو آج کل مدینہ منورہ میں مقیم ہیں (مدینہ منورہ میں مقیم تھے، انتقال فرما گئے رحمۃ اللہ علیہ) انہوں نے ایک مرتبہ ''البلاغ'' میں غالباً علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پر ایک مضمون لکھا تھا۔ اس میں ان کا ایک واقعہ لکھا تھا کہ جب ان کے انتقال کا وقت قریب ہوا، اس وقت ان کی ہمشیرہ ان کے سرہانے بیٹھی ہوئی تھیں، ظاہر ہے کہ جب آدمی آنکھیں بند کرلیتا ہے اور تیز تیز سانس لینے لگتا ہے تو پھر ہر شخص کو رونا آتا ہے کہ اب ہمارے اور ان کے درمیان جدائی ہونے والی ہے، اس لئے ان کی ہمشیرہ سرہانے بیٹھ کر رونے لگیں، جب روتے روتے ہچکیاں بندھ ہوگئیں تو اس کی آواز سے انہوں نے آنکھ کھولی اور ہمشیرہ سے پوچھا کہ تم کیوں رو رہی ہو؟ ہمشیرہ نے کہا بھائی! یہ رونے کا وقت ہے، اس لئے کہ تھوڑی دیر کے بعد اب تم ہم سے جدا ہونے والے ہو، تمہاری جدائی پر رونا آرہا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ بہن! میرے مرنے پر تم مت رونا، اس لئے کہ تمہارا بھائی خالی ہاتھ نہیں جا رہا ہے۔ اور پھر گھر کے ایک کونے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ بہن! تمہارے بھائی نے اس کونے میں اٹھارہ ہزار قرآن شریف ختم کئے ہیں اور اس کے ذرہ ذرہ میں قرآن کریم بسا ہوا

ہے، اور مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بہت امید ہے کہ وہ مجھے بخش دیں گے، کیونکہ یہ میرا کوئی کمال نہیں، میری کیا مجال اور طاقت تھی کہ میں اتنے قرآن کریم پڑھوں، یہ صرف اس کے فضل سے میں نے پڑھا ہے، اس نے توفیق دی تو میری زبان نے قرآن کریم کی تلاوت کی، لہٰذا مجھے امید ہے کہ مجھے اس کے ثواب سے محروم نہیں فرمائیں گے بلکہ مالا مال کریں گے۔ حضرت والا مدظلہم نے لکھا ہے کہ یہ اٹھارہ ہزار قرآن کریم وہ تھے جو صرف اس ایک کونے میں پڑھے تھے اور اس کے علاوہ دوسری جگہوں پر جو قرآن کریم پڑھے تھے، ان کو بھی اگر شامل کرلیا جائے تو پھر مجموعی تعداد چوبیس ہزار بن جاتی ہے۔ اللہ اکبر!

بزرگوں کے اوقات میں برکت

اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بزرگوں کے اوقات میں برکت ڈال دیتے ہیں، ہمارا پارہ آدھے گھنٹے میں ختم ہوتا ہے اور ان کا پارہ ہمارے لحاظ سے زیادہ صحیح اور صاف صاف دس منٹ میں ختم ہو رہا ہے، یہ نہیں ہے کہ انہوں نے دس منٹ میں جلدی جلدی پڑھ کر پارہ ختم کرلیا ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے اوقات میں برکت عطا فرما دیتے ہیں اور ان کے تھوڑے سے وقت میں بہت کام ہو جاتا ہے، جسے ربڑ، ایک گز کی ربڑ کو اگر کھینچو گے تو وہ دس گز ہو جائے گی اسی طرح وقت تو وہی ہے، فرق یہ ہے کہ ہمارے حق میں ایک گز ہے اور ان کے حق میں سو گز ہے، اس لئے بطور کرامت ان کا تھوڑے وقت میں

بہتر اور زیادہ کام ہو جاتا ہے۔

حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کی کرامت

حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کرامت تھی کہ وہ عصر سے مغرب تک پورا قرآن کریم ختم کرلیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت سید مولانا عبدالحیؒ وعظ فرما رہے تھے اور اس میں حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے، وعظ کے دوران حضرت نے بیان فرمایا کہ اس وقت مجمع میں ایک صاحب ایسے موجود ہیں جو عصر سے مغرب تک پورا قرآن شریف ختم کرلیتے ہیں۔ لوگ سمجھ گئے کہ کس کی طرف اشارہ کیا ہے، چنانچہ وعظ کے بعد لوگ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے اردگرد جمع ہو گئے، اور اصرار کرنے لگے کہ ہمیں بھی یہ کرامت دکھایئے۔ حضرت نے قبول فرمالیا اور عصر کی نماز کے بعد گومتی کے پل پر کھڑے ہو گئے، سارا مجمع وہاں موجود تھا، حضرت نے ''الم'' سے قرآن شریف کی تلاوت شروع کی، ادھر سورج غروب ہو رہا تھا اور ادھر حضرت سورۃ الناس کی تلاوت کر رہے تھے۔ اب دیکھئے! عصر سے مغرب تک بمشکل ڈیڑھ گھنٹہ ہوتا ہے، لیکن حضرت نے اس میں پورا قرآن شریف مجمع کے سامنے تلاوت کے آداب کے ساتھ پڑھ کر سنا دیا، اس طرح اللہ تعالیٰ ان کے اوقات میں برکت عطا فرما دیتے ہیں۔

بیس لاکھ نیکیاں

میں ایک کلمہ اور پڑھنے کے لئے بتایا کرتا ہوں جو پڑھنے میں بہت

آسان ہے اور ثواب اس کا بہت عظیم ہے۔ وہ کلمہ یہ ہے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اَحَداً صَمَداً لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُواً اَحَدٌ۔

اب دیکھئے! یہ کلمہ کتنا آسان ہے، اس میں آدھی ''قل ھو اللہ'' ہے، شروع میں کلمہ ہے اور درمیان میں صرف دو لفظ ''اَحَداً صَمَداً'' نئے ہیں، اور اس کلمہ کی فضیلت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس کلمہ کو ایک مرتبہ پڑھ لے تو اس کو بیس لاکھ نیکیاں ملتی ہیں۔ اندازہ لگائیے کہ ہماری یہ زندگی کتنی قیمتی ہے، ہم اس میں آخرت کا کتنا سرمایہ آسانی کے ساتھ جمع کر سکتے ہیں، اگر کوئی بیس لاکھ روپے کمانا چاہے تو عموماً چند سیکنڈ میں نہیں کما سکتا بلکہ چند منٹ چند گھنٹے اور چند مہینوں میں بھی نہیں کما سکتا لیکن آخرت کی بیس لاکھ نیکیاں چند سیکنڈوں میں حاصل کر سکتا ہے، اور اگر کوئی شخص پانچ مرتبہ پڑھ لے تو ایک کروڑ نیکیاں حاصل ہو گئیں۔ لہٰذا یہ معمول بنا لو کہ ہر نماز کے لئے مسجد آتے وقت پانچ مرتبہ پڑھیں گے اور پانچ مرتبہ واپس جاتے وقت پڑھیں گے اور پھر اس کا ثواب اپنے ماں باپ اپنے اہل و عیال اور اپنے اولیاء اور مشائخ کو پہنچا دو۔ اور اگر ماں باپ زندہ ہیں تو زندگی میں بھی ان کو ثواب پہنچا سکتے ہیں، اس لئے کہ جس طرح ان کا حق مرنے کے بعد ہے، اسی طرح زندگی میں ان کا حق ہے، مرنے کے بعد ان کا حق کم نہیں ہوتا۔ اور ایصال ثواب میں اپنی اولاد کو بھی شریک کرنا چاہئے، اس لئے کہ جس طرح ہمارا ان پر حق ہے، اسی طرح

ان کا بھی ہم پر حق ہے۔ بہر حال! اس طرح نماز کے لئے مسجد میں آتے جاتے یہ عمل کرلیں گے تو نماز بھی ہو جائے گی اور ایصال ثواب کا عمل بھی نہایت آسانی کے ساتھ ہو جائے گا۔

شریعت کے مطابق ایصال ثواب کے فوائد

لہٰذا مروّجہ اجتماعی قرآن خوانی کا جو طریقہ کار ہے، وہ ہم نے اپنی طرف سے بنایا ہے، اس کے اندر دشواریاں مشکلات اور نقصان اور خطرہ ہی خطرہ ہے اور شریعت کے مطابق، انفرادی طور پر، کسی وقت کی پابندی کے بغیر، کسی خاص دن کی پابندی کے بغیر اگر عمل کریں گے تو وہ صحیح بھی ہوگا اور شریعت کے مطابق بھی ہوگا اور اس میں اخلاص بھی ہوگا، اور جس عظیم ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے وہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ حاصل ہو جائے گا اور ایصال ثواب کا جو مقصد اصلی ہے کہ مرنے والے کو ثواب پہنچے، وہ بھی حاصل ہوگا۔ لیکن اگر رواجی طریقے پر ہم نے ایصال ثواب کیا تو اس میں خود ہمیں ثواب ملنا مشکل ہے تو مرحوم کو کیا پہنچے گا؟ بلکہ وہ تو ایک رسمی خانہ پوری ہوگی جس میں نہ مرنے والوں کا کوئی فائدہ اور نہ زندوں کا کوئی نفع، بلکہ سب تکلیف میں مبتلا ہوں گے، اور سنت کے مطابق ایصال ثواب کرنے سے یہ فائدہ ہوگا کہ راحت، آسانی اور سہولت بھی حاصل ہوگی اور آخرت میں اس کا ثواب بھی حاصل ہو گا۔

ایصال ثواب کا آسان اور صحیح طریقہ

اب سوال یہ ہے کہ ایصال ثواب کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ تو ایصال ثواب کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ جو بھی نیک کام ہو، اس کے کرنے کے بعد یہ دعا کر لی جائے کہ اے اللہ! میں نے جو یہ کام کیا ہے، اپنی رحمت سے اس کا پورا پورا ثواب عطاء فرما اور یہ ثواب فلاں کی روح کو پہنچا دیجئے، یا اللہ! اس کا ثواب میرے ماں باپ کو پہنچا دیجئے، میرے بہن بھائیوں کو پہنچا دیجئے۔ بس یہ ایصال ثواب کا طریقہ ہے، اور اگر اس کا ثواب ساری امت کو پہنچانا مقصود ہو تو یہ دعا کر لیجئے کہ یا اللہ! یہ نیک کام جو میں نے کیا ہے، اپنی رحمت سے اس کا پورا پورا ثواب عطا فرما اور پھر وہ ثواب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو، تمام انبیاء کرام کو، آپ ﷺ کے چاروں خلفاءؓ کو، آپ کے تمام اہل خانہ کو اور تمام صحابہؓ، سارے تابعین تبع تابعینؒ، ائمہ مجتہدینؒ سلف صالحینؒ اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک جتنے مسلمان پیدا ہوئے ہیں اور قیامت تک جتنے مسلمان پیدا ہوں گے اور جو وفات پا چکے ہیں اور جو زندہ ہیں اور مردوں کو بھی عورتوں کو بھی اور جنّات کو بھی اس کا ثواب پہنچا دیجئے۔ اس طرح سب کو ثواب پہنچ جائے گا اور اتنے لوگوں کو ثواب پہنچانے کی جو نیکی کی ہے، اس نیکی کا ثواب آپ کو الگ ملے گا، انشاء اللہ تعالیٰ، وہ ثواب آپ کے کھاتے میں لکھا جائے گا۔

مزار پر حاضری کا ادب اور ایصال ثواب

ایصال ثواب کا ایک طریقہ مزار پر حاضر ہو کر ایصال ثواب کرنا ہے۔
اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب کسی کے مزار پر جانا ہو تو جیسے ہی قبریں شروع ہو جائیں تو اس وقت وہاں پر سلام کہیں کہ:

السلام علیکم یا اھل القبور

اے قبر والو! تم پر سلام ہو۔

اس کے بعد قبروں کے اوپر نہ چلیں بلکہ اس راستہ پر چلیں جو قبروں سے الگ ہو، اور جب اس شخص کے مزار پر پہنچیں جس کے مزار پر جانا مقصود ہے تو اس کے قریب جانے کا طریقہ یہ ہے کہ پیروں کی طرف سے جاتے ہوئے سینے کی طرف آ کر اس طرح کھڑے ہو جائیں کہ آپ کی پشت قبلہ کی طرف ہو اور چہرہ اس میت کے سامنے ہو، جیسے کوئی آدمی قبلے کی طرف کروٹ لے کر سویا ہوا ہو تو اس کا چہرہ اور سینہ قبلہ کی طرف ہوگا، لہٰذا پیروں کی طرف سے آتے ہوئے اس کے سینے کے بالمقابل کھڑے ہو جائیں اور پھر "السلام علیکم" کہیں اور بیٹھنے کا دل چاہ رہا ہو تو بیٹھ جائیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ مرنے والے کا ادب ایسا ہی ہے جیسا زندگی میں ہوتا ہے، جس طرح بڑوں کے سامنے کھڑے کھڑے گفتگو نہیں کرتے بلکہ ادب سے بیٹھ کر ان سے بات چیت کرتے ہیں، اسی طرح مرنے کے بعد ویسا ہی معاملہ کریں۔ اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن سے ہم کھڑے کھڑے بات کرتے ہیں اور سلام دعا کر کے چلے جاتے

ہیں، لہٰذا مرنے کے بعد بھی انکا اتنا ہی ادب ہے کہ ان کے سینے کے سامنے جا کر کھڑے ہو جائیں اور مثلاً ایک مرتبہ سورۃ فاتحہ اور تین مرتبہ ''قل ھو اللہ'' پڑھ کر یہ دعا کریں کہ اے اللہ! اس کا ثواب ان قبر والے کو پہنچا دیجئے۔ اور پھر آخر میں یہ دعا کرلیں کہ اے اللہ! ان کی مغفرت فرما، ان کی بخشش فرما، ان کے درجے بلند فرما، ان کو قبر کے عذاب اور دوزخ سے نجات عطا فرما اور ان کو اپنی رحمت سے جنّت میں داخل فرما۔ یہ سب کلمات ضرور کہیں، اس لئے کہ ہماری یہ دعا ان کے لئے باعث نجات ہے۔ اور خلوص، توجہ اور دھیان سے یہ دعا کر کے آخر میں ''السلام علیکم'' کہہ کر واپس آجائیں۔ بس! یہ ایصال ثواب کا صحیح طریقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی اور ہمارے مرحومین کی بخشش فرمائے اور سنّت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

چھ گناہ گار عورتیں

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱۔ لیاقت آباد، کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : بعد نماز عصر تا مغرب

اصلاحی بیانات: جلد نمبر اوّل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

چھ گناہ گار عورتیں

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَ نَسۡتَعِیۡنُہٗ وَ نَسۡتَغۡفِرُہٗ وَ نُؤۡمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ وَنَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّئَاتِ اَعۡمَالِنَا ۔ مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشۡھَدُ اَنۡ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَاشَرِیۡکَ لَہٗ وَاَشۡھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَ رَسُوۡلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسۡلِیۡمًا کَثِیۡرًا ۔

اَمَّا بَعۡدُ! فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط اِنَّ الۡمُسۡلِمِیۡنَ

وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَ الصّٰدِقِيْنَ وَ الصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ لا اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ○

صدق اللہ العظیم

(سورۃ الاحزاب، آیت ۳۵)

خواتین کے متعلق بیان

میرے قابل احترام بزرگو! ہماری یہ مجلس دو حصوں پر مشتمل ہوتی ہے، ایک مردوں پر اور دوسرے خواتین پر۔ کیونکہ خواتین بھی اس مجلس میں شرکت فرمایا کرتی ہیں اور ان کے لئے علیحدہ پردے کے ساتھ مجلس کی باتیں سننے کا انتظام کیا جاتا ہے، اس لئے اس مجلس میں جو بیان ہوتا ہے وہ عموماً مردوں اور عورتوں دونوں سے متعلق ہوتا ہے، لیکن کبھی کبھی کوئی بیان خاص طور پر خواتین کی ضرورت کے لئے مخصوص ہوتا ہے اور کبھی کوئی بیان صرف مردوں کی ضرورت کا ہوتا ہے۔ بہرحال! آج کی مجلس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بیان کرنے کا ارادہ ہے جو خواتین سے متعلق ہے اور ان کے ساتھ خاص ہے۔ اگرچہ اس حدیث میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں وہ خواتین

سے متعلق بیان کی گئی ہیں لیکن وہ مردوں میں بھی پائی جاسکتی ہیں، لہٰذا اگر کسی مرد میں وہ باتیں موجود ہوں تو ان کا بھی وہی حکم ہوگا جو خواتین کے لئے اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے، اس لئے یہ حدیث خواتین کے ساتھ مردوں کے لئے بھی مفید ہوگی۔

حضور ﷺ کا رونا

یہ حدیث بہت اہم باتوں پر مشتمل ہے، اس حدیث کو حافظ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب ''الکبائر'' میں نقل فرمایا ہے۔ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر تشریف لے گئے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رو رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گریہ طاری ہے، جب میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت دیکھی تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس چیز نے رلایا ہے؟ اور کس بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا رو رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ میں نے شب معراج میں اپنی امت کی عورتوں کو جہنم کے اندر قسم قسم کے عذابوں میں مبتلا دیکھا اور ان کو جو عذاب ہو رہا تھا، وہ اتنا شدید اور

ہولناک تھا کہ اس عذاب کے تصور سے مجھے رونا آرہا ہے۔

امت پر حضور ﷺ کی شفقت

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت پر اتنی شفقت ہے کہ ہم اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے، مثلاً ایک انتہائی مہربان اور شفیق ماں جو اپنی اولاد پر جان قربان کر دینے والی ہو، اگر وہ ماں اپنی اولاد کو جیل کے اندر سخت قسم کی سزائیں سہتے ہوئے دیکھے تو یقیناً اس ماں کا کلیجہ منہ کو آ جائے گا اور ان سزاؤں کو دیکھ کر وہ ماں یقیناً رو پڑے گی، جبکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت اور محبت تو ساری دنیا کی ماؤں سے کہیں زیادہ بڑھ کر ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنی امت کی عورتوں کو جب ہولناک عذاب میں مبتلا پایا تو اس کی وجہ سے مجھے رونا آ رہا ہے کہ میری امت کی عورتوں پر اس طرح کا ہولناک عذاب ہوگا۔

چھ طریقوں سے عذاب

اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت فرمائی کہ میں نے جہنم کے اندر عورتوں کو کس کس طرح عذاب میں مبتلا دیکھا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿۱﴾ میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ اپنے بالوں کے ذریعے جہنم کے اندر لٹکی ہوئی ہے اور اس کا دماغ ہنڈیا کی طرح پک رہا ہے۔

ایک تو خود جہنم کے اندر ہونا بذات خود کتنا ہولناک عذاب ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھے، آمین۔ اور پھر بالوں کے بل لٹکانا، یہ انتہائی تکلیف دہ سزا ہے اور پھر دماغ کا پکنا یہ تیسری سزا ہے۔ پھر فرمایا:

﴿۲﴾ میں نے دوسری عورت کو جہنم میں اس طرح دیکھا کہ وہ زبان کے بل لٹکی ہوئی ہے۔

اب آپ اندازہ کریں کسی کی زبان کھینچ کر اور نکال کر اس کے ذریعہ اس کے پورے جسم کو لٹکایا جائے تو اس میں کتنی سخت تکلیف ہوگی۔ اگر صرف ایک ہاتھ کے ذریعہ بھی کسی کو لٹکا دیا جائے تو وہی اس کے لئے موت سے بدتر ہے، زبان تو بہت نازک چیز ہے۔

﴿۳﴾ تیسری عورت کو میں نے دیکھا کہ وہ چھاتیوں کے بل جہنم میں لٹکی ہوئی ہے۔

﴿۴﴾ چوتھی عورت کو میں نے اس طرح دیکھا کہ اس کے دونوں پیر سینے سے بندھے ہوئے ہیں اور اس کے دونوں ہاتھ پیشانی سے بندھے ہوئے ہیں۔

﴿۵﴾ پانچویں عورت کو میں نے اس حالت میں دیکھا کہ اس کا چہرہ خنزیر کی طرح ہے اور باقی جسم گدھے کی طرح ہے مگر حقیقت میں وہ عورت ہے اور سانپ بچھو اس کو لپٹے ہوئے ہیں۔

﴿۶﴾ چھٹی عورت کو میں نے اس حالت میں دیکھا کہ وہ کتے کی

شکل میں ہے اور اس کے منہ کے راستے سے جہنم کی آگ داخل ہو رہی ہے اور پاخانہ کے راستے سے آگ نکل رہی ہے اور عذاب دینے والے فرشتے جہنم کے گرز اس کو مار رہے ہیں۔

اس طرح چھ عورتوں کو ہونے والے عذاب کی تفصیل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی۔

پہلی عورت پر عذاب کا سبب ''بے پردگی''

اس کے بعد حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ ابا جان! ان عورتوں پر یہ عذاب ان کے کون سے اعمال کی وجہ سے ہو رہا تھا، ان کے کون سے ایسے اعمال تھے جن کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان ہولناک اور دردناک عذاب میں مبتلا دیکھا؟ اس کے جواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جس عورت کو میں نے سر کے بالوں کے ذریعے جہنم میں لٹکا ہوا دیکھا اور جس کا دماغ ہنڈیا کی طرح پک رہا تھا، اس کو یہ عذاب گھر سے باہر ننگے سر جانے کی وجہ سے ہو رہا تھا، وہ عورت نامحرم مردوں سے اپنے سر کے بال نہیں چھپاتی تھی۔

عورت کے بال ستر میں داخل ہیں

اب اگر ہم اپنے گردوپیش کا جائزہ لیں تو ہمیں آج یہ گناہ عام ہوتا ہوا نظر آتا ہے، حالانکہ خواتین کے لئے حکم یہ ہے کہ سر کے بال ان کے ستر کا

حصہ ہیں، کیونکہ عورت کا پورا جسم سر سے پاؤں تک سوائے چہرے کے اور سوائے دونوں ہتھیلیوں اور دونوں پیروں کے پورا جسم ستر ہے جس کو نماز میں چھپانا فرض ہے، لہٰذا اگر نماز میں کم از کم چوتھائی سر کے بال کھل جائیں اور اتنی دیر کھلے رہیں جتنی دیر میں تین مرتبہ ''سبحان اللہ'' پڑھ لیا جائے تو نماز نہیں ہوگی، یا اگر کسی عورت نے نماز میں سر پر اتنا باریک دوپٹہ اوڑھ لیا جس میں سر کے بال جھلک رہے ہیں تو ایسے دوپٹے میں بھی نماز نہیں ہوگی، کیونکہ ستر چھپانے کی شرط پوری نہیں ہوئی۔ بعض خواتین باریک دوپٹے میں نماز پڑھ لیتی ہیں، بعض خواتین باریک دوپٹے کو دھرا کر لیتی ہیں مگر دھرا کرنے کے بعد بھی بال نظر آتے رہتے ہیں، یا بعض اوقات دوپٹہ اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ اس کے اندر سے چٹیا باہر نکلی ہوئی ہوتی ہے، وہ دوپٹے کے اندر نہیں چھپتی، یا بعض خواتین کی آستین اتنی چھوٹی ہوتی ہے کہ دوپٹہ پہننے کے باوجود ان کے بازو گٹوں تک نہیں چھپتے اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر چوتھائی سر کے بال کھل جائیں یا چوتھائی کلائی کھل جائے یا چوتھائی پنڈلی کھل جائے اور تین مرتبہ ''سبحان اللہ'' پڑھنے کے برابر کھلی رہے تو نماز نہ ہوگی۔

پردہ اور ستر میں فرق

بہرحال، چہرہ، دونوں ہتھیلیاں اور دونوں پیر کے علاوہ باقی سارا جسم ستر میں داخل ہے جس کو نماز میں چھپانا ضروری ہے۔

اور پردے کے حکم میں سر سے لے کر پاؤں تک پورا جسم داخل ہے

جس کو نامحرم مردوں سے چھپانا گھر میں بھی ضروری ہے اور گھر سے باہر بھی ضروری ہے۔ لہٰذا گھر میں اور گھر کے باہر نامحرم مردوں کے سامنے سر کے بال کھول کر آنا گناہ ہے اور یہ اس کا عذاب ہے جو آپ نے اوپر سنا۔

قریبی نامحرم رشتہ داروں سے پردہ

بعض پردہ دار خواتین گھر کے باہر تو سر اور چہرہ چھپانے کا اہتمام کر لیتی ہیں، لیکن گھر میں جو نامحرم مرد یا قریبی نامحرم رشتہ دار ہیں، ان سے وہ خواتین پردہ کرنے کا اہتمام نہیں کرتیں، ان کے سامنے سر بھی کھلا ہے، گردن بھی کھلی ہے، بازو بھی کھلے ہوئے ہیں، گریبان تک کھلا ہوا ہے اور بعض خواتین ساڑھی اس انداز سے پہنتی ہیں کہ پیٹ اور پیٹھ بھی اس میں نظر آتی ہے، مثلاً دیور، جیٹھ، تایا زاد بھائی، پھوپھی زاد بھائی، ماموں زاد بھائی اور خالہ زاد بھائی گھر میں آتے رہتے ہیں، لیکن ان سے پردہ کرنے کا کوئی اہتمام نہیں ہے، ان کے سامنے سر، سینہ، ہاتھ اور بازو سب کھلے ہوئے ہیں، جبکہ شریعت میں ان سب سے پردہ کرنے کا حکم ہے اور ان کے سامنے سر کھولنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔

گھر کے اندر رہنے والے نامحرم مردوں سے پردہ کا طریقہ

ہاں اتنی گنجائش ہے کہ جو نامحرم گھر کے اندر رہتے ہیں جن سے ہر وقت مکمل پردہ کرنا مشکل ہے، مثلاً دیور یا جیٹھ گھر کے اندر ساتھ رہتے ہیں، اب

ہر وقت ان کی آمد و رفت رہتی ہے اور وہ اکثر گھر پر کام کاج بھی کرتے رہتے ہیں، ان کے بارے میں یہ حکم ہے کہ ان کے سامنے بھابھی کو چاہئے کہ وہ کوئی بڑا اور موٹا دوپٹہ اس طرح اوڑھے کہ اس میں پیشانی سے اوپر کے اور سر کے سارے بال چھپ جائیں اور دوپٹہ اس طرح باندھے جس طرح نماز میں باندھا جاتا ہے اور اس میں دونوں بازو بھی چھپ جائیں اور وہ اپنی پنڈلی بھی شلوار وغیرہ سے چھپائے۔ پنڈلی کا ذکر اس لئے کیا کہ آج کل انہیں کھلا رکھنے کا رواج چل رہا ہے جو سراسر ناجائز ہے۔ صرف چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں اور دونوں پیر کھلے رہیں، اس حالت میں ان کے سامنے آنا جانا رکھے اور گھر کا کام انجام دے تو اس کی گنجائش ہے اور اس میں بھی بہتر یہ ہے کہ چہرے پر گھونگٹ ڈال کر ان کے سامنے آئے جائے اور ضرورت کے وقت اسی گھونگٹ میں ان سے بات بھی کرسکتی ہے اور جواب بھی دے سکتی ہے، شریف اور حیادار عورت کے لئے چہرے پر گھونگٹ ڈال کر کام کاج کرنا کوئی مشکل نہیں بشرطیکہ آخرت کی فکر ہو، خوف خدا ہو اور اللہ کے عذاب سے ڈر لگتا ہو، لیکن سر کھلا رکھنا، یا سر کے اوپر اتنا باریک دوپٹہ اوڑھنا کہ اس میں سے سر کے بال نظر آ رہے ہیں، یا برائے نام دوپٹہ گلے میں ڈال رکھا ہے، سر پر نہیں رکھا، بازو بھی کھلے ہوئے ہیں، کہنیاں بھی کھلی ہوئی ہیں، کلائیاں بھی کھلی ہوئی ہیں اور ان کلائیوں میں زیور بھی پہنا ہوا ہے اور آج کل تو پنڈلیاں کھولنے کا منحوس رواج بھی چل پڑا ہے، یہ سب ناجائز ہے۔ لہٰذا گھر کے جو نامحرم مرد ہیں، ان کے سامنے بھی اعضاء کو کھولنا جائز نہیں اور گھر سے باہر کھولنا تو کسی حال میں جائز

نہیں، لیکن آج مسلمان خواتین کا جو حال گھر کے اندر ہے، اس سے زیادہ برا حال گھر کے باہر ہے، باہر نکلتے وقت برقعہ اور پردے کا کوئی نام نہیں اور جو کپڑے پہنے ہوئے ہیں وہ بھی اتنے باریک ہیں یا اتنے چست ہیں کہ جسم کا ہر حصہ نمایاں ہو رہا ہے۔

لہٰذا خواتین یہ بات سن لیں کہ نامحرم مردوں کے سامنے ننگے سر آنے کا عذاب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ بیان فرما رہے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے ان کو جہنم کے اندر سر کے بل لٹکتے ہوئے دیکھا ہے اور ان کا دماغ ہانڈی کی طرح پک رہا تھا۔ اللہ کی پناہ۔

عذاب قبر کا عبرت ناک واقعہ

مجھے عذاب قبر سے متعلق ایک واقعہ یاد آیا، یہ واقعہ گلگت میں پیش آیا تھا، ایک شخص قبرستان کے پاس سے گزر رہا تھا تو اس نے کسی قبر سے یہ آواز سنی کہ مجھے نکالو، میں زندہ ہوں، جب ایک دو مرتبہ اس نے آواز سنی تو اس نے یہ سمجھا کہ یہ میرا وہم اور خیال ہے، کوئی آواز نہیں آ رہی ہے، لیکن جب مسلسل اس نے یہ آواز سنی تو اس کو یقین ہونے لگا، چنانچہ قریب میں ایک بستی تھی، وہ شخص اس بستی میں آیا اور لوگوں کو اس آواز کے بارے میں بتا کر کہا کہ تم بھی چلو اور اس آواز کو سنو، چنانچہ کچھ لوگ اس کے ساتھ آئے، انہوں نے بھی یہی آواز سنی اور سب نے یقین کر لیا کہ واقعی یہ آواز قبر میں سے آ رہی ہے۔ اب یقین ہونے کے بعد ان لوگوں کو مسئلہ پوچھنے کی فکر ہوئی کہ پہلے علماء

سے یہ مسئلہ معلوم کرو کہ قبر کھولنا جائز ہے یا نہیں؟ چنانچہ وہ لوگ محلے کی مسجد کے امام صاحب کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ اس طرح قبر میں سے آواز آرہی ہے اور میت یہ کہہ رہی ہے کہ مجھے قبر میں سے نکالو، میں زندہ ہوں۔ امام صاحب نے فرمایا کہ اگر تمہیں اس کے زندہ ہونے کا یقین ہوگیا ہے تو قبر کو کھول لو اور اس کو باہر نکال لو۔ چنانچہ یہ لوگ ہمت کر کے قبرستان گئے اور جا کر قبر کھولی، اب جونہی تختہ ہٹایا تو دیکھا کہ اندر ایک عورت ننگی بیٹھی ہوئی ہے اور اس کا کفن گل چکا ہے اور وہ عورت کہہ رہی ہے کہ جلدی سے میرے گھر سے میرے کپڑے لاؤ، میں کپڑے پہن کر باہر نکلوں گی، چنانچہ یہ لوگ فوراً دوڑ کر اس کے گھر گئے اور جا کر اس کے گھر والوں کو یہ واقعہ بتایا اور اس کے کپڑے چادر وغیرہ لے کر آئے اور لا کر قبر کے اندر پھینک دیئے، اس عورت نے ان کپڑوں کو پہنا اور چادر اپنے اوپر ڈالی اور پھر تیزی سے بجلی کی طرح اپنی قبر سے نکلی اور دوڑتی ہوئی اپنے گھر کی طرف بھاگی اور گھر جا کر ایک کمرے میں چھپ کر اندر سے کنڈی لگالی۔ اب جو لوگ قبرستان آئے تھے، وہ لوگ دوڑ کر اس کے گھر پہنچے، ان کو وہاں جا کر معلوم ہوا کہ اس نے کمرے کے اندر سے کنڈی لگالی ہے، ان لوگوں نے دستک دی کہ کنڈی کھولو، اندر سے اس عورت نے جواب دیا کہ میں کنڈی تو کھول دوں گی لیکن کمرے کے اندر وہ شخص داخل ہو جس کے اندر مجھے دیکھنے کی تاب ہو، اس لئے کہ اس وقت میری حالت ایسی ہے کہ کوئی آدمی بھی مجھے دیکھ کر برداشت نہیں کر سکے گا، لہٰذا کوئی دل گردے والا شخص اندر آئے اور آکر میری حالت دیکھے۔ اب سب

لوگ اندر جانے سے ڈر رہے تھے مگر دو چار آدمی جو مضبوط دل والے تھے، انہوں نے کہا کہ تم کنڈی کھولو، ہم اندر آئیں گے، چنانچہ اس نے کنڈی کھول دی اور یہ لوگ اندر چلے گئے۔

بے پردگی کی سخت سزا

وہ عورت کمرے کے اندر اپنے آپ کو چادر میں چھپائے بیٹھی تھی۔ جب یہ لوگ اندر پہنچے تو اس عورت نے سب سے پہلے اپنا سر کھولا، ان لوگوں نے دیکھا کہ اس کے سر پر ایک بھی بال نہیں ہے، وہ بالکل خالی کھوپڑی ہے، نہ اس پر بال ہیں اور نہ کھال ہے، صرف خالی ہڈی ہے، لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تیرے بال اور کھال کہاں گئے؟ اس عورت نے جواب دیا کہ جب میں زندہ تھی تو ننگے سر گھر سے باہر نکلا کرتی تھی، پھر مرنے کے بعد جب میں قبر میں لائی گئی تو فرشتوں نے میرا ایک ایک بال نوچا اور اس نوچنے کے نتیجے میں بال کے ساتھ کھال بھی نکل گئی، اب میرے سر پر نہ بال ہیں اور نہ کھال ہے۔

لِپ اِسٹک لگانے کی سزا

اس کے بعد اس عورت نے اپنا منہ کھولا، جب لوگوں نے اس کا منہ دیکھا تو وہ اتنا خوف ناک ہو چکا تھا کہ سوائے دانتوں کے کچھ نظر نہ آیا، ان لوگوں نے اس عورت سے پوچھا کہ تیرے ہونٹ کہاں گئے؟ اس عورت نے

جواب دیا کہ میں اپنے ہونٹوں پر لپ اسٹک لگا کر نامحرم مردوں کے سامنے جایا کرتی تھی، اس کی سزا میں میرے ہونٹ کاٹ لئے گئے، اس لئے اب میرے چہرے پر ہونٹ نہیں ہیں۔

ناخن پالش لگانے پر عذاب

اس کے بعد اس عورت نے اپنے ہاتھ اور پیروں کی انگلیاں کھولیں، لوگوں نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ اور پیروں کی انگلیوں میں ایک بھی ناخن نہیں تھا، تمام انگلیوں کے ناخن غائب تھے۔ اس سے پوچھا کہ تیری انگلیوں کے ناخن کہاں گئے؟ اس عورت نے جواب دیا کہ ناخن پالش لگانے کی وجہ سے میرا ایک ایک ناخن کھینچ لیا گیا ہے، چونکہ میں یہ سارے کام کرکے گھر سے باہر نکلا کرتی تھی، اس لئے جیسے ہی مرنے کے بعد میں قبر میں پہنچی تو میرے ساتھ یہ معاملہ کیا گیا اور مجھے یہ سزا ملی کہ میرے سر کے بال بھی نوچ لئے گئے، میرے ہونٹ بھی کاٹ دیئے گئے اور ناخن بھی کھینچ لئے گئے۔ اتنی باتیں کرنے کے بعد وہ بے ہوش ہوگئی اور مردہ بے جان ہوگئی جیسے لاش ہوتی ہے، چنانچہ ان لوگوں نے دوبارہ اس کو قبرستان میں پہنچا دیا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ عبرت دکھانی مقصود تھی کہ دیکھو! اس عورت کا کیا انجام ہوا؟ اور اس کو کتنا ہولناک عذاب دیا گیا؟ بے پردہ خواتین اس واقعہ سے عبرت لیں اور ان گناہوں سے توبہ کریں۔

مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا

کسی کے دل میں شبہ پیدا ہوسکتا ہے کہ مرنے کے بعد تو کوئی زندہ ہوتا نہیں، یہ عورت کیسے زندہ ہوگئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عام قاعدہ تو یہی ہے کہ مرنے کے بعد کوئی زندہ نہیں ہوتا اور دنیا میں واپس نہیں آیا کرتا، لیکن اللہ تعالیٰ کبھی کبھی عبرت کے لئے ایسا کر دیا کرتے ہیں۔ اور یہ بات آج سے نہیں ہے بلکہ جب سے دنیا چلی ہے، اس وقت سے یہ ہوتا چلا آ رہا ہے اور ہر زمانے میں کوئی نہ کوئی واقعہ اس قسم کا پیش آتا رہا ہے کہ مرنے کے بعد کوئی زندہ ہوگیا اور اس نے مرنے کے بعد کا حال سنا دیا اور پھر دوبارہ مر گیا۔ حافظ ابن ابی الدنیاؒ کا عربی میں ایک رسالہ ہے جس کا نام ''من عاش بعد الموت'' ہے، اس رسالے میں سند کے ساتھ بہت سے ایسے واقعات لکھے ہوئے ہیں کہ ایک انسان مر گیا اور پھر اس نے زندہ ہوکر گفتگو کی اور مرنے کے بعد کے حالات سے زندوں کو باخبر کیا اور پھر دوبارہ انتقال کر گیا۔ اسی طرح حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ''احوال القبور'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، اس میں بھی بعض ایسے واقعات لکھے ہیں۔ بہر حال، کبھی کبھار عبرت کے لئے اللہ تعالیٰ ایسے واقعات دکھاتے رہتے ہیں۔ لہٰذا یہ قرآن و سنّت کے خلاف نہیں ہے، البتہ عام دستور یہی ہے کہ مرنے کے بعد انسان زندہ نہیں ہوتا۔

بے پردگی کی وجہ سے عذاب جہنم

جہنم میں عورتوں پر عذاب دیکھنے کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اور بھی بہت سی احادیث میں بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ نامحرم مردوں کے سامنے بے پردہ نکلنے کے سلسلے میں ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جہنم میں زیادہ تر عورتوں کو دیکھا۔ پھر فرمایا کہ عورتوں کے جہنم میں کثرت سے جانے کی چار وجہ ہیں۔

﴿۱﴾ ایک وجہ یہ ہے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا مادہ بہت کم ہے۔

﴿۲﴾ دوسری وجہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کا جذبہ بہت کم ہے۔

﴿۳﴾ تیسری وجہ یہ ہے کہ ان میں اپنے خاوند کی فرماں برداری بہت کم ہے۔

﴿۴﴾ چوتھی وجہ یہ ہے کہ ان کے اندر بن ٹھن کر بے پردہ گھر سے باہر نکلنے کا جذبہ بہت پایا جاتا ہے۔

یہ چوتھی وجہ وہی ہے جو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ آج کل اکثر خواتین جب گھر سے باہر نکلیں گی تو خوب اعلیٰ سے اعلیٰ جوڑا پہن کر اور خوب آراستہ پیراستہ ہو کر میک اپ کر کے خوشبو لگا کر بے پردہ باہر نکلیں گی۔

البتہ اگر کوئی خاتون مکمل شرعی پردے میں گھر سے باہر نکلے اور ایسی خوشبو لگا کر نہ نکلے جس کی خوشبو دوسرے نامحرم مردوں تک جائے یا کوئی عورت آرائش و زیبائش کے ساتھ صرف اپنے شوہر کے سامنے آئے یا اپنے باپ، بھائی اور بیٹے کے سامنے آئے تو اس میں کوئی بُرائی نہیں، جائز ہے۔ کیونکہ شوہر کے لئے آرائش و زیبائش کرنا نہ صرف جائز بلکہ بہتر ہے، لیکن یہ عذاب اور وبال اس صورت میں ہے کہ عورتیں نامحرم مردوں کے سامنے آرائش کر کے آئیں، چاہے وہ نامحرم گھر کے ہوں یا باہر کے ہوں، اس وقت یہ فعل گناہ ہے اور حرام اور ناجائز ہے۔ جس سے بچنا واجب ہے۔

دوسری عورت پر عذاب کا سبب ''زبان درازی''

دوسری عورت جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ زبان کے بل جہنم کے اندر لٹکی ہوئی ہے، اس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ عورت ہے جو اپنی زبان درازی سے اپنے شوہر کو تکلیف پہنچایا کرتی تھی۔ بعض عورتوں میں بلاشبہ یہ بُری خصلت پائی جاتی ہے کہ وہ بہت ہی منہ پھٹ، زبان دراز، بدگو اور بہت زیادہ زبان چلا کر اپنے شوہر کو تکلیف پہنچانے کی عادی ہوتی ہیں، اور یہ بات تو مرد کے لئے بھی جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی زبان سے اپنی بیوی کو ناحق تکلیف پہنچائے یا اس کو ستائے اور پریشان کرے، مرد کے لئے بھی یہ بات باعث عذاب اور باعث وبال ہے۔ لیکن اس حدیث میں یہ صفت خاص عورتوں کے متعلق بیان کی جا رہی ہے کہ

بات بات پر شوہر سے لڑنا اور بدتمیزی کرنا اور ایسی باتیں کرنا جس سے شوہر کا دل دُکھے اور اس کو تکلیف اور ایذاء پہنچے، ایسی خواتین کے بارے میں یہ عذاب بتایا گیا ہے کہ وہ جہنم میں زبان کے بل لٹکیں گی۔

زبان درازی سنگین گناہ ہے

اگر انسان کسی کو ہاتھ سے مار دے یا کسی چیز سے مار دے، اس کی تکلیف زیادہ دیر تک باقی نہیں رہتی، لیکن زبان سے بعض اوقات انسان ایک ایسا کلمہ کہہ دیتا ہے جو زندگی بھر انسان کو نہیں بھولتا، زبان کا جسم تو بہت چھوٹا سا ہے، مگر اس کے گناہ بڑے سنگین ہیں، ان سنگین گناہوں میں سے ایک گناہ زبان درازی بھی ہے، یہ ایسا سنگین گناہ ہے جو گھر کے سارے سکون کو غارت کر دیتا ہے اور زندگی کو اجیرن بنا دیتا ہے۔ اگر اس کا سبب کسی خاتون کی زبان درازی ہے، تو اس کے لئے اس حدیث میں یہ عذاب اور وبال بیان کیا گیا ہے۔ اس لئے خواتین کو اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ وہ زبان سے کوئی ایسا کلمہ نہ نکالیں جس سے ان کے شوہر کو کوئی تکلیف پہنچے، ایسے ہی شوہروں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بھی اپنی زبان سے ایسی بات نہ کہیں جس سے بیوی کو تکلیف پہنچے۔ بلکہ تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کو یہ حکم ہے کہ وہ اپنی زبان پر قابو رکھیں، کیونکہ زبان سے ایسی بات نکالنا جس سے دوسرے کو تکلیف پہنچے، باعث عذاب ہے اور گناہ ہے اور کسی مسلمان کو ناحق تکلیف پہنچانا حرام ہے، اور جس طرح ہاتھ کے ذریعہ اور اشاروں اور کنایوں کے ذریعہ تکلیف پہنچانا

گناہ ہے، اسی طرح زبان کے ذریعے تکلیف پہنچانا بھی گناہ ہے، اس لئے اس بات کا اہتمام کرنا چاہئے کہ زبان قابو میں رہے اور زبان سے وہی بات نکلے جس سے دوسروں کا دل خوش ہو اور دوسروں کو تکلیف نہ پہنچے۔

تیسری عورت پر عذاب کا سبب "ناجائز تعلقات"

تیسری عورت جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ اپنی چھاتیوں کے بل لٹکی ہوئی ہے۔ اس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ عورت ہے جو شادی شدہ ہونے کے باوجود دوسرے مردوں سے ناجائز تعلق رکھتی تھی۔ شریف اور باحیاء عورتیں تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتیں، اسی طرح شریف اور باحیاء مرد بھی اس کا تصور نہیں کر سکتے۔

بے حیائی کے سنگین نتائج

لیکن جس معاشرے میں حیاء کا خاتمہ ہو چکا ہو اور بے حیائی کا دور دورہ ہو، اس میں اس بات کو کہاں عیب سمجھا جائے گا، بلکہ ایسے معاشرے میں اس کو فیشن کے طور پر اختیار کر لیا گیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

الحیاء شعبة من الایمان۔

حیاء ایمان کی ایک شاخ ہے۔

یعنی دین اور ایمان کا ایک اہم شعبہ "حیاء" ہے، یہ حیاء ایسی چیز ہے جو انسان

کو بہت سے گناہ سے بچالیتی ہے، چنانچہ جنسی نوعیت کے جتنے گناہ ہیں، ان سب میں حیاء ایک پردہ اور رکاوٹ بن جاتی ہے، اسی حیاء کی وجہ سے انسان غیر محرم عورت کی طرف نظر نہیں اٹھاسکتا، کسی نامحرم کے پاس جانے اور اس کے پاس تنہائی میں بیٹھنے سے حیاء اس انسان کو روکے گی، اسی طرح اگر عورت حیادار ہے تو وہ حیاء اس کو نامحرم مرد کی طرف دیکھنے سے روکے گی، اور یہ حیاء ہی دراصل باپ اور بیٹی کے درمیان، بھائی اور بہن کے درمیان، سسر اور بہو کے درمیان پردہ ہے، خدانخواستہ اگر کسی جگہ پر کسی وقت اس حیاء کا خاتمہ ہوگیا تو پھر بیٹی اور اجنبی عورت برابر ہے۔

باپ اور بیٹی کے درمیان حیاء کا پردہ

میرے ایک دوست جو بہت بڑے عامل ہیں، ان کے پاس زیادہ عورتوں ہی کی آمد و رفت رہتی ہے، کسی پر جن چڑھا ہوا ہے، کسی پر آسیب کا اثر ہے، کسی پر جادو کا شبہ ہے، کسی کے لئے شادی کی کوشش ہے۔ ایک ماہ پہلے جب میری ان سے ملاقات ہوئی تو وہ میرے کان میں چپکے چپکے کہنے لگے کہ آج کل میرے پاس اکثر عورتیں اپنی یہ پریشانی لے کر آتی ہیں کہ کوئی ایسا تعویذ دے دو کہ باپ کی نظر بیٹی سے ہٹ جائے، اس لئے کہ ہمیں رات کو بار بار اٹھ کر پہرہ دینا پڑتا ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ باپ بیٹی کو پریشان کر رہا ہو۔ پھر کہنے لگے کہ میں تو سن کر کانپ جاتا ہوں کہ ان کو کیا علاج بتاؤں، جب باپ ہی کا دل بیٹی پر آگیا تو اب زمین پر جینے کا کیا حق رہ گیا۔

ٹی وی کا وبال

مگر لوگوں کو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ یہ سب ٹی وی دیکھنے کا نتیجہ ہے، وہ تو کہتے ہیں کہ ٹی وی دیکھنے میں کیا حرج ہے؟ حالانکہ یہ سارا وبال ٹی وی کا ہے، اس لئے کہ ٹی وی پر ننگی فلمیں دیکھ دیکھ کر حیاء کا جنازہ نکل گیا ہے، باپ سے بھی حیاء نکل گئی ہے، اور بھائی سے بھی حیاء نکل گئی ہے، اور جب حیاء باقی نہ رہے تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اذا فاتك الحياء فافعل ماشئت

جب تمہاری حیاء کا خاتمہ ہو جائے تو جو چاہے کرو۔

اس لئے کہ پھر ہر بُرائی آپ کے لئے برابر ہے۔ حیاء ہی یہ بتاتی ہے کہ دیکھ یہ تیری بیٹی ہے اور یہ تیری بہن ہے، یہ تیری ماں ہے اور یہ تیری بہو ہے، اگر حیاء نہیں تو پھر اس کے نزدیک سب خواتین برابر ہیں۔ پھر تو جانوروں جیسی حالت ہوگی، کیونکہ جانور میں بھی حیاء نہیں ہے، اس لئے تو ان کے اندر ماں بہن کا رشتہ بھی نہیں ہے، انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے حیاء کا مادہ رکھا ہے، وہ حیاء ہی اس کو ان باتوں سے روکتی ہے اور جانوروں سے ممتاز کرتی ہے۔

ٹی وی حیاء صاف کرنے کا استرا ہے

بہر حال! یہ ٹی وی حیاء کو صاف کرنے کا استرا ہے، اخلاق کو برباد کرنے کا ذریعہ ہے، ایمان کو غارت کرنے کا سبب ہے، جس طرح استرے

سے سارے سر کے بال صاف ہو جاتے ہیں، اسی طرح ٹی وی اور فلمیں دیکھنے سے انسان کی حیاء کا خاتمہ ہو جاتا ہے، اخلاق کا خاتمہ ہو جاتا ہے، اعمال کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور آخر میں بعض مرتبہ ایمان بھی چلا جاتا ہے۔ بہر حال! جو عورت دوسرے مردوں پر نظر رکھتی ہو اور ان سے ناجائز تعلقات رکھتی ہو تو اس کے لئے یہ عذاب ہے کہ جہنم میں اس کو چھاتیوں کے بل لٹکایا جائے گا، لہٰذا اس گناہ سے بچیں۔

چوتھی عورت پر عذاب کا سبب ''استہزاء''

چوتھی عورت جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حالت میں دیکھا کہ اس کے دونوں پیر سینے سے بندھے ہوئے ہیں اور دونوں ہاتھ سر سے بندھے ہوئے ہیں۔ اس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ عورت ہے جو دنیا میں جنابت اور حیض سے پاک صاف رہنے کا اہتمام نہیں کرتی تھی اور نماز کے ساتھ بڑی لاپرواہی بلکہ استہزا کا معاملہ کرتی تھی۔

غسل فرض میں تاخیر کی حد

مسئلہ یہ ہے کہ جب مرد اور عورت پر غسل فرض ہو جائے تو افضل یہ ہے کہ اسی وقت غسل کر لیں اور اگر اس وقت غسل نہ کریں تو کم از کم استنجاء کر کے وضو کر لیں اور پھر سو جائیں اور اگر یہ بھی نہ کر سکیں تو کم از کم استنجاء کر لیں اور کلی کر لیں اور ہاتھ دھو کر سو جائیں، اور اگر اتنا بھی نہ کر سکیں تو پھر آخری درجہ

یہ ہے کہ صبح صادق ہونے پر طلوع آفتاب سے اتنی دیر پہلے غسل کرلیں کہ اگر مرد ہے تو اس کی نماز فجر باجماعت ادا ہو جائے اور اگر عورت ہے تو غسل سے فراغت کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے نماز فجر ادا کرلے، یہ آخری درجہ ہے، اس سے زیادہ تاخیر کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص جنابت کی حالت میں سو گیا اور پھر سورج نکلنے کے بعد اٹھا تو اس کے لئے یہ عذاب اور وبال ہے، کیونکہ غسل کرنے میں اتنی تاخیر کرنا جس کی وجہ سے جماعت چھوٹ جائے یا نماز قضا ہو جائے، ناجائز اور حرام ہے۔

دیر سے سونے کی نحوست

ہمارے یہاں دیر سے سونے کا ایسا منحوس فیشن چل پڑا ہے جس کی وجہ سے عموماً صبح سویرے اٹھنا مشکل ہوتا ہے، رات کو اتنی دیر جاگنا کہ جس کی وجہ سے فجر کی نماز قضا ہو جائے، جائز نہیں ہے، پھر اگر جنابت کی حالت ہو تو فجر کی نماز کا قضا ہونا اور یقینی ہو جاتا ہے، چاہے وہ مرد ہو یا عورت۔ اور جنابت کی حالت میں اس طرح ساری رات گزارنا کہ فجر کی نماز بھی قضا ہو جائے اور زیادہ ناجائز اور گناہ ہے اور باعث عذاب ہے، لہٰذا اس گناہ سے بھی بچنے کی فکر کرنی چاہئے۔

ماہواری سے پاکی پر فوراً غسل

اسی طرح ماہواری کے معاملے میں بھی یہ حکم ہے کہ جونہی طہارت ہو

جائے اور پاکی کی علامت پائی جائے اور اس وقت کسی نماز کا بھی وقت ہے اور امکان یہ ہے کہ اگر جلدی سے غسل کرلیا جائے تو وقت نکلنے سے پہلے کم از کم ''اللہ اکبر'' کہنے کا وقت مل جائے گا تو اس وقت کی نماز فرض ہو جائے گی اور اگر اس سے زیادہ وقت ملے تو پھر بطریق اولیٰ نماز فرض ہو جائے گی، لہٰذا اس وقت حکم یہ ہے کہ فوراً جلدی سے غسل کر کے نماز پڑھے، مثلاً نماز کا وقت ختم ہونے میں ایک گھنٹہ باقی ہے اور پاکی کی علامت پائی گئی تو وہ فوراً غسل کر کے نماز پڑھے۔ لیکن آج کل خواتین میں یہ مرض عام ہے کہ اس وقت کو لاپرواہی میں گزار دیتی ہیں، چنانچہ اگر رات کو عشاء کے بعد پاک ہوگئیں تو ساری رات بغیر غسل کے ناپاکی کی حالت میں گزار دیں گی، حالانکہ صبح صادق سے پہلے غسل کر کے عشاء کی نماز پڑھنا ان پر فرض ہو چکا ہے، اس لئے ایسی صورت میں ان کو چاہئے کہ غسل کر کے پاک صاف ہو جائیں اور نماز ادا کریں۔ حضرات صحابیات کا آخرت کی فکر کی وجہ سے یہ حال تھا کہ وہ رات کو بار بار اٹھ کر اور چراغ جلا کر دیکھا کرتی تھیں کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ طہارت ہو چکی ہو اور نماز فرض ہو چکی ہو اور ہماری نماز قضا ہو جائے۔ آج کل تو چراغ جلانے کی زحمت بھی نہیں ہے، صرف بٹن دبانے کی دیر ہے، جس میں کوئی دقت نہیں ہے، اس کے باوجود آج کل کی خواتین کے اندر لاپرواہی کرنے اور کئی کئی نمازیں ضائع کرنے کا عام رواج ہے اور ایسی ہی عورتوں کے لئے یہ عذاب اور وبال ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بیان فرمایا۔ لہٰذا جنابت اور ماہواری کے معاملے میں بہت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے کہ اس

کی وجہ سے ہماری کوئی نماز قضا نہ ہونے پائے اور عام حالات میں بھی نماز قضا کرنے سے بچنا ضروری ہے۔

عذاب کا سبب ''نماز کا استہزاء''

اس عذاب کی تیسری وجہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی، وہ نماز کا استہزاء اور مذاق اڑانا ہے اور نماز کو معمولی سمجھ کر اس کی طرف سے لاپرواہی کرنا ہے۔ اس معاملے میں ہمارے عام مردوں اور عورتوں کا تقریباً یکساں حال ہے، چنانچہ جتنے نوجوان ہیں، عموماً ان کے اندر نماز کا اہتمام نہیں، نہ لڑکوں میں اور نہ لڑکیوں میں، اسی طرح آزاد منش عورتوں میں بھی نماز کا کوئی اہتمام نہیں ہے، اور اگر ان سے نماز کے بارے میں کہا جائے تو ایسے طریقے سے جواب دیا جاتا ہے کہ جس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نظر میں نماز کوئی ضروری کام ہی نہیں، حالانکہ شادی ہو یا غمی، لیکن نماز چھوڑنا جائز نہیں، آج کل کی تقریبات میں دیکھئے! ان میں کس طرح لڑکوں اور لڑکیوں اور مردوں اور عورتوں کی نمازیں برباد ہوتی ہیں اور ایسی تقریبات درحقیقت وبال ہیں، اللہ تعالیٰ بچائیں۔ آمین۔

پانچویں خاتون پر عذاب کا سبب ''چغلی''

پانچویں خاتون جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حالت میں دیکھا کہ اس کا چہرہ خنزیر کی طرح ہے اور باقی جسم گدھے کی طرح ہے اور

سانپ بچھو اس کو لپٹے ہوئے ہیں۔ اس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ عورت ہے جس کو جھوٹ بولنے اور چغلی کھانے کی وجہ سے عذاب ہو رہا تھا۔ آپ حضرات جانتے ہیں کہ یہ دونوں گناہ صرف عورتوں کے ساتھ خاص نہیں ہیں بلکہ اگر مردوں کے اندر بھی یہ گناہ پائے جائیں گے تو ان کی بھی پکڑ ہوگئی اور ان پر بھی عذاب ہوگا۔

غیبت اور چغلی میں فرق

ایک گناہ ہے "غیبت" اور ایک گناہ ہے "چغلی" یہ دونوں گناہ ہیں اور حرام ہیں اور دونوں سے بچنا ضروری ہے۔ لیکن ان دونوں میں تھوڑا سا فرق ہے، "غیبت" اسے کہتے ہیں کہ کسی کے پیٹھ پیچھے اس کی اس طرح بُرائی کرنا کہ اگر اس کو معلوم ہو جائے تو وہ اس کو ناپسند کرے۔ مثلاً کسی شخص میں کوئی عیب ہے، اب ہم دوسروں کو جاکر بتا رہے ہیں کہ فلاں شخص میں یہ عیب ہے، اس کا نام غیبت ہے، لیکن اگر ہم کسی شخص کی بُرائی اس کے پیٹھ پیچھے اس نیت سے کریں تاکہ دونوں میں لڑائی ہو اور بدگمانی اور نااتفاقی پیدا ہو تو اس کو "چغلی" کہتے ہیں۔ اور چغلی کا گناہ "غیبت" سے بڑھ کر ہے، اس لئے کہ غیبت میں تو صرف دوسرے کی بُرائی مقصود ہوتی ہے، لیکن چغلی میں تو بُرائی کے علاوہ یہ بھی مقصود ہے کہ ان دونوں کے درمیان لڑائی ہو اور ان دونوں کے درمیان جو دوستی اور محبت اور تعلق ہے وہ ختم ہو جائے، مثلاً ساس نے بہو کی باتیں سسر کے سامنے یا اس کے شوہر کے سامنے اس طرح کیں کہ اب شوہر

بیوی سے خفا ہو رہا ہے اور سسر بھی بہو سے بدگمان ہو رہا ہے، یہ چغلی ہے اور حرام ہے۔ آج کل یہ مسئلہ عام ہے اور ہر گھر کا مسئلہ ہے، ایک گھرانہ جو ساس، بہو، سسر اور شوہر ان چار افراد پر مشتمل ہے، لیکن چاروں ایک دوسرے سے کٹے ہوئے ہیں، اس لئے کہ چاروں اس چغلی کی مصیبت میں مبتلا ہیں اور ہر ایک دوسرے کی چغلی اور بدگمانی میں لگا ہوا ہے، اس کی وجہ سے گھر کا نظام درہم برہم ہوگیا اور گھر کا سکون غارت ہوگیا اور آخرت میں بھی اس پر بڑا عذاب اور وبال ہے۔

ایک چغل خور کا قصہ

ایک چغل خور کا قصہ یاد آیا، ایک شخص نے بازار میں دیکھا کہ ایک شخص اپنا غلام بیچ رہا ہے اور یہ آواز بھی لگا رہا ہے کہ یہ بہت اچھا غلام ہے، اس کے اندر اس کے علاوہ کوئی عیب نہیں ہے کہ یہ کبھی کبھی چغلی کھاتا ہے، کسی شخص نے یہ آواز سنی تو اس نے سوچا کہ اس میں تو کوئی عیب نہیں ہے اور چغلی کھانا تو عام بات ہے، اس میں کیا خرابی ہے، لہٰذا اس غلام کو خرید لینا چاہئے، چنانچہ اس نے سودا کر کے وہ غلام خرید لیا اور اپنے گھر لے آیا، کچھ عرصے تک تو وہ غلام ٹھیک ٹھیک کام کرتا رہا، اس کے بعد اس نے اپنا رنگ دکھانا شروع کیا، چونکہ چغل خوری کے اندر وہ ماہر تھا، اس لئے اس نے چغل خوری کے اندر اپنا کرتب دکھلایا اور سب سے پہلے وہ اپنی مالکہ کے پاس گیا اور اس سے جا کر کہا کہ آپ کے شوہر جو میرے آقا ہیں، وہ کسی عورت سے تعلق رکھتے ہیں اور اس

کے پاس آتے جاتے ہیں اور عنقریب وہ تجھے چھوڑ کر اس سے شادی کرلیں گے، اور میں تیری خیر خواہی کے لئے تجھے بتا رہا ہوں، کسی اور کو مت بتانا۔ یہ باتیں سن کر وہ بیوی بہت گھبرائی اور پریشان ہوئی، پھر خود غلام ہی نے اس کی پریشانی کا علاج بتایا کہ مجھے ایک ترکیب آتی ہے، تم اس پر عمل کرلو، وہ یہ کہ جب تمہارے شوہر سو جائیں تو تم استرے سے ان کی داڑھی کے ایک دو بال کاٹ کر اپنے پاس رکھ لینا، پھر دیکھنا کیا ہوتا ہے، پھر وہ ہمیشہ تمہارے ہو کر رہیں گے، کبھی دوسری عورت کی طرف نظر نہیں اٹھائیں گے۔ عورت نے جواب دیا کہ یہ کیا مشکل کام ہے، یہ تو میں آج ہی کرلوں گی، خدانخواستہ کل کو کچھ اور ہوگیا تو کیا ہوگا۔

اس کے بعد وہ غلام آقا کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ تمہاری بیوی کے دوسرے مردوں سے ناجائز تعلقات ہیں اور عنقریب وہ آپ کو خیرباد کہنے والی ہے اور اس نے یہ تہیہ کرلیا ہے کہ وہ آج رات آپ کو استرے سے ذبح کرے گی، اگر آپ کو میری بات کا یقین نہ ہو تو آپ جھوٹ موٹ سو کر دیکھنا، اگر تمہاری بیوی تمہارا گلا کاٹنے نہ آئے تو مجھے بتانا۔ چنانچہ وہ آقا رات کو جا کر جھوٹ موٹ سو گیا، ادھر اس کی بیوی اس انتظار میں تھی کہ کب ان کی آنکھ لگے تو میں پھر اپنا کام کروں، شوہر کو نیند کہاں آتی، اس لئے اس نے مصنوعی خراٹے لینا شروع کردیئے، اب بیوی کو یقین ہوگیا کہ شوہر صاحب کو نیند آگئی ہے، فوراً استرا لے کر پہنچی اور ابھی گلے پر ہلکا سا استرا رکھا تھا کہ شوہر نے فوراً آنکھیں کھول دیں اور بیوی کو پکڑ کر کہا کہ اچھا تم مجھے ذبح کرنا چاہ رہی تھیں،

غصہ تو پہلے سے ہی آ رہا تھا، اس آقا نے اسی استرے سے بیوی کو ذبح کر دیا، جب بیوی کے خاندان والوں کو پتہ چلا کہ شوہر نے ہماری بیٹی کو ذبح کر دیا ہے تو انہوں نے آ کر اسی استرے سے شوہر کو پکڑ کر ذبح کر دیا، اب شوہر کے خاندان والے بھی آ گئے اور دونوں خاندانوں میں خوب جھگڑا ہوا اور بیسیوں لاشیں گر گئیں۔

گھر کے افراد میں چغلی

آپ نے دیکھا کہ اس غلام نے ذرا سی چغلی کے ذریعہ کس طریقے سے دونوں خاندانوں کو تباہ کر دیا، اسی لئے اس چغلی کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے۔ اب چاہے ہر جگہ چغلی قتل نہ کرائے مگر دل تو پارہ پارہ ہو ہی جاتے ہیں، اب تک بہو اور ساس میں بڑی محبت تھی، لیکن اب چغلی لگا لگا کر دونوں کے دل پھاڑ دیے، اب تک سسر اپنی بہو کے ساتھ بڑی شفقت کے ساتھ پیش آتا تھا، لیکن ساس نے اس کے کان بھر بھر کے بہو کی طرف سے اس کا دل پھاڑ دیا۔ اب گھر کے اندر یہ حال ہو گیا ہے کہ نہ بیٹے کے دل میں باپ کا احترام رہا اور نہ سسر کے دل میں بہو کا احترام رہا اور نہ بہو کے دل میں ساس کی محبت رہی۔

اور یہ چغلی کرنا اور کان بھرنا جس طرح گھر کے افراد کے درمیان ہوتا ہے، اسی طرح گھر کے باہر کے افراد میں بھی ہوتا ہے، مثلاً دوستوں میں، رشتہ داروں میں، اہل تعلقات میں یہ چغلی کھائی جاتی ہے۔ اور کسی کے صرف بتانے

پر پورا یقین کر لیتے ہیں کہ واقعۃً اس نے ایسا کیا ہوگا، جبکہ اس طرح سنی سنائی باتوں پر بلا تحقیق یقین کرنا بھی جائز نہیں۔ بہر حال! یہ چغلی اتنی بری چیز ہے، اس سے بہت زیادہ بچنا چاہئے۔

عذاب کا سبب "جھوٹ بولنا"

اس چغلی کے ساتھ دوسرا گناہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، وہ ہے "جھوٹ بولنا" آپ حضرات جانتے ہی ہیں کہ جھوٹ بولنا کتنا بڑا گناہ ہے اور چغلی کے اندر جھوٹ کا ہونا لازمی ہے، اس لئے کہ جھوٹ کے بغیر چغلی کیسے چلے گی۔ اور جس طرح آج ہمارے معاشرے میں چغلی عام ہے، اسی طرح جھوٹ بھی عام ہے، ہر میدان میں جھوٹ کا ایک ختم نہ ہونے والا سلسلہ ہے، اب جھوٹے سرٹیفکیٹس اور جھوٹی سندیں بنائی جا رہی ہیں، پیسے دے کر انجینئر کی سند لے لو، وکالت کی سند لے لو، جھوٹی سند تیار ہے، اور جھوٹے کاغذات پر ملازمتیں اختیار کی جا رہی ہیں۔ یاد رکھیں! ان تمام صورتوں میں جھوٹ بولنا، لکھنا، بتانا سب حرام ہے اور سخت گناہ ہے۔

تین قسم کے افراد پر قیامت کے دن عذاب

اسی لئے ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف قیامت کے روز نظر رحمت نہیں فرمائیں گے، نہ ان سے بات کریں گے اور نہ ان کا تزکیہ فرمائیں گے

اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

ایک آدمی وہ ہے جو حالت سفر میں ہے اور اس کے پاس ضرورت سے زیادہ پانی موجود ہے، دوسرے مسافر کو پانی کی ضرورت ہے اور وہ اس سے پانی طلب کرتا ہے مگر یہ جھوٹ بول کر پانی دینے سے انکار کر دیتا ہے، اس شخص کے لئے یہ عذاب ہے، البتہ اگر پانی ضرورت کے مطابق ہے تو پھر انکار کر دینا جائز ہے، اس میں کوئی گناہ نہیں۔

جھوٹی قسم کھانے والا

دوسرا شخص جس کو یہ عذاب دیا جائے گا وہ تاجر ہے جو خریدار کو یہ کہتا ہے کہ میں نے یہ چیز اتنے میں خریدی ہے اور تمہیں اتنے میں فروخت کرتا ہوں، اور اس پر قسم بھی کھالے، حالانکہ وہ جو قیمت خرید خریدار کو بتا رہا ہے، اس نے اس قیمت پر وہ چیز نہیں خریدی بلکہ اس سے کم میں خریدی ہے، مثلاً وہ تاجر کہتا ہے کہ میں نے یہ چیز ایک ہزار روپے میں خریدی ہے اور تمہیں بارہ سو روپے میں فروخت کرتا ہوں اور ایک ہزار روپے میں خریدنے پر قسم بھی کھالیتا ہے جبکہ اس نے وہ چیز آٹھ سو روپے میں خریدی ہے، اور قسم کھانے کی وجہ سے خریدار مطمئن ہو گیا اور اس نے مطمئن ہو کر بارہ سو میں وہ چیز خرید لی۔ اگر خریدار کو یہ معلوم ہو جاتا کہ اس نے یہ چیز آٹھ سو میں خریدی ہے تو وہ کبھی بھی اس کو بارہ سو میں نہ خریدتا، لہٰذا اس نے جھوٹی قسم کھائی اور اس جھوٹی قسم پر یہ عذاب ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔

تیسرا شخص وہ ہے جو احسان کر کے جتلاتا ہے، اس کو بھی یہ عذاب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائیں گے اور نہ اس سے بات چیت فرمائیں گے اور نہ اس کا تزکیہ فرمائیں گے اور اس کے لئے دردناک عذاب ہوگا، بعض لوگوں میں احسان جتانے کی بڑی عادت ہوتی ہے، وہ اس گناہ سے بطور خاص بچیں۔

جھوٹ کا رواج عام ہے

بہرحال، یہ تین آدمی ایسے ہیں جن کو دردناک عذاب دیا جائے گا۔ اور وہ دردناک عذاب یہی ہے کہ ان کا چہرہ سور کی طرح ہوگا اور باقی جسم گدھے کی طرح ہوگا اور جہنم کے سانپ بچھو اس کو لپٹے ہوئے ہوں گے۔ یہ عذاب چغلی اور جھوٹ بولنے کی وجہ سے ہوگا، آج ہمارے گھروں میں جھوٹ بولا جاتا ہے، ہمارے بازاروں میں جھوٹ بولا جاتا ہے، ہمارے دفتروں میں جھوٹ بولا جاتا ہے، ہماری تقریبات میں جھوٹ بولا جاتا ہے اور اس جھوٹ کو فیشن کے طور پر اپنا لیا گیا ہے۔ جھوٹ کی بیسیوں جدید قسمیں ہمارے معاشرے میں پائی جاتی ہیں جس پر حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم نے تفصیل سے بیان فرمایا ہے، ان کا وہ بیان کتابی شکل میں ''جھوٹ اور اس کی مروجہ صورتیں'' کے نام سے چھپ چکا ہے، اس کا ضرور مطالعہ کریں اور اپنی اصلاح کریں۔

چھٹی عورت پر عذاب کا سبب ''احسان جتانا''

چھٹی عورت جس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حالت میں دیکھا کہ وہ کتے کی شکل میں ہے اور اس کے منہ سے آگ داخل ہو رہی ہے، اور پاخانے کے راستے سے آگ باہر نکل رہی ہے اور فرشتے جہنم کے گرز سے اس کو مار رہے ہیں۔ اس کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس عورت کو یہ عذاب دو گناہوں کی وجہ سے ہو رہا ہے، ایک حسد کرنے کی وجہ سے اور دوسرے احسان جتانے کی وجہ سے۔ یہ دونوں گناہ ایسے ہیں جو مردوں کے اندر بھی پائے جاسکتے ہیں، مرد بھی حسد کر سکتے ہیں اور احسان جتا سکتے ہیں، اس لئے اس دردناک عذاب کے وہ بھی مستحق ہو سکتے ہیں، اگر خواتین ان گناہوں کو کریں گی اور توبہ نہیں کریں گی تو وہ بھی اس عذاب کے اندر مبتلا ہوں گی۔

احسان جتانے کا مطلب

احسان جتانے کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے کسی کے ساتھ حسن سلوک کیا، لیکن جب ہمارا موقع آیا کہ ہمارے ساتھ کوئی ہمدردی کرے اور احسان کرے اور ہمارے ساتھ کوئی تعاون کرے تو اس وقت اگر اس شخص نے ہمارے ساتھ تعاون نہ کیا تو اب فوراً یہ احسان جتا دیتے ہیں کہ تمہارے موقع پر تو ہم نے تمہاری بڑی خدمت کی اور تمہارے بہت کام آئے، لیکن ہمارے موقع پر تم

نے طوطے کی طرح آنکھیں پھیرلیں۔ یہ ہے احسان جتانا۔ یہ بات خواتین میں بہت پائی جاتی ہے، شادی بیاہ کے موقع پر یا بیماری کے موقع پر اگر ایک عورت نے خدمت کردی اور اس کے موقع پر دوسری نے خدمت نہ کی تو اب وہ عورت سارے محلّے میں ڈھنڈورہ پیٹے گی اور جو بھی اس کے پاس آئے گا، اس کے سامنے یہ جتائے گی کہ ہم نے اس کے ساتھ فلاں خیر خواہی کی اور مدد کی اور ایسا کیا، اور آج جب ہمارا موقع ہوا تو اس نے ہمارے ساتھ یہ سلوک کیا۔ اس لئے مردوں اور عورتوں کو چاہئے کہ جس کی کوئی خدمت کریں وہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کریں اور اللہ تعالیٰ ہی سے اس کے اجر کی امید رکھیں اور کسی سے کوئی خدمت اور بدلے کی امید ہی نہ رکھیں اور جب کسی سے کوئی امید نہ ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ سے صرف امید ہوگی تو پھر وہ شکوہ اور گلہ دل میں پیدا نہ ہوگا۔ گھر کے اندر بھی اس کی عادت رہے اور گھر کے باہر دوستوں میں بھی اس کی عادت رہے کہ جو کچھ کرنا ہے، صرف اللہ تعالیٰ کے لئے کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھیں اور دوستوں سے، احباب سے، رشتہ داروں سے بدلہ کی کوئی امید نہ رکھیں اور نہ توقع رکھیں، اگر وہ کریں تو ان کا احسان سمجھیں اور اگر نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ہی پر نظر رکھیں، بس اس عمل سے انشاء اللہ دل میں پریشانی اور تکلیف پیدا نہیں ہوگی۔

عذاب کا دوسرا سبب ”حسد کرنا“

اسی طرح آج کل حسد بھی اتنا پیدا ہوگیا ہے کہ کوئی شخص دوسرے کو

کھاتا نہیں دیکھ سکتا، پیتا نہیں دیکھ سکتا ہے،، پہنتا نہیں دیکھ سکتا، رہتا نہیں دیکھ سکتا، یہ حسد مردوں میں بھی پایا جاتا ہے اور عورتوں میں زیادہ پایا جاتا ہے، مثلاً کسی کے بہت اچھے کپڑے دیکھے تو دل میں حسد پیدا ہو رہا ہے، کسی کا اچھا گھر دیکھا تو حسد پیدا ہو رہا ہے، کسی کو دیکھا کہ اس کی بڑی تیزی سے ترقی ہو رہی ہے تو اس پر حسد ہو رہا ہے، کسی کے منصب اور عہدہ پر حسد ہو رہا ہے، کسی کی خوبصورتی پر، کسی کی مال داری پر، کسی کی صحت پر، کسی کے حسن و جمال پر، کسی کے مال و منال پر، کسی کے اہل و عیال پر، غرض یہ کہ جتنی نعمتیں دوسروں کو حاصل ہیں ان کو دیکھ دیکھ کر حسد پیدا ہو رہا ہے۔

حسد کا مطلب

حسد کے معنی یہ ہیں کہ انسان دوسرے کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر دل میں جلے اور یہ تمنا کرے کہ اس سے یہ نعمت چھن جائے یعنی ''زوال نعمت کی تمنا کرنا'' اس کا نام حسد ہے اور یہ گناہ کبیرہ ہے اور ایسا گناہ ہے کہ اس کی وجہ سے اس عورت کو دردناک عذاب ہو رہا تھا جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بیان فرمایا۔

خلاصہ

بہرحال! یہ چار گناہ ایسے ہیں جو مردوں میں بھی پائے جاتے ہیں اور عورتوں میں بھی، ایک جھوٹ بولنا، دوسرے چغلی کھانا، تیسرے احسان جتانا،

چوتھے حسد کرنا، یہ چاروں گناہ ایسے ہیں جو ہمارے معاشرے کے اندر عام ہیں، اگر خدانخواستہ یہ گناہ کسی کے اندر ہوں تو اس کے لئے آخرت میں بھی عذاب ہے اور دنیا کی زندگی بھی اس کے لئے باعث وبال ہے، اس لئے ان سب سے توبہ کرنی چاہئے اور بچنا چاہئے۔

بہر حال! یہ چھ عورتیں ہیں جن کا ذکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بالترتیب بیان فرمایا ہے اور ان گناہوں کا تعلق خواتین سے بھی ہے اور مردوں سے بھی ہے، لہٰذا ان تمام گناہوں سے خواتین وحضرات سب کو بچنے کی فکر کرنی چاہئے، تاکہ جہنم کے عذاب سے بچ سکیں۔ اب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

نماز کی بعض اہم کوتاہیاں

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱۔ لیاقت آباد، کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرم
گلشن اقبال کراچی
وقت خطاب : بعد نماز عصر تا مغرب
اصلاحی بیانات : جلد نمبر اوّل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمْ ط

نماز کی بعض اہم کوتاہیاں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا۔ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُاَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُاَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا

اَمَّا بَعْدُ!۔

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

الَّذِی خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً ط

(سورۂ ملک آیت ۲)

اپنی اصلاح کی فکر

میرے قابل احترام بزرگو! اس وقت میں ایک اہم عمل کی دو کوتاہیوں کی طرف آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں تا کہ وہ کوتاہیاں دور ہو جائیں۔ ویسے تو ہماری ہر حالت قابل اصلاح ہے، اور ہمارا ہر عمل کوتاہیوں سے بھرا ہوا ہے، لیکن بعض اعمال جو بہت اہم ہیں، ان میں ہونے والی کوتاہی بہت زیادہ قابل توجہ اور قابل اصلاح ہے، یہ کوتاہی عام مردوں، عورتوں، لڑکوں اور لڑکیوں میں پائی جاتی ہے۔ اور ہم سب کے یہاں جمع ہونے کا اصل مقصد یہی ہے کہ ہم سب اپنی اصلاح کریں اور اپنے اعمال و اخلاق میں جو خرابیاں پائی جاتی ہیں ان کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کوتاہیوں کو ختم کرنے اور اپنی اصلاح کی فکر عطا فرمائیں۔ آمین۔

نماز کی اہمیت

وہ اہم ترین عمل جس میں یہ دو کوتاہیاں پائی جاتی ہیں، وہ نماز ہے۔ یہ پانچ وقت کی نماز جو ہم پڑھتے ہیں، یہ معمولی عمل نہیں ہے، یہ بہت اہم ترین عمل ہے، اللہ تعالیٰ اس کی اہمیت ہمارے دلوں میں پیدا کردیں۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ نے ابتدا میں پچاس نمازیں فرض فرمائی تھیں، اور پھر سرکار دو

عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے صرف پانچ نمازیں باقی رہ گئیں، پینتالیس نمازیں اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادیں، اور صرف معاف ہی نہیں فرمائیں بلکہ یہ بھی فرمادیا کہ ہم پانچ نمازوں پر پچاس نمازوں کا ثواب بھی عطا فرمائیں گے۔ آپ اندازہ لگائیں کہ چوبیس گھنٹے میں پچاس نمازیں فرض ہونا معمولی بات نہیں، بلکہ یہ اس کی غیر معمولی اہمیت کی دلیل ہے۔ اوران پانچ نمازوں کی اہمیت کے بارے میں بھی بعض روایات میں عجیب بات بیان کی گئی ہے:

سب سے پہلے نماز فجر حضرت آدم علیہ السلام نے ادا کی

وہ یہ کہ ہم جو فجر کی نماز ادا کرتے ہیں اور اس میں دو رکعتیں فرض پڑھتے ہیں، اس کی حکمت یہ ہے کہ فجر کی نماز سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے ادا فرمائی، جس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں اتارا، اس وقت دنیا میں رات چھائی ہوئی تھی، حضرت آدم علیہ السلام جنت کی روشنی سے نکل کر دنیا کی اس تاریک اور اندھیری رات میں دنیا میں تشریف لائے، اس وقت ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا، حضرت آدم علیہ السلام کو بڑی تشویش اور پریشانی لاحق ہوئی کہ یہ دنیا اتنی تاریک ہے، یہاں زندگی کیسے گزرے گی؟ نہ کوئی چیز نظر آتی ہے، نہ جگہ سمجھ میں آتی ہے کہ کہاں ہیں اور کہاں جائیں؟ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے، چنانچہ خوف محسوس ہونے لگا، اس کے بعد آہستہ آہستہ روشنی ہونے لگی اور صبح کا نور چمکنے لگا، صبح صادق ظاہر ہوئی تو حضرت آدم علیہ السلام کی جان میں جان آئی، اس وقت حضرت آدم علیہ السلام نے سورج

نکلنے سے پہلے دو رکعتیں بطور شکرانہ ادا فرمائیں، ایک رکعت رات کی تاریکی جانے کے شکرانے میں ادا فرمائی، اور ایک رکعت دن کی روشنی نمودار ہونے کے شکرانے میں ادا فرمائی، یہ دو رکعتیں اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند آئیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت پر فرض فرما دیا۔ (عنایہ) اس سے اندازہ لگائیں کہ یہ فجر کی نماز کتنی اہم نماز ہے۔

نمازِ ظہر کی فرضیت

اسی طرح ظہر کی چار رکعت ہم ادا کرتے ہیں۔ یہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ادا فرمائی تھیں، اور اس وقت ادا فرمائی تھیں جس وقت وہ اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے امتحان میں کامیاب ہوگئے تھے، ایک رکعت تو اس امتحان میں کامیابی پر شکرانہ کے طور پر ادا فرمائی کہ یا اللہ! آپ کا شکر ہے کہ آپ کی مدد سے میں اس مشکل امتحان میں کامیاب ہوگیا۔ دوسری رکعت اس بات کے شکرانے میں ادا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے عوض جنت سے ایک مینڈھا اتار دیا، چونکہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک خصوصی انعام تھا، اس لئے اس کے شکرانے کے طور پر دوسری رکعت ادا فرمائی۔ تیسری رکعت اس شکرانے میں ادا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر براہ راست حضرت ابراہیم علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰاِبْرٰهِيْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا

كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ○

(سورۃ الصافات آیت۱۰۴،۱۰۵)

یعنی ہم نے آواز دی اے ابراہیم ! بلاشبہ تم نے اپنا خواب سچا کر دکھایا، ہم نیکوکاروں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔

اس خطاب کے شکرانے میں تیسری رکعت ادا فرمائی۔ چوتھی رکعت اس بات کے شکرانے میں ادا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا صابر بیٹا عطا فرمایا جو اس سخت امتحان کے اندر بھی نہایت صابر اور متحمل رہا اور صبر کا پہاڑ بن گیا، اگر وہ متزلزل ہو جاتا تو میرے لئے اللہ کا حکم پورا کرنا دشوار ہو جاتا، چنانچہ خواب دیکھنے کے بعد بیٹے ہی سے مشورہ کیا کہ اے بیٹے! میں نے یہ خواب دیکھا ہے، تم غور کرلو، تمہارا کیا ارادہ ہے؟ بیٹے نے جواب دیا: ابا جان! آپ کو جو حکم ملا ہے وہ آپ کر گزریئے، عنقریب انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ ایسا صابر اور متحمل بیٹا ملنے کے شکرانے میں چوتھی رکعت ادا فرمائی۔ اس طرح یہ چار رکعتیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ظہر کے وقت بطور شکرانے کے ادا فرمائی تھیں، اللہ تعالیٰ کو ایسی پسند آئیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر فرض فرمادیں۔ (عنایہ)

نماز عصر کی فرضیت

نماز عصر کی چار رکعتیں سب سے پہلے حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ادا فرمائیں۔ جس وقت وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے، وہاں انہوں نے اللہ

تعالیٰ کو پکارا، جس کو اللہ نے اس طرح نقل فرمایا:

فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ ۝

(سورۂ انبیاء، آیت ۸۷،۸۸)

چنانچہ انہوں نے ہمیں تاریکیوں میں پکارا کہ:

لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝

تو ہم نے ان کی دعا قبول کرلی اور ہم نے ان کو اس گھٹن سے نجات دیدی (جو ان کو مچھلی کے پیٹ میں ہو رہی تھی) اسی طرح ہم ایمانداروں کو نجات دیتے ہیں۔

چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو مچھلی کے پیٹ سے باہر نکالا تو انہوں نے شکرانے کے طور پر چار رکعت نماز ادا فرمائیں، اور یہ چار رکعتیں اس لئے ادا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو چار تاریکیوں سے نجات عطا فرمائی تھی: ایک مچھلی کے پیٹ کی تاریکی سے، دوسرے پانی کی تاریکی سے، تیسرے بادل کی تاریکی سے اور چوتھے رات کی تاریکی سے، ان چار تاریکیوں سے نجات کے شکرانے میں عصر کے وقت حضرت یونس علیہ السلام نے چار رکعت نماز ادا فرمائی، اللہ تعالیٰ کو یہ چار رکعت اتنی پسند آئیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت پر ان کو فرض فرمادیا۔ (عنایہ)

نماز مغرب کی فرضیت

مغرب کی تین رکعتیں سب سے پہلے حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ادا فرمائیں۔ اگرچہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے گناہ سرزد نہیں ہوتے، وہ گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں، لیکن بعض اوقات کوئی نامناسب کام، یا کوئی لغزش، یا کوئی خلاف ادب کام بھی ان سے ذرہ برابر سرزد ہو جائے تو اس پر بھی انہیں تنبیہ کی جاتی ہے اور ان کو توجہ دلائی جاتی ہے، اور ان کی اصلاح کی جاتی ہے۔ بہرحال حضرت داؤد علیہ السلام کی کسی لغزش کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے ان کی بخشش کا اعلان فرمایا کہ:

فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ۔

یعنی ہم نے ان کی مغفرت کر دی۔

تو اس وقت حضرت داؤد علیہ السلام نے اس بخشش کے شکرانے میں مغرب کے وقت چار رکعت نماز کی نیت باندھی، جب تین رکعت ادا فرمالیں تو اس کے بعد آپ پر اپنی لغزش کے احساس کا ایسا غلبہ ہوا کہ آپ پر بے ساختہ گریہ طاری ہوگیا، اور ایسا گریہ طاری ہوا کہ اس کی شدّت کی وجہ سے چوتھی رکعت نہ پڑھ سکے، چنانچہ تین رکعت ہی پر آپ نے اکتفا فرمایا (بذل المجھود) اور چوتھی رکعت پڑھنے کی ہمت نہ رہی۔ یہ تین رکعت اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند آئیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر ان کو مغرب کے وقت فرض فرما دیا۔

نمازِ عشاء کی فرضیت

عشاء کے وقت جو چار رکعت ہم ادا کرتے ہیں، اس کے بارے میں دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ نماز ادا فرمائی، جس وقت آپ حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس دس سال قیام کرنے کے بعد اپنے اہل وعیال کے ساتھ مصر واپس تشریف لا رہے تھے اور آپ کے گھر میں سے امید سے تھیں، ولادت کا وقت قریب تھا اور سفر بھی خاصا طویل تھا، اس وقت آپ کو بڑی ایک فکر یہ لاحق تھی کہ یہ اتنا لمبا سفر کیسے پورا ہوگا؟ دوسرے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی فکر تھی، تیسرے فرعون جو آپ کا جانی دشمن تھا اس کا خوف اور اس کی طرف سے فکر لاحق تھی، اور چوتھے ہونے والی اولاد کی فکر لاحق تھی، ان چار پریشانیوں کے ساتھ آپ سفر کر رہے تھے، پھر سفر کے دوران صحیح راستے سے بھی ہٹ گئے جس کی وجہ سے پریشانی میں اور اضافہ ہوگیا، اسی پریشانی کے عالم میں چلتے چلتے آپ کوہ طور کے قریب اس کے مغربی اور داہنی جانب پہنچ گئے، رات اندھیری، ٹھنڈی اور برفانی تھی، اہلیہ محترمہ کو ولادت کی تکلیف شروع ہوگئی، چقماق پتھر سے آگ نہ نکلی، اسی حیرانی اور پریشانی کے عالم میں دیکھا کہ کوہ طور پر کچھ آگ جل رہی ہے، آپ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ آپ یہاں ٹھہریں میں کوہ طور سے آگ کا کوئی شعلہ لے کر آتا ہوں۔ جب کوہ طور پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا اور آپ کو بطور خاص ہم

کلامی کی نعمت سے نوازا گیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِیَ یٰمُوْسٰی ○ اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ ۔ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی ○ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰی ○

(سورۂ طٰہٰ، آیت ۱۱ تا ۱۳)

پھر جب وہ اس آگ کے پاس پہنچے تو ان کو منجانب اللہ آواز دی گئی کہ اے موسیٰ! میں تمہارا رب ہوں، آپ اپنے جوتے اتار دیں، اس لئے کہ آپ مقدس وادی طویٰ میں ہیں، اور میں نے آپ کو اپنی رسالت کے لئے منتخب کرلیا ہے، لہٰذا جو وحی آپ کی طرف بھیجی جارہی ہے اس کو غور سے سنیں۔

بہرحال، جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ انعام حاصل ہوا تو آپ کی چاروں پریشانیوں کا خاتمہ ہوگیا۔ کسی نے بڑا اچھا شعر کہا ہے ؎

تو ملے تو کوئی مرض نہیں
نہ ملے تو کوئی دوا نہیں

اس موقع پر عشاء کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان چار پریشانیوں سے نجات کے شکرانے میں چار رکعتیں نماز ادا فرمائیں۔ یہ چار رکعت اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند آئیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر ان کو فرض فرمادیا۔ (عنایہ)

دوسری روایت یہ ہے کہ یہ عشاء کی نماز سب سے پہلے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمائی (بذل المجہود) اس لئے یہ نماز بہت اہم عمل ہے۔

اسی وجہ سے آخرت میں عقائد کے بعد سب سے پہلے نماز ہی کے بارے میں سوال ہوگا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جس شخص کی نماز صحیح نکلے گی تو اس کے باقی اعمال بھی صحیح نکلتے چلے جائیں گے، اور خدانخواستہ اگر کسی شخص کی نماز صحیح نہ نکلی تو پھر اس کے باقی اعمال بھی بگڑے ہوئے اور خراب نکلیں گے اور وہ مصیبت میں گرفتار ہوتا چلا جائے گا۔ اس لئے نماز کو بہت زیادہ اہتمام کے ساتھ سدھارنے اور سنوارنے کی ضرورت ہے، اور یوں تو کسی عمل میں بھی کوتاہی نہ ہونی چاہئے لیکن نماز کے معاملے میں بہت زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔

نمازی آدمی دوسرے فرائض بھی بخوبی انجام دیتا ہے

ہمارے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان سنایا کرتے تھے کہ انہوں نے اپنی خلافت کے دور میں تمام گورنروں کے نام یہ فرمان جاری کیا تھا کہ:

> تمہارے جتنے فرائض اور جتنی ذمہ داریاں ہیں، میرے نزدیک ان میں سب سے اہم چیز نماز ہے، جس نے اس کا حق ادا کیا تو میں توقع کرتا ہوں کہ وہ باقی فرائض

بھی خوش اسلوبی سے انجام دے گا اور جس شخص نے
نماز کو ضائع کر دیا تو وہ دوسرے فرائض کو اس سے
زیادہ ضائع کرے گا اور ان میں کوتاہی کرے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ ایک مؤمن کی کسوٹی اس کی نماز ہے، جس شخص کی نماز مکمل ہوگی وہ انشاء اللہ روزے بھی رکھے گا، وہ حج بھی کرے گا، زکوٰۃ بھی دے گا، اور دوسرے حقوق بھی ادا کرے گا، اور جو شخص نماز ہی نہیں پڑھتا تو وہ روزے کیسے رکھے گا؟ دوسرے اعمال صالحہ اور حقوق کی طرف کیسے توجہ دے گا؟ اس لئے یہ ضروری ہے کہ نماز کی طرف ہماری خاص توجہ ہو، اور نماز میں جو کوتاہیاں ہم سے سرزد ہو رہی ہیں، وہ ہم سے دور ہوں اور ہم ان کوتاہیوں کو دور کرنے کی فکر کریں۔

بدترین چور

نماز کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور ارشاد ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ بدترین چور وہ ہے جو نماز میں سے چوری کرے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! نماز میں سے کیسے چوری کرے گا؟ آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ (نماز میں سے چوری یہ ہے کہ نمازی) رکوع سجدہ صحیح نہ کرے، اچھی طرح نہ کرے (الترغیب) جس طرح سنّت کے مطابق ادائیگی ہونی چاہئے۔ اس طرح ان کی ادائیگی نہ کرے، یہ نماز کی چوری ہے۔ یہ کوتاہیاں جو میں ابھی عرض کرنے والا ہوں، ان سے آپ کو اندازہ ہوگا

کہ ان کی وجہ سے نماز میں کس قدر خرابی اور بگاڑ پیدا ہوتا ہے، اور افسوس کہ ان کی طرف ہماری توجہ نہیں۔

رکوع، سجدہ، قومہ اور جلسہ کی کوتاہیاں

عام طور پر نماز میں چار جگہوں پر ہم سے کوتاہی ہوتی ہے:

۞......ایک رکوع میں

۞......دوسرے سجدے میں

۞......تیسرے قومہ میں

۞......چوتھے جلسہ میں

جہاں تک رکوع اور سجدہ کا تعلق ہے وہ تو کسی نہ کسی طرح ہم ادا کر ہی لیتے ہیں اگرچہ سنت کے مطابق نہیں کرتے، لیکن قومہ اور جلسہ میں بہت زیادہ کوتاہی پائی جاتی ہے۔ رکوع اور سجدہ فرض ہیں اور قومہ اور جلسہ واجب ہیں، رکوع سے سیدھا کھڑے ہونے کو ''قومہ'' کہتے ہیں اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کو ''جلسہ'' کہتے ہیں۔ رکوع کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ کمر سیدھی ہو جائے اور سر کمر کے برابر ہو، رکوع میں جاتے ہی فوراً کھڑے ہو جانا درست نہیں ہے، جیسے بعض لوگ ذرا سا جھک کر فوراً کھڑے ہو جاتے ہیں، اسی طرح سجدے میں زمین پر ناک ٹکتے ہی فوراً اٹھ بیٹھتے ہیں۔

''قومہ'' کا حکم یہ ہے کہ جب ہم رکوع کر کے کھڑے ہوں تو بالکل سیدھے کھڑے ہو جائیں، اس کے بعد سجدہ میں جائیں۔ ''جلسہ'' میں حکم یہ

ہے کہ پہلا سجدہ ادا کرنے کے بعد کمر سیدھی کر کے اطمینان سے بیٹھ جائیں، پھر دوسرے سجدے میں جائیں۔ لیکن آپ حضرات نے دیکھا ہوگا کہ بعض لوگ جلدی کی وجہ سے ان دونوں جگہوں پر اپنی کمر سیدھی نہیں ہونے دیتے، رکوع سے ذرا سا سر اٹھائیں گے اور ابھی کمر آدھی سیدھی آدھی ٹیڑھی ہوگی بس فوراً اسی وقت سجدے میں چلے جائیں گے، اسی طرح ایک سجدہ کر کے جب بیٹھیں گے تو ابھی پوری طرح بیٹھنے بھی نہیں پائیں گے اور کمر بھی سیدھی نہیں ہوگی کہ فوراً دوسرے سجدے میں چلے جائیں گے، اس جلد بازی نے قومہ کو بھی خراب کر دیا اور جلسہ کو بھی خراب کر دیا۔ یاد رکھیں! قصداً قومہ میں کمر کو معمولی سا سیدھا کر کے اور ذرا سی گردن اٹھا کر اور کھڑے ہونے کا صرف ہلکا سا اشارہ کر کے سجدے میں چلے جانے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور نماز کو لوٹانا واجب ہو جاتا ہے، اس لئے سختی کے ساتھ اس سے پرہیز کریں۔

رکوع اور سجدہ کے تین درجات

رکوع اور سجدے کے اندر تین درجے ہیں، ایک درجہ فرض کا ہے، ایک درجہ واجب کا ہے اور ایک درجہ سنّت کا ہے۔ (معارف السنن) اور فرض کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ چھوٹ جائے تو نماز نہیں ہوتی، اور فرض کی تلافی سجدہ سہو کرنے سے بھی نہیں ہوگی، لہٰذا اگر فرض ادا نہیں کیا تو سرے سے نماز ہی نہیں ہوگی، دوبارہ پڑھنی پڑے گی۔

واجب کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ بھول سے چھوٹ جائے تو سجدہ سہو کرنے

سے نماز درست ہو جائے گی، اور اگر جان بوجھ کر واجب چھوڑ دیا تو نماز نہیں ہوگی، دوبارہ پڑھنی ہوگی۔ اور سنّت کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کو ادا کرے تو وہ باعث اجر وثواب ہے، بلکہ سنّت پر عمل کرنے سے عمل کے اندر نورانیت پیدا ہو جاتی ہے، مقبولیت اور محبوبیت پیدا ہو جاتی ہے، اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیئت اور آپ کا نمونہ اور آپ کے فعل کے نقل کی بدولت وہ عمل بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں پاس ہو جاتا ہے، اور اگر سنّت ادا نہیں کی صرف فرض و واجب ادا کر لئے تو یہی کہا جائے گا کہ نماز ہوگئی۔

ان تین درجات کی تفصیل

رکوع اور سجدہ کا فرض درجہ: قیام سے رکوع میں جانے کے لئے نمازی اپنے جسم کو حرکت دیتا ہے اور جسم کے اوپر والے حصّے کو جھکاتا ہے اور دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑ لیتا ہے، جہاں جا کر یہ حرکت ختم ہو جائے اور جھکنے کا عمل پورا ہو جائے تو بس فرض ادا ہوگیا، اسی طرح جب سجدہ میں پیشانی اور ناک زمین سے ٹک گئی تو فرض ادا ہوگیا، لہٰذا اگر کوئی شخص رکوع میں اتنا جھکے بغیر کہ دونوں ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں کھڑا ہوگیا یا سجدہ میں ناک اور پیشانی ٹکائے بغیر اٹھ بیٹھا تو اس صورت میں رکوع اور سجدہ کا فرض ادا نہیں ہوا، لہٰذا نماز بھی نہیں ہوئی۔

رکوع اور سجدہ کا واجب درجہ

دوسرا درجہ واجب ہے، وہ یہ کہ رکوع اور سجدے میں جانے کے بعد اتنی

دیر ٹھہرے رہیں جتنی دیر میں ایک مرتبہ ’’اللہ اکبر‘‘ یا ’’سبحان اللہ‘‘ کہہ سکیں، اتنی مقدار رکوع اور سجدے میں رہنا واجب ہے۔ اگر کسی نے اس میں کوتاہی کی اور رکوع اور سجدے میں جانے کے بعد اتنی دیر بھی نہ رکا بلکہ رکوع میں جھکتے اور گھٹنے تک ہاتھ پہنچتے ہی کھڑا ہوگیا یا سجدے میں زمین پر پیشانی اور ناک ٹکتے ہی بیٹھ گیا تو اس صورت میں اس نے واجب درجہ چھوڑ دیا، اگر جان بوجھ کر چھوڑا یا مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ایسا کیا ہو تو چونکہ احکام شریعت میں جہالت معتبر نہیں، اس لئے دونوں صورتوں میں اس کو نماز دوبارہ لوٹانی پڑے گی، البتہ اگر بھول کر ایک تسبیح کی مقدار کے برابر رکوع اور سجدہ نہ کیا تو ایسی صورت میں سجدہ سہو کرنا ضروری ہے، سجدہ سہو کرنے سے نماز درست ہو جائے گی اور اگر سجدہ سہو نہیں کیا تو نماز دوبارہ پڑھنا ضروری ہے یعنی اس کا اعادہ واجب ہے۔

رکوع اور سجدہ کا مسنون درجہ یہ ہے کہ کم از کم تین مرتبہ تسبیحات پڑھی جائیں۔

قومہ اور جلسہ کے دو درجات

قومہ کے اندر دو درجے ہیں اور جلسہ کے اندر بھی دو درجے ہیں: ایک درجہ واجب ہے اور ایک درجہ سنت ہے۔

نماز میں جلد بازی کا نتیجہ

تاہم اگر ہم اپنی نمازوں پر غور کریں گے تو یہی نظر آئے گا کہ ہم نماز

بھی جلدی پڑھنے کے عادی ہیں، عام طور پر مردوں کو دکانداری کی وجہ سے جلدی ہوتی ہے یا ملازمت کی وجہ سے، اور خواتین کو امور خانہ داری کی وجہ سے، یا تقریبات میں آنے اور جانے کی وجہ سے جلدی ہوتی ہے، گویا دنیا کے ہر کام کی وجہ سے ہماری نمازوں میں تیزی آ جاتی ہے، اور ایسی عجلت آ جاتی ہے کہ اس وقت ہماری نماز اٹھک بیٹھک کے سوا کچھ نہیں رہتی الا ماشاء اللہ، ایسے موقع پر نہ قومہ صحیح ہوتا ہے اور نہ جلسہ صحیح ہوتا ہے، رکوع سے اٹھنے کے بعد ابھی کمر سیدھی نہیں ہوتی کہ فوراً سجدے میں چلے جاتے ہیں اور پہلے سجدے سے ابھی سیدھے بیٹھنے بھی نہیں پاتے کہ فوراً دوسرے سجدے میں چلے جاتے ہیں جس کی وجہ سے قومہ اور جلسہ کا واجب درجہ بھی چھوٹ جاتا ہے، اور جب قصداً واجب چھوٹ گیا تو نماز نہیں ہوئی۔ بعض خواتین بھی بہت جلدی نماز پڑھنے کی عادی ہوتی ہیں جس کی وجہ سے یہ خطرہ ہوتا ہے کہ ان کے قومہ اور جلسے میں واجب درجہ بھی ادا نہ ہوا ہو۔ لہٰذا قومہ اور جلسہ کا واجب درجہ ادا کرنے کا خاص اہتمام کرنا چاہیے۔

''قومہ'' اور ''جلسہ'' کا واجب درجہ

قومہ کا واجب درجہ یہ ہے کہ رکوع سے اٹھنے کے بعد اتنی دیر سیدھے کھڑے رہیں جتنی دیر میں ایک مرتبہ ''اللہ اکبر'' یا ''سبحان اللہ'' کہہ سکیں، اتنی مقدار سیدھا کھڑے رہنا واجب ہے، اسی طرح جلسہ میں بھی ایک سجدہ کرنے کے بعد اتنی دیر سیدھے بیٹھنا واجب ہے جتنی دیر میں ایک مرتبہ ''سبحان اللہ''

کہہ سکیں، اگر کسی نے اس میں کوتاہی کی اور ایک سجدہ ادا کرنے کے بعد فوراً ہی دوسرا سجدہ کرلیا اور ایک تسبیح کی مقدار بھی نہیں بیٹھا، یا قومہ کے اندر ایک تسبیح کی مقدار کے برابر کھڑے رہنے کے بجائے فوراً سجدہ میں چلا گیا تو اس صورت میں واجب درجہ چھوڑ دیا، اگر جان بوجھ کو چھوڑ دیا یا مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ایسا کیا ہو تو چونکہ احکام شریعت میں جہالت معتبر نہیں، اس لئے دونوں صورتوں میں اس کو نماز دوبارہ لوٹانی پڑے گی، البتہ اگر بھول کر ایک تسبیح کی مقدار کے برابر قومہ نہیں کیا یا جلسہ نہیں کیا تو ایسی صورت میں سجدہ سہو کرنا ضروری ہے، سجدہ سہو کرنے سے نماز درست ہو جائے گی، اگر سجدہ سہو نہیں کیا تو نماز دوبارہ پڑھنا ضروری ہے یعنی اس کا اعادہ واجب ہے۔

نماز میں ٹھہراؤ اور سکون

اس لئے میرے عزیزو! ہم لوگوں سے عام طور پر قومہ کا واجب درجہ چھوٹ جاتا ہے اور اس طرف توجہ نہیں رہتی، نہ مردوں کو توجہ رہتی ہے نہ خواتین کو توجہ رہتی ہے، ذرا بھی کوئی عجلت کا کام سامنے آتا ہے تو ہم اتنی تیزی سے نماز ادا کر لیتے ہیں کہ اس میں قومہ اور جلسہ برائے نام ہی ہوتا ہے، اور اس میں اس بات کا خطرہ رہتا ہے کہ کہیں واجب درجہ نہ چھوٹ گیا ہو، لہٰذا یہ ضروری ہے کہ ہماری انفرادی نماز بھی امام کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز کی طرح زیادہ ٹھہراؤ کے ساتھ ادا ہو، لیکن معاملہ بالکل الٹا ہے، امام کے پیچھے تو ہمیں مجبوراً اطمینان کے ساتھ نماز پڑھنی پڑتی ہے، لیکن انفرادی نماز کو اپنے

معمول کے مطابق نہایت جلد بازی کے ساتھ ادا کرتے ہیں، حالانکہ ہونا یہ چاہئے کہ ہماری انفرادی نماز بھی زیادہ سے زیادہ سکون اور اطمینان اور وقار کے ساتھ ادا ہو۔

رکوع، سجدہ، قومہ اور جلسہ کا برابر ہونا

ایک حدیث میں ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع، سجدہ، قومہ اور جلسہ تقریباً سب برابر ہوتے تھے، لہٰذا جتنا وقفہ رکوع اور سجدہ میں ہوتا تھا، اتنا ہی وقفہ قومہ اور جلسہ میں ہوتا تھا، البتہ قیام اور قعدہ طویل ہوتا تھا، اس لئے کہ قیام کے اندر تلاوت ہوتی تھی اور قعدہ کے اندر تشہد پڑھنا ہوتا تھا، اس لئے یہ دونوں ارکان تو رکوع سجدہ کے مقابلے میں طویل ہوتے تھے، لیکن باقی چاروں ارکان یعنی قومہ، جلسہ، رکوع اور سجدہ تقریباً برابر ہوتے تھے۔ البتہ کبھی کبھار کسی رکن میں اتنا طویل وقفہ بھی ہوتا تھا کہ دیکھنے والوں کو یہ خیال ہوتا تھا کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھول گئے ہوں یا کہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پرواز کر گئی ہو۔

قومہ اور جلسہ کا مسنون درجہ

فقہ اور ان احادیث کی روشنی میں قومہ اور جلسہ کا جو مسنون درجہ معلوم ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ قومہ کے اندر آدمی اتنی دیر وقفہ کرے جتنی دیر میں تین مرتبہ ''سبحان اللہ'' کہہ سکے، اسی طرح جلسہ میں بھی اتنی دیر وقفہ کرنا مسنون ہے جتنی دیر میں تین مرتبہ ''سبحان اللہ'' کہہ سکے۔ خلاصہ یہ کہ قومہ اور جلسہ میں

ایک تسبیح کے برابر توقف کرنا واجب ہے، اور تین تسبیح کے برابر وقفہ کرنا سنت ہے۔

سنّت پر عمل کی برکت

اور سنّت پر عمل کرنے کی ایسی برکت ہے کہ آپ جہاں کہیں کسی فرض و واجب والے عمل میں سنّت پر عمل کریں گے تو ایک تو اس عمل میں سہولت اور آسانی ہوگی اور دوسرے اس کے ذریعے فرض و واجب درجہ کی ادائیگی بھی ہو جائے گی اور سب سے بڑی چیز جو حاصل ہوگی وہ یہ کہ

تیرے محبوب کی یارب شباہت لے کر آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کر آیا ہوں

کم از کم ہماری نماز کی صورت تو محبوب کی نماز کی سی بن جائے گی۔ اور سنت یہ ہے کہ قومہ اور جلسہ دونوں جگہوں پر کم از کم تین مرتبہ ''سبحان اللہ'' کہنے کی مقدار کے برابر وقفہ کریں، اسی وجہ سے رکوع میں بھی سنّت یہ ہے کہ از کم تین مرتبہ ''سبحان ربی العظیم'' کہا جائے، اور سجدہ میں بھی سنّت یہ ہے کہ کم از کم تین مرتبہ ''سبحان ربی الاعلی'' کہا جائے، اس طرح چاروں چیزوں کا وقفہ تقریباً برابر ہوگیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے مطابق ہوگیا جس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے یہ چاروں ارکان تقریباً برابر ہوا کرتے تھے۔

نماز میں جلد بازی کا انجام

حقیقت یہ ہے کہ ترک واجب کی یہ کوتاہی اکثر ہم جان بوجھ کر کرتے ہیں اور ہمیں اس کی عادت پڑ گئی ہے، چنانچہ جب ہم امام کے ساتھ فرض نماز پڑھ کر فارغ ہو جاتے ہیں تو دیکھئے! کس قدر تیز رفتاری کے ساتھ سنتیں اور نفل ادا کرتے ہیں، اس وقت ہماری نماز کس قدر تیز رفتاری کے ساتھ ادا ہوتی ہے، رکوع سجدے کتنی تیزی کے ساتھ ادا ہوتے ہیں، ایسے موقع پر ہمیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث یاد رکھنی چاہئے جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

> جو شخص نماز کو بری طرح پڑھے، وقت کو بھی ٹال دے، وضو بھی اچھی طرح نہ کرے، رکوع و سجدہ بھی اچھی طرح نہ کرے تو وہ نماز بری صورت میں سیاہ رنگ میں بد دعا دیتی ہوئی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے بھی ایسا ہی برباد کرے جیسا تو نے مجھے ضائع کیا، اس کے بعد وہ نماز پرانے کپڑے میں لپیٹ کر نمازی کے منہ پر مار دی جاتی ہے۔ (الترغیب)

یعنی جو شخص عجلت، تیزی اور جلد بازی کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے اور کوے کی طرح چند ٹھونگیں مار لیتا ہے، تو جب وہ سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوتا ہے تو وہ نماز ایک کالے کپڑے میں لپیٹ کر نمازی کے منہ پر ماردی جاتی

ہے، وہ نماز اس کے لئے نہ تو باعث نور ہوتی ہے اور نہ باعث نجات ہوتی ہے، اور جس نماز کو بڑے آرام، سکون اور وقار کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے تو وہ نماز ایک روشن اور چمکدار شکل میں اس سے جدا ہوتی ہے اور نمازی کے لئے باعث نجات بنتی ہے۔

سکون سے نماز ادا کرنے کی تاکید

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد نبوی میں ایک صاحب تشریف لائے اور انہوں نے آ کر جلدی جلدی نماز پڑھی، اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دینے کے بعد فرمایا:

قُمْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ

تم جا کر دوبارہ نماز پڑھو۔ اس لئے کہ تم نے نماز نہیں پڑھی

چنانچہ وہ صاحب گئے اور جا کر دوبارہ اسی طرح جلدی جلدی نماز پڑھی جیسے پہلے پڑھی تھی، نماز کے بعد پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دینے کے بعد پھر وہی فرمایا کہ:

قُمْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ

تم جا کر دوبارہ نماز پڑھو اس لئے کہ تم نے نماز نہیں پڑھی،

وہ صاحب پھر گئے اور اسی طرح جلدی جلدی نماز پڑھی، اور پھر آ کر

حاضر خدمت ہو کر سلام کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ

قُمْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ

دوبارہ جا کر نماز پڑھو، اس لئے کہ تم نے نماز نہیں پڑھی،

اب ان صاحب نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! مجھے تو اسی طرح نماز پڑھنی آتی ہے، آپ ہی ارشاد فرمائیں کہ مجھے کس طرح نماز پڑھنی چاہئے تاکہ میں اس طریقے سے نماز ادا کروں؟ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اطمینان کے ساتھ قرآن کریم کی قرأت کرو، اس کے بعد اطمینان کے ساتھ رکوع کرو اور پھر جب قومہ کرو تو پورے اطمینان اور سکون کے ساتھ کھڑے رہو، اس کے بعد جب تم سجدہ میں جاؤ تو سجدہ میں بھی تم پر اطمینان اور سکون کی کیفیت طاری رہے، اور سجدہ کے بعد جب تم جلسہ کرو تو جلسہ میں بھی تم پر اطمینان اور ٹھیراؤ کی کیفیت باقی رہے، اسی طرح باقی نماز بھی ٹھہر ٹھہر کر اطمینان اور سکون کے ساتھ انجام دو۔ یہ آپ نے ان صاحب کو تعلیم دی۔

اس حدیث میں بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع، سجدہ، قومہ اور جلسہ کو خاص طور پر ذکر فرمایا ہے، یہ چاروں ارکان بھی نہایت اطمینان کے ساتھ ادا ہوں اور باقی نماز بھی سکون اور اطمینان کے ساتھ انجام پائے، مگر زیادہ تر عجلت انہیں چاروں ارکان میں پائی جاتی ہے۔

رکوع اور سجدہ کی تسبیحات کی مقدار

رکوع اور سجدہ میں تو تسبیح مقرر ہے کہ تین تسبیح سے کم نہ کریں اور یہ ادنیٰ درجہ ہے، اس سے زیادہ بھی پڑھ سکتے ہیں، پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ یا نو مرتبہ یا گیارہ مرتبہ پڑھ لیں اور جتنا زیادہ ہو جائے اتنا بہتر ہے، البتہ درمیانہ درجہ افضل ہے، اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

خَيْرُ الْأُمُوْرِ اَوْسَاطُهَا۔

یعنی درمیانہ درجہ بہتر ہے۔

اس لئے ادنیٰ درجے سے اوپر رہنا چاہئے۔ لہٰذا ہماری عام نمازوں میں رکوع اور سجدہ کی تسبیح کم از کم پانچ مرتبہ ہونی چاہئے۔

قومہ کی دعا

قومہ کے اندر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ دعائیں منقول ہیں، وہ دعائیں یاد کر لینی چاہئیں، اس لئے کہ ایک طرف تو وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگی ہوئی دعائیں ہیں، وہ سرکاری دعائیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے وہ دعائیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر القا فرمائیں اور ان کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے مانگا اور اللہ تعالیٰ نے عطا فرما دیا۔ اسی طرح جو امتی بھی ان کو پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے مانگے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی انشاء اللہ تعالیٰ نواز دیں گے۔ قومہ کے اندر ایک دعا بہت ہی آسان ہے جس کا واقعہ بھی

بڑا عجیب وغریب ہے۔

فرشتوں کا جھپٹنا

وہ یہ کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کو نماز پڑھا رہے تھے، نماز کے دوران جب آپ ﷺ نے قومہ کے اندر "سمع الله لمن حمده" فرمایا تو ایک صحابی نے آپ کے پیچھے "ربنالك الحمد" کہنے کے بعد "حمداً كثيراً طيبا مباركافيه" کے کلمات بھی کہے، جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا کہ قومہ کے اندر یہ کلمات کس نے کہے تھے؟ جن صحابی نے وہ کلمات ادا کئے تھے، انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمات میں نے ادا کئے تھے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت تم نے یہ کلمات ادا کئے اس وقت میں نے دیکھا کہ تیس فرشتے اس کلمے کو لینے کے لئے لپکے تاکہ سب سے پہلے وہ اس کلمہ کو لے کر ثواب لکھیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ مبارک کلمات ہیں، اور ان کے پڑھنے سے تین مرتبہ "سبحان اللہ" کہنے کا وقفہ بھی حاصل ہو جاتا ہے، اور ان کو یاد کرنا بھی آسان ہے، اس لئے ان کو یاد کرلینا چاہئے، اور نماز میں قومہ کے اندر ان کلمات کو پڑھ لینا چاہئے۔

رَبَّنَالَكَ الْحَمْدُ، حَمْداً كَثِيْراً طَيِّباً مُبَارَكاً فِيْه

ان کے پڑھنے سے واجب درجہ بھی ادا ہو جائے گا اور سنّت درجہ بھی ادا

ہو جائے گا۔ ویسے تو اور دعائیں بھی منقول ہیں لیکن ان میں سے یہ دعا اور کلمات بہت آسان ہیں۔

دو سجدوں کے درمیان کی دعا

اور دو سجدوں کے درمیان بھی مختلف دعائیں منقول ہیں، ان میں سے ایک دعا سہل اور آسان ہے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلا سجدہ کر کے بیٹھتے تھے تو اس وقت یہ پڑھتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِی ۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِی ۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِی

اے اللہ مجھے بخشدے، اے اللہ مجھے بخشدے، اے اللہ میری مغفرت کر دیجئے۔

یہ کلمات تین مرتبہ کہہ لیں اور تین مرتبہ کہنے میں جلسہ کا واجب درجہ بھی ادا ہو جائے گا اور سنّت درجہ بھی ادا ہو جائے گا، اور اگر ہو سکے تو وہ دعا بھی کرلیں جو ابوداؤد شریف میں منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو سجدوں کے درمیان یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَ عَافِنِیْ وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ۔

اے اللہ میری بخشش فرما، اے اللہ مجھ پر رحم فرما، اے اللہ مجھے عافیت عطا فرما اور مجھے ہدایت عطا فرما اور مجھے روزی

عطا فرما۔ یعنی رزق جسمانی بھی عطا فرما اور رزق روحانی بھی عطا فرما۔

یہ کلمات کتنے پیارے اور کتنے آسان ہیں اور دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں اس میں جمع ہوگئی ہیں۔ دوسری روایات میں اور بھی کلمات ہیں لیکن یہ کلمات آسان ترین ہیں۔ اور اگر یہ یاد نہ ہوں تو "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ" تو سب کو یاد ہوگا لہٰذا آج ہی تمام خواتین و حضرات اس بات کا تہیہ کرلیں کہ جب وہ نماز میں قومہ کریں تو قومہ میں "حَمْداً کَثِیْراً طَیِّباًمُبَارَکاً فِیْہِ" پڑھا کریں گے، اور جب پہلا سجدہ کر کے بیٹھیں گے تو تین مرتبہ "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ" کہیں گے یا

"اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَعَافِنِیْ وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ"

پڑھیں گے۔ خلاصہ یہ کہ ہمیں اپنی انفرادی نمازوں میں ان دعاؤں کو پڑھنے کا معمول بنالینا چاہئے، ان کو پڑھنا اگرچہ سنّت غیر مؤکدہ ہے، مگر ہمیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ان دعاؤں کو انجام دینا ہے، اور امام چونکہ ہلکی نماز پڑھانے کا پابند ہے، کیونکہ امام کے پیچھے ہر قسم کے مقتدی ہوتے ہیں، کوئی بیمار ہوتا ہے، کوئی کمزور ہے، کوئی ضرورت مند ہے، اور ان دعاؤں کے پڑھنے کی وجہ سے نماز طویل ہوسکتی ہے، اس لئے اگر امام ان دعاؤں کو نہ پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن جب ہم اپنی نماز انفراداً پڑھیں، چاہے وہ فرض نماز ہو یا واجب، سنّت ہو یا نفل، سب میں ان دعاؤں کو پڑھ سکتے ہیں۔

ہماری نماز میں کوتاہیاں بہت ہیں

بہرحال یہ وہ کوتاہیاں ہیں جو ہماری نمازوں میں پائی جاتی ہیں، خواتین کی نمازوں میں بھی اور مردوں کی نمازون میں بھی، اس لئے ہم سب کو ان کوتاہیوں کو دور کرنے کی طرف توجہ کرنی چاہئے، تاکہ ہماری نماز ان تمام کوتاہیوں سے پاک ہوکر سنت کے مطابق ہو جائے۔ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے ''نمازیں سنت کے مطابق پڑھیں'' وہ کتابچہ پڑھنے کے لائق ہے اور ہر گھر میں اس کا ہونا ضروری ہے اور اس کے مطابق نماز پڑھنے کی عادت ڈالنی چاہئے۔ میرے عزیزو! ہر کام توجہ اور محنت ہی سے ہوتا ہے، اگر توجہ دیں گے اور محنت کریں گے تو انشاء اللہ ہماری نماز درست ہو جائے گی اور یہ تمام کوتاہیاں دور ہو جائیں گی۔

خواتین کا طریقہ نماز

مردوں کی نماز کا طریقہ تو حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم نے کتابچے کی شکل مین لکھدیا ہے اور حضرت والا مدظلہم نے اگرچہ اس رسالے کے آخر میں خواتین کے طریقہ نماز کے بارے میں ضروری ہدایات دی ہیں، لیکن جب میں نے حضرت والا کا یہ رسالہ دیکھا تو مجھے خیال آیا کہ اسی طریقہ سے خواتین کے طریقہ نماز کے بارے میں بھی ایک کتابچہ ہونا چاہئے،

جس میں تکبیر اولیٰ سے لے کر سلام تک تمام ارکان کی ادائیگی صحیح کیفیت کے ساتھ موجود ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں نے حضرت والا کا یہ رسالہ سامنے رکھ کر اسی کے مطابق تکبیر اولیٰ سے لے کر سلام تک کا خواتین کا طریقہ نماز الگ سے تحریر کر دیا ہے، اس کا نام ہے ''خواتین کا طریقہ نماز'' یہ رسالہ آپ ضرور حاصل کریں، اور یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اپنی ماں، اپنی بہن، بیٹی اور بہو کی نماز صحیح کرنے کی ان کو تلقین کریں اور ان کو اس کی تاکید کریں کہ وہ اپنی نمازیں اس کے مطابق ادا کریں۔ اسی طرح اپنے بچوں کی نمازیں بھی درست کرائیں، اپنے سامنے ان سے نمازیں پڑھوائیں، اور کتاب لے کر بیٹھ جائیں اور دیکھیں کہ کتاب کے مطابق وہ نماز پڑھتے ہیں یا نہیں؟ یہ سب ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اپنی اور اپنے ماتحتوں کی نماز کی فکر کریں اور ان کا جائزہ لیتے رہیں، تاکہ نماز میں کسی قسم کی کوتاہی باقی نہ رہے۔ اور اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ نماز میں ایسی جلدی نہ ہونے پائے جس کی وجہ سے نماز کے ارکان میں واجب یا فرض درجہ چھوٹ جائے اور ہماری نماز ہی ادا نہ ہو اور ہم یہ سمجھتے رہیں کہ ہماری نماز ادا ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی اصلاح کی کامل فکر عطا فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

تقسیم وراثت کی اہمیت

حضرت مولانا مفتی عبد الرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبد اللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱۔ لیاقت آباد، کراچی ۱۹

مقام خطاب : جامع مسجد بیت المکرّم
گلشن اقبال کراچی

وقت خطاب : بعد نماز عصر تا مغرب

اصلاحی بیانات : جلد نمبر اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقسیم وراثت کی اہمیت
اور
اس میں پائی جانے والی کوتاہیاں

الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ ونستغفرہ ونومن بہ ونتوکل علیہ، ونعوذباللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا، من یھدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ، ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ، ونشھد ان سیدنا و نبینا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ، صلی اللہ تعالی علیہ وعلی الہ واصحابہ وبارک وسلم تسلیما کثیرا۔

اما بعد فاعوذباللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، ان الذین یا کلون اموال الیتامی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا ○ صدق اللہ العظیم۔

میت کے مال میں چار حقوق ہیں

میرے قابل احترام بزرگو! اس وقت میں معاشرے میں پائی جانے والی ایک بہت سنگین کوتاہی کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں، جس کی طرف سے ہمارے پورے معاشرے میں بڑی غفلت پائی جارہی ہے۔ اچھے خاصے دیندار اور پڑھے لکھے لوگ

اس غفلت میں مبتلا نظر آتے ہیں، یہ سنگین کوتاہی میراث تقسیم نہ کرنا ہے۔ جب کسی شخص کا انتقال ہو جائے تو انتقال کے فوراً بعد قران و حدیث کی روشنی میں مرنے والے کے مال سے ترتیب وار چار حق وابستہ ہو جاتے ہیں۔

پہلا حق "کفن و دفن کا انتظام"

پہلا حق یہ ہے کہ اسکے مال و جائیداد سے اسکے کفن دفن کے انتظام کیلئے متوسط طور پر خرچ کیا جائے، اگر کوئی دوسرا شخص اپنی طرف سے کفن دفن کا انتظام کر دے تو اسکی بھی اجازت ہے۔

دوسرا حق "اداء قرض"

دوسرا حق جو مرنے والے کے مال سے وابستہ ہو جاتا ہے، وہ ہے اداء قرض۔ لہٰذا دوسرے نمبر پر یہ دیکھا جائے کہ مرنے والے نے کتنے قرضے واجب الاداء چھوڑے ہیں؟ پھر مرنے والے کے مال سے ان قرضوں کو ادا کرنا پسماندگان پر واجب ہے، ان قرضوں میں بیوی کا مہر بھی داخل ہے، لہٰذا اگر مرنے والے نے بیوی کا مہر ادا نہیں کیا تھا، اور بیوی نے خوش دلی سے معاف بھی نہیں کیا تھا تو پسماندگان کے ذمے اس کا مہر ادا کرنا واجب ہے۔ اور بیوی کو یہ مہر میراث کے علاوہ ملے گا، اسلئے کہ بیوی کے میراث کے حصے سے مہر کا کوئی تعلق نہیں، لہٰذا مہر الگ ادا کرنا ضروری ہے، اور میراث کا حصہ الگ ادا کرنا ضروری ہے۔

بیوہ سے زبردستی مہر معاف کرانا

شوہر کے انتقال کے بعد جب اس کا جنازہ گھر سے نکلنے لگتا ہے تو بعض خواتین اس موقع پر بیوہ کو مہر معاف کرنے کے لئے مجبور کرتی ہیں، اور اس سے کہتی

ہیں کہ تم جلدی سے مہر معاف کر دو، وہ بیوی بیچاری پہلے ہی شوہر کے انتقال کے صدمے میں نڈھال ہوتی ہے، دوسری طرف خواتین اس سے زبردستی مہر معاف کراتی ہیں ــــ خوب سمجھ لو! اول تو اس طرح سے مہر معاف کرانا ناجائز ہے ــــ اور اگر وہ بیوہ مجبور ہو کر بادل ناخواستہ مہر معاف کر دے تو بھی معاف نہیں ہو گا، بلکہ اگر شوہر اپنی زندگی میں بھی زبردستی بیوی سے مہر معاف کرائے تو بھی معاف نہیں ہو گا۔

شادی کے بعد پہلی رات میں بیوی سے مہر معاف کرالینا

بعض جگہ دستور ہے کہ نکاح ہو جانے کے بعد پہلی رات میں شوہر اپنی بیوی سے مہر معاف کرالیتا ہے، اور یہ دباؤ ڈالتا ہے کہ میں اس وقت تک تمہارے قریب نہیں آؤں گا جب تک تم مہر معاف نہیں کرو گی ــــ یاد رکھنا چاہئے کہ شوہر کا اس طرح سے زبردستی مہر معاف کرانا ناجائز ہے، اور اس طرح معاف کرانے سے مہر معاف بھی نہیں ہوتا ــــ بلکہ یہ بڑی بے غیرتی کی بات ہے کہ مرد ہو کر عورت سے اپنا مہر معاف کرائے ــــ اللہ بچائے ــــ بلکہ اگر کسی شوہر کی نیت ہی مہر دینے کی نہیں تھی، بلا مہر نکاح کرنا مقصود تھا تو ایسی صورت میں اس شوہر کا اپنی بیوی سے ملنا "زنا" کے برابر ہے۔

وارثین قرضوں کی ادائیگی کا اہتمام کریں

بہرحال قرضوں کی ادائیگی میں بیوی کا مہر بھی داخل ہے، اگر کسی نے زندگی میں ادا نہیں کیا تھا تو اسکے مال سے کفن و دفن کے اخراجات پورے کرنے کے بعد دوسرے قرضوں کے ساتھ اسکو بھی ادا کیا جائیگا۔ اگر ان قرضوں کی ادائیگی میں اس کا سارا مال و جائیداد بھی خرچ کرنا پڑے، تب بھی خرچ کر دیا جائے گا، پسماندگان

کو چاہئے کہ اس میں ذرہ برابر کوتاہی نہ کریں، ورنہ جب تک اس کا قرض باقی رہیگا، مرنے والے کی روح جنت میں جانے سے روک دی جائیگی، اسلئے کہ یہ قرض حق العبد ہے، اور جب تک بندے کا حق باقی رہیگا، وہ آگے نہیں جاسکے گا، اسلئے اپنے مرنے والے پر رحم کرنا چاہئے، اور جہاں تک ممکن ہو، اسکے قرضوں کی ادائیگی کا پورا اہتمام کرنا چاہئے۔

جو قرضے مرنے والا لکھ کر چھوڑ گیا ہے، وہ تو ادا کرنے ہی ہیں، اسکے علاوہ بھی اگر یہ اندیشہ ہو کہ مرحوم کو قرضے وغیرہ کی لکھنے کی عادت نہیں تھی، تو اس صورت میں اسکے احباب سے اور جن لوگوں سے اسکے معاملات ہوتے تھے، ان سے معلوم کر لینا چاہئے، اور جو قرضے ثابت ہو جائیں ان کو ادا کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

تیسرا حق "وصیت"

تیسرا حق جو مرنے والے کے مال سے وابستہ ہو جاتا ہے وہ "وصیت" ہے لہٰذا یہ دیکھا جائے گا کہ مرنے والے نے کوئی جائز وصیت کی ہے یا نہیں؟ اگر کوئی جائز وصیت کی ہو تو باقی مال و جائیداد کے ایک تہائی حصے کی حد تک ان وصیتوں کو پورا کیا جائیگا ــ البتہ اگر اس نے کوئی ناجائز وصیت کی ہے تو اسکو پورا کرنا جائز نہیں، مثلاً کسی نے یہ وصیت کر دی کہ میرے مرنے کے بعد میرا چالیسواں کرنا، یا میرے مرنے کے بعد فلاں مزار پر چادر چڑھا دینا وغیرہ، اس قسم کی ناجائز وصیتوں کو پورا نہیں کیا جائیگا، اور وارثین کے لئے بھی اس کو پورا کرنا جائز نہیں۔ البتہ جو جائز وصیت کی تو اسکو ایک تہائی حصے تک پورا کیا جائیگا۔ مثلاً اسکی کچھ نمازیں قضا ہو گئی تھیں جن کو وہ پورا نہیں کر سکا، اور مرنے سے پہلے اس نے وصیت کر دی کہ میری نمازوں کا فدیہ ادا کر دینا ــ یا مثلاً روزے کچھ چھوٹ گئے تھے، جن کی وہ زندگی میں قضا نہیں کر سکا، اور وصیت کر دی کہ میرے

روزوں کا فدیہ ادا کر دینا یا اس پر حج فرض ہو چکا تھا، لیکن زندگی میں وہ حج پر نہیں جاسکا، اور وصیت کر دی کہ میرے مرنے کے بعد میری طرف سے حج بدل کرا دینا، یا مثلاً اس نے وصیت کر دی کہ میرے مرنے کے بعد فلاں مسجد کی تعمیر میں دس ہزار روپے میرے مال میں سے لگا دینا، یا فلاں شخص کو یا فلاں دوست کو اتنے پیسے میری طرف سے بطور امداد کے دیدینا، یا اتنے پیسے خیرات کر دینا وغیرہ وغیرہ، یہ سب جائز وصیتیں ہیں، لہٰذا ایک یا ایک سے زائد وصیتیں کی ہوں تو اسکے باقی مال کے ایک تھائی کی حد تک ان کو پورا کرنا واجب ہے، اگر ورثاء ان کو پورا نہیں کریں گے تو گناہ گار ہونگے۔ البتہ مرنے والے نے جو وصیت کی ہے، اگر وہ ایک تہائی مال کے ذریعہ پوری نہیں ہوتی تو اس صورت میں وارثین کے ذمے صرف ایک تہائی کی حد تک اس وصیت کو نافذ کرنا واجب ہے۔ اس سے زیادہ کی وصیت نافذ کرنا اور نہ کرنا وارثین کے اختیار میں ہے، اسلئے کہ دو تہائی مال میں شرعاً وارثین کا حق ثابت ہو چکا ہے۔

چوتھا حق "وراثت"

چوتھا حق یہ ہے کہ وصیت نافذ کرنے کے بعد جو دو تہائی مال بچے، اسکو شریعت کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق وارثین میں تقسیم کر دیا جائے، اس چوتھے حق کے بارے میں آجکل ہمارے معاشرے میں بڑی غفلت پائی جارہی ہے، اور بہت سے لوگ تو یہ جانتے ہی نہیں کہ مرنے والے کے مال کو وارثین میں تقسیم کرنا چاہئے، اور جو لوگ جانتے ہیں کہ یہ بھی ایک اہم فریضہ ہے لیکن اسکے باوجود ان میں سے بہت سے لوگ اس پر عمل نہیں کرتے، بلکہ جس وارث کے قبضے میں جو مال ہوتا ہے، وہی اس کا مالک بن بیٹھتا ہے جسکی وجہ سے وہ سنگین گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے ــــ اس غفلت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ آجکل روزانہ

کثرت سے اموات ہو رہی ہیں، مرد بھی مر رہے ہیں، عورتیں بھی انتقال کر رہی ہیں، بچے بھی موت کے آغوش میں جا رہے ہیں، اس کثرت اموات کا نتیجہ یہ ہونا چاہئے تھا کہ شہر کے اندر جتنے دارالافتاء ہیں ان سب میں تقسیم میراث کے بیسیوں سوالات حل طلب ہوتے، اسلئے کہ ہر مرنے والے کی میراث تقسیم کرنا پسماندگان پر فرض ہے، اور جب تقسیم میراث فرض ہے، تو اسکے صحیح اور شرعی طریقوں کے بارے میں معلوم کرنا فرض ہے، لیکن تقسیم میراث کے سوالات کی کوئی کثرت نہیں۔

میّت کے مال کو استعمال میں لانا

بہرحال جونہی کسی شخص کا انتقال ہوتا ہے تو انتقال ہوتے ہی اس کی میراث کا تمام مال اسکی ملکیت سے نکل کر ورثاء کی ملکیت میں داخل ہو جاتا ہے، اور تمام ورثاء اسکے مشترکہ مالک بن جاتے ہیں، حتیٰ کہ سوئی دھاگے میں بھی تمام ورثاء شریک ہو جاتے ہیں، لہٰذا اگر تمام ورثاء عاقل بالغ ہیں، وہ سب خوشی سے کسی شخص کو مرنے والے کے سامان کے استعمال کی اجازت دیدیں، تب تو اس سامان کو استعمال کرنا جائز ہے، لیکن اگر کوئی وارث استعمال کرنے کی اجازت نہیں دیتا، بلکہ وہ مال کو تقسیم کروانا چاہتا ہے۔ یا کوئی وارث موجود نہیں، بلکہ غائب ہے، جسکی وجہ سے اسکی رضامندی کا ہمیں علم نہیں، یا کوئی وارث نابالغ ہے، جسکی رضامندی کا اعتبار نہیں، ان تمام صورتوں میں مرنے والے کے مال کو کسی بھی شخص کیلئے یہاں تک کہ کسی وارث کیلئے بھی میّت کے مال کو اپنے استعمال میں لانا بالکل ناجائز اور حرام ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی احتیاط

ایک مرتبہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کسی بیمار کی عیادت کیلئے

تشریف لے گئے اسکی عیادت کی اور ابھی آپ وہیں بیٹھے تھے کہ آپ کی موجودگی میں اس مریض پر نزع کی کیفیت طاری ہو گئی، یہ حالت دیکھ کر آپ نے واپس جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ اور یہ سوچا کہ یہ شخص اب تھوڑی دیر کا مہمان ہے اسلئے اب اسکے پاس ہی بیٹھے رہنا چاہیے، اس مریض کے قریب ایک چراغ جل رہا تھا، تھوڑی دیر کے بعد اس شخص کا انتقال ہو گیا، اور جیسے ہی اس کا انتقال ہوا، حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے وہ چراغ بجھا دیا، دوسرے لوگوں نے کہا کہ حضرت! آپ نے چراغ بجھا دیا، حالانکہ اس وقت تو روشنی کی ضرورت تھی؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ یہی وقت اس چراغ کے بجھانے کا تھا، اسلئے کہ جب تک یہ شخص زندہ تھا، یہ چراغ اسکی ملکیت تھا، اور اب اسکے انتقال کے بعد یہ چراغ اسکے وارثوں کی ملکیت میں چلا گیا، اور اب وارثوں کی اجازت کے بغیر اس کا استعمال کرنا ہمارے لئے جائز نہیں، اسلئے میں نے یہ چراغ بجھا دیا۔ اس واقعہ سے امام صاحب کی احتیاط اور تقویٰ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ہماری بد احتیاطی

دوسری طرف ہماری بد احتیاطی دیکھئے کہ مرنے والے کے انتقال کے بعد کس طرح ہم بے باکی سے اسکے مال پر ناحق قابض ہو کر اس میں بے جا تصرف کرنا شروع کر دیتے ہیں اور اسکو ورثاء تک نہیں پہنچاتے، اور ان کو ان کا حق نہیں دیتے، بلکہ جس کے قبضے میں جو مال آجاتا ہے، وہ اس کا مالک بن جاتا ہے، اور اسکو جس طرح چاہتا ہے، استعمال کرتا ہے۔۔۔یہ عمل بالکل ناجائز اور حرام ہے۔۔۔اور وارثوں کو ان کا حق نہ پہنچانا ظلم عظیم ہے۔ اگر دنیا میں نہیں دیا تو آخرت میں دینا پڑیگا۔

میراث تقسیم نہ کرنے میں تین ظلم

ہمارے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ تحریر فرمایا کہ

میراث تقسیم نہ کرنے کے نتیجے میں انسان تین طرح سے ظلم کا ارتکاب کرتا ہے۔ پہلا ظلم یہ ہے کہ یہ مال میراث اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کیلئے ایک انعام ہوتا ہے جو پسماندگان کو بلا مشقت اور بغیر محنت کے حاصل ہو جاتا ہے، لہٰذا یہ مال اللہ تعالیٰ کی طرف سے شاہی تحفہ ہے، لہٰذا پسماندگان پر یہ فرض تھا کہ اس شاہی انعام کو اسکے حقداروں تک پہنچاتے، اور جب انہوں نے حقداروں تک نہیں پہنچایا اور غصب کر کے بیٹھ گئے اور اس میں تصرف شروع کر دیا، تو انہوں نے اس انعام میں خیانت کی اور یہ خیانت ظلم عظیم ہے۔ ایک ظلم تو یہ ہوا۔

دوسرا ظلم یہ ہے کہ یہ مال میراث ہمارے بھائی کا حق تھا، جو ہم نے مار لیا، اسلئے کہ جب باپ کا انتقال ہو جاتا ہے تو سارے بہن بھائی باپ کے مال میں شریک ہو جاتے ہیں، اور مرنے والے کی بیوی بھی اس میں حصہ دار بن جاتی ہے۔ اور جب ہم وہ مال دبا کر بیٹھ گئے اور ان کا حق مار لیا تو ظاہر ہے دوسرے کا حق مارنا بھی ظلم ہے، اور جیسے دوسرے کی زمین چھین لینا، یا کسی کا روپیہ چھین لینا ظلم ہے۔ اسی طرح کسی کا حصہ میراث غصب کر لینا، اور حقدار کو نہ پہنچانا بھی ظلم ہے۔

تیسرا ظلم ہے ورثاء کو حق نہ دینے کا، یہ ظلم کئی پشتوں تک چلتا ہے، اسلئے کہ جب تقسیم کرنے کا رواج ہی نہیں ہے، اور باپ کے مرنے کے بعد بیٹوں نے میراث تقسیم نہیں کی، اور بیٹوں کے مرنے کے بعد پوتوں نے میراث تقسیم نہیں کی، اور پھر بغیر تقسیم کے یہ سلسلہ آگے چلتا رہتا ہے، تو اسکے نتیجے میں سارا وبال اور عذاب پہلے نمبر کے پسماندگان پر آئیگا جنہوں نے اپنے باپ کی میراث شریعت کے مطابق تقسیم نہیں کی۔

مرنے کے فوراً بعد میراث تقسیم کر دیں

اسلئے جن لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے آخرت کی فکر پیدا فرمائی ہے، وہ سب سے پہلے تقسیم میراث کا اہتمام کرتے ہیں، اور شریعت کا حکم بھی

یہی ہے کہ انتقال کے بعد سب سے پہلے اسکے غسل اور کفن دفن کا اہتمام کیا جائے، اور اسکے قرضوں کو ادا کیا جائے، اسکے بعد اسکی وصیتوں کو ایک تہائی مال کی حد تک پورا کیا جائے۔ اسکے بعد سب سے اہم ترین فرض یہ ہے کہ اسکی میراث تقسیم کی جائے اور جتنی جلدی مرنے والے کی میراث کو تقسیم کر دیا جائیگا، اتنی جلدی انسان کو عافیت مل جائیگی، اور میراث کی تقسیم میں جتنی دیر ہوگی، اتنی ہی اس میں الجھنیں، دشواریاں پیدا ہوتی چلی جائیں گی، یہاں تک کہ بھائی بھائی کا گلہ کاٹنے کیلئے تیار ہو جائیگا ____

وجہ یہ ہے کہ جب کسی کا انتقال ہوتا ہے، اس وقت تمام پسماندگان کے دل نرم ہوتے ہیں اور دل میں مرنے والے کا صدمہ ہوتا ہے، اس وقت دنیا کی محبت دل سے کافی نکلی ہوئی ہوتی ہے، اس وقت تقسیم کا معاملہ بہت آسان ہوتا ہے، اور جوں جوں مرنے والے کا صدمہ کم ہوتا چلا جاتا ہے، دنیا کی محبت دل میں بڑھتی چلی جاتی ہے، جسکے نتیجے میں تقسیم میراث کا مسئلہ پیچیدہ اور مشکل ہوتا چلا جاتا ہے، اور ہر شخص اپنی من مانی کرنے لگتا ہے۔

حضرت تھانویؒ اور حقوق العباد کا اہتمام

میرے دادا محترم حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے، اور حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے ____ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم اور تربیت میں خاص طور پر یہ بات نمایاں تھی کہ ان کے ہاں حقوق العباد ادا کرنے اور کروانے کا بہت ہی اہتمام تھا اور اسکی بہت زیادہ تاکید فرمایا کرتے تھے، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ حقوق العباد کی ادائیگی میں اہتمام حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصیات میں سے ہے، بلکہ اس زمانے میں کسی شخص کا حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام کرنا اس بات کی علامت تھی کہ یہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہے۔ چونکہ تقسیم میراث بھی

حقوق العباد میں داخل ہے، اسلئے حضرت تھانویؒ کے مریدین میں اس کا بھی خاص اہتمام پایا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے دادا حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اندر بھی تقسیم میراث کی بہت فکر پائی جاتی تھی۔

خوف خدا یہ کام کرادیتا ہے

چنانچہ میرے دادا رحمۃ اللہ علیہ تک جو میراث پہنچی تھی، وہ اوپر کی کئی پشتوں سے تقسیم نہیں ہوئی تھی، ان کو بہت فکر ہوئی کہ اس مال کے بہت سے ورثاء حقدار ہیں، اسلئے کہ کئی پشتوں سے تقسیم نہیں ہوئی، لہٰذا انہوں نے دور دور کے ورثاء تلاش کر کے اور ان سب کے حصے علیحدہ کئے، اور ہر ایک کے نام کے لفافے بنائے، اور ان لفافوں میں ان حصوں کو رکھا، اور زمانے کے لحاظ سے کسی لفافے میں دو آنے رکھے، کسی میں چار آنے، کسی میں آٹھ آنے رکھے، کسی میں ایک روپیہ، کسی میں دو روپے رکھے، اور پھر وارثوں کو تلاش کر کے ان تک ان کا حصہ پہنچایا ــــ اب ظاہر ہے دو آنے اور چار آنے پہنچانے کا عمل کتنا مشکل ہوگا، لیکن یہ وہی شخص کر سکتا ہے جس کے دل میں خوف خدا ہو، یہاں ہم لاکھوں روپے بھی کھا کر بیٹھ جائیں تو کوئی پرواہ نہیں، لیکن وہاں دو دو آنے پہنچانے کی فکر ہو رہی تھی ــــ اگر خوف خدا ہو تو دو آنے پہنچانا بھی آسان ہے، اور اگر خوف خدا نہ ہو تو لاکھوں روپے بھی کھا جائے تو کوئی پرواہ نہیں۔

میرے داداؒ کا معمول

میرے دادا رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بھی معمول تھا کہ جب برادری میں کسی شخص کا انتقال ہو جاتا، تو آپ اسکو دفنانے کے بعد قبرستان سے سیدھے میت کے گھر تشریف لیجاتے، اور دروازے کے باہر بیٹھ جاتے ــــ غربت کا زمانہ تھا، لوگوں

کے پاس بہت زیادہ دولت نہیں ہوتی تھی ــ گھر والوں سے کہتے کہ مرنے والے نے جو کچھ مال چھوڑا ہے وہ باہر لے آؤ، میں اسکو وارثین میں تقسیم کردوں، چنانچہ گھر والے اس کا جو کچھ مال ہوتا، وہ باہر بھیجتے، اور حضرت داداجان مرحوم اسی وقت وہیں بیٹھے بیٹھے میراث تقسیم فرماکر اپنے گھر تشریف لیجاتے۔ اور اصل طریقہ بھی یہی ہے کہ تجہیز و تکفین اور تدفین کے بعد پہلا کام یہ ہو کہ جتنی جلدی ہو سکے، مرنے والے کی میراث تقسیم کردی جائے، اس میں تاخیر نہ کی جائے۔

دوسروں کا مال دبالینا ظلم ہے

خدانخواستہ۔ اگر ذھن میں یہ ہے کہ ہم میراث تقسیم ہی نہیں کریں گے تو یہ بڑے ظلم کی بات ہے۔

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کسی وارث کو میراث سے محروم کردیا تو اللہ تعالیٰ اسکو جنت میں اسکے حصے سے محروم کردیں گے ــ (ابن ماجہ)

لہٰذا کسی وارث کا حق مارنا بڑے وبال اور عذاب کی چیز ہے۔

ایک اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ. سنو! تم کسی پر ظلم نہ کرو! خبردار! کسی مسلمان کا مال اسکی خوشدلی کے بغیر حلال نہیں (بیہقی)

یعنی ناحق کسی مسلمان کا مال مت کھاؤ، اور مرنے والے کے جتنے ورثاء ہیں، ان سب کا مال میراث میں حصہ ہے، لہٰذا ان کی رضامندی کے بغیر اسکو اپنے پاس رکھنا، یا اپنے استعمال میں لانا، کھانا پینا ظلم اور ناجائز ہے۔

ایک دوسری حدیث میں اسی کی مزید تشریح کرتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ. سنو! اگر تم نے

اپنے کسی بھائی پر ظلم کیا ہے تو آج ہی اس سے معاف کرالو، اس دن کے آنے سے پہلے جس دن نہ روپیہ ہوگا، اور نہ پیسہ ہوگا، اور نہ درہم ہونگے، نہ دینار بلکہ اس دن یہ ہوگا کہ اگر ظالم کے پاس کوئی نیک عمل ہوگا تو اس نے اپنے مسلمان بھائی پر جتنا ظلم کیا ہوگا، اسکے بقدر اسکی نیکیاں تمہارے مظلوم بھائی کو دیدی جائیں گی، اور اگر ظالم کے پاس نیکیاں نہ ہونگی تو پھر تمہارے مظلوم بھائی کے گناہ اس ظلم کے برابر ظالم کے اوپر ڈال دیئے جائیں گے (بخاری)

مرنے کے بعد ایک سوئی کے برابر مال میں بھی تمام ورثاء حصہ دار اور شریک ہو جاتے ہیں، لہٰذا انکی رضا مندی کے بغیر مال میراث کا استعمال کیسے جائز ہوگا؟ خصوصاً ورثاء کے اندر نابالغ بھی ہوں تو پھر معاملہ اور زیادہ سنگین ہو جاتا ہے، اسلئے کہ نابالغوں اور یتیموں کا مال کھانے کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے. فرمایا:

ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا، وسیصلون سعیرا ○ (سورۃ النساء. آیت نمبر ۱۰)

بلا شبہ جو لوگ یتیموں کا مال ظلما یعنی ناحق کھاتے ہیں۔ وہ صرف اور صرف اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں، اور عنقریب دھکتی ہوئی آگ میں داخل کیے جائیں گے۔

وہ ظلم جو ہمارے معاشرے میں پھیلا ہوا ہے

مال میراث تقسیم نہ کرنے پر اتنا بڑا وبال اور عذاب ہے، لیکن اسکے باوجود

آج ہمارے معاشرے میں میراث تقسیم کرنے کا رواج ہی نہیں، باپ مرجاتا ہے تو بیٹے مالک بن بیٹھتے ہیں، کوئی بھائی اپنی بہنوں کو ان کا حصہ میراث نہیں دیتا۔ نہ بیوی کو میراث ملتی ہے، نہ ماں کو میراث ملتی ہے اور نہ بیٹیوں کو میراث ملتی ہے، اسی طرح نابالغ بچوں کو بھی میراث نہیں ملتی، اسی طرح جو بھائی باپ کی زندگی سے ماتحت بن کر رہ رہے ہیں، اور ان کے قبضے اور اختیار میں کاروبار نہیں ہے، ان کو بھی میراث نہیں ملتی، اور عام طور پر ایسے بھائی فتوی لینے آتے ہیں جن کے قبضہ میں کاروبار نہیں ہوتا، اور جو بھائی کاروبار پر قابض ہوتے ہیں، اور باپ کے کاروبار کے منتظم اور چلانے والے ہوتے ہیں، وہ اس فتوے کو دیکھ کر انکار کردیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہمیں اس فتوے کی کوئی ضرورت نہیں، ہم اسکو نہیں مانتے، یہ وہ ظلم ہے جو آج ہمارے معاشرے میں نہ جانے کب سے چل رہا ہے۔

ایک عبرتناک واقعہ

ایک بزرگ نے بڑی عبرت کا واقعہ سنایا کہ ان کے زمانے میں ایک بہت بڑے عالم تھے، جب ان کا انتقال ہوگیا تو انتقال کے بعد ان کے کسی شاگرد نے ان کو خواب میں دیکھا کہ وہ عالم برہنہ جسم کے ساتھ ایک چٹیل میدان میں دوپہر کی سخت گرمی سے بے چین ہوکر اور پریشان ہوکر ادھر سے ادھر دوڑ رہے ہیں، بے قرار اور بے چین ہیں، شاگرد نے ان سے پوچھا کہ حضرت! آپ نے تو ساری زندگی اطاعت میں، عبادات میں، خدمت دین میں گزاری، مخلوق کی اصلاح اور تربیت میں گزاری، کیا ان میں سے کوئی عبادت قبول نہیں ہوئی؟ انہوں نے جواب میں ارشاد فرمایا: ایسا نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے جن اعمال صالحہ کی توفیق دی تھی، وہ سب قبول ہوگئے لیکن جس عذاب کے اندر میں مبتلا ہوں، وہ ایک سوئی کی وجہ سے ہورہا ہے۔ شاگرد نے پوچھا وہ کیسے؟ انہوں نے جواب دیا کہ انتقال سے چند روز پہلے

میں اپنا کپڑا سینے کیلئے سوئی مانگ لایا، اور پھر کپڑا سی کر سوئی الماری میں رکھ دی، واپس کرنا یاد نہ رہا، اور اسکے بعد میرا انتقال ہو گیا۔ اب یہ عذاب جو تم دیکھ رہے ہو، اسی ایک سوئی کی وجہ سے ہو رہا ہے ــــ تم صبح بیدار ہو کر میرے گھر جانا، اور گھر والوں سے کہنا کہ الماری میں فلاں جگہ پر وہ سوئی رکھی ہوئی ہے، وہ تم لیکر میرے فلاں پڑوسی کو پہنچا دینا، تاکہ مجھ سے یہ عذاب دور ہو جائے ــــ چنانچہ وہ شاگرد صبح اٹھ کر سیدھے استاذ کے گھر پہنچے، اور گھر والوں سے پوچھا کہ فلاں الماری میں فلاں جگہ پر کوئی سوئی رکھی ہے یا نہیں؟ گھر والوں نے دیکھ کر بتایا کہ ہاں رکھی ہے، اس نے پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے، یہ سوئی کس کی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ہاں! مرحوم فلاں پڑوسی سے لائے تھے، اور ہم نے سوچا کہ ذرا آنے جانے والوں کا سلسلہ ختم ہو تو یہ سوئی ان کو واپس کر دیں گے ــــ شاگرد نے بتایا کہ میں نے ان کو خواب میں دیکھا ہے کہ وہ اس سوئی کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہیں، اسلئے وہ سوئی تم مجھے دے دو تاکہ میں جلدی سے وہ پڑوسی کو پہنچا دوں، اور ان کی طرف سے تاخیر کی معافی بھی مانگ لوں ــــ چنانچہ شاگرد نے وہ سوئی لیکر پڑوسی کو دی، اور ان کو بتایا کہ اس سوئی کی وجہ سے حضرت کو بڑا عذاب ہو رہا ہے، وہ پڑوسی بھی سن کر رو پڑا کہ اتنی معمولی چیز کیوجہ سے ان کو عذاب ہو رہا ہے، میں نے اللہ کیلئے ان کو معاف کیا، یا اللہ، آپ بھی اپنی رحمت سے ان کو معاف فرما دیں، اور ان کا عذاب دور فرما دیں ــــ وہ شاگرد کہتے ہیں کہ جب رات کو میں سویا تو پھر دوبارہ میں نے ان کو خواب میں دیکھا، لیکن اب منظر بدلا ہوا تھا۔ اب حضرت ایک خوبصورت اور سرسبز و شاداب باغ کے بیچوں بیچ ایک مسہری پر آرام فرما رہے ہیں، چاروں طرف حشم خدم موجود ہیں، پھلوں اور پھولوں کے درخت لگے ہوئے ہیں اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی ہیں، میں نے قریب جاکر ان کو سلام کیا۔ اور پوچھا کہ اب کیا حال ہے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ جس وقت تم نے پڑوسی کو سوئی پہنچائی، اور اس نے یہ کہا کہ میں اللہ کیلئے معاف کرتا ہوں، بس اسی لمحے میرا وہ

عذاب ٹل گیا، اور جو نعمتیں تم دیکھ رہے ہو، یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے اپنے دین کی خدمت کی جو توفیق عطا فرمائی تھی، اس کا صلہ ہے۔

دو صحابہ کرامؓ کا ایک عجیب معاہدہ

بہرحال، یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اگر خدانخواستہ کسی بندے کا حق ہم پر واجب رہ گیا تو پہلے اسکی سزا بھگتنی پڑیگی ــــ اس بارے میں ایک صحابی کا قصہ سن لیجئے، جو احادیث میں موجود ہے، وہ یہ ہے کہ دو صحابی تھے، ایک حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ، اور ایک حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ، یہ دونوں صحابی آپس میں گہرے دوست تھے، ایک مرتبہ حضرت صعب رضی اللہ عنہ اپنے دوست حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے فرمانے لگے۔ تم مجھ سے ایک معاہدہ کرو، انہوں نے پوچھا کیا معاہدہ؟ انہوں نے فرمایا یہ معاہدہ کرو کہ ہم میں سے جس شخص کا پہلے انتقال ہو جائے، وہ خواب میں دوسرے سے ضرور ملاقات کرے، حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے پوچھا، کیا ایسا ممکن بھی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں ممکن ہے ــــ حضرت عوف بن مالک نے فرمایا کہ اگر ممکن ہے تو پھر ٹھیک ہے ــــ چنانچہ یہ معاہدہ ہو گیا۔

دس دینار کی وجہ سے عذاب

خدا کی شان، پہلے حضرت صعب رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا، جو خود معاہدہ کرنے والے تھے، انتقال کے بعد پہلی ہی رات خواب میں حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس ملاقات کیلئے تشریف لے آئے، حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ بتاؤ کیسی گزری؟ اللہ تعالیٰ کے سامنے کیسے پیشی ہوئی؟ حضرت صعب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ بڑی مشکل اور بڑی دشواری کے بعد اب نجات ہوئی ہے۔ بات کرتے کرتے حضرت عوف بن مالکؓ نے دیکھا

کہ ان کی گردن پر جلنے کا سیاہ داغ لگا ہوا ہے، انہوں نے حضرت صعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ یہ جلے ہوئے کا داغ کیسا ہے؟ حضرت صعب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ دراصل میں نے ایک ضرورت کیلئے ایک یہودی سے دس دینار قرض لئے تھے، اور وہ قرض میں ابھی ادا نہیں کر سکا تھا کہ میرا انتقال ہو گیا، ان دس دیناروں کے ادا نہ کرنے کی وجہ سے وہ دینار مجھے داغے گئے، یہ سیاہ داغ جو تم دیکھ رہے ہو، یہ اسکے داغے جانے کا نشان ہے ـــــ وہ دس دینار اب بھی میرے گھر میں میرے ترکش کے اندر رکھے ہوئے ہیں، تم صبح سویرے میرے گھر جا کر گھر والوں سے ترکش لینا، اور اس میں سے دس دینار نکال کر فلاں شخص کو ادا کر دینا، تاکہ میری تکلیف ختم ہو جائے۔

انگلیوں میں تکلیف

اسی طرح حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ بھی دیکھا کہ حضرت صعب رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں کی انگلیوں پر کپڑا لپٹا ہوا ہے، اور ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ وہ انگلیاں اندر سے بہت زیادہ زخمی ہیں، انہوں نے پوچھا کہ آپ کی انگلیوں میں کیا ہو گیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جس تکلیف میں انتقال ہوا، وہ تکلیف اتنی شدید تھی کہ اس کی شدت کی وجہ سے میں نے اپنی انگلیاں چبالی تھیں اور اسکے بعد جب اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس چیز کو تم نے خود بگاڑا ہے، ہم اسکو درست نہیں کریں گے ـــــ میں نے اسکو اس لئے چھپایا ہے کہ اگر آپ اسکو دیکھیں گے تو آپ کو بھی تکلیف ہوگی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صبح اٹھ کر سب سے

پہلے میں ان کے گھر گیا، اور ان سے ترکش مانگا، تو اس میں واقعی دس دینار رکھے ہوئے تھے، اور غالباً وہ دینار استعمال میں بھی نہیں آئے تھے، میں نے جاکر ان کا یہ قرض ادا کر دیا۔ اور اسکے بعد میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور خواب کا سارا واقعہ بیان کیا، اور بتایا کہ میں نے ان کا قرض تو ادا کر دیا ہے، لیکن ان کو انگلیوں کی تکلیف بہت شدید ہے جو مجھ سے دیکھی نہ گئی، اسکے لئے آپ دعا فرمادیں ـــــ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک اٹھائے، اور ان کیلئے دعا کی کہ یا اللہ ان کو معاف فرما ـــــ دوسری رات جب میں سویا تو حضرت صعب رضی اللہ عنہ پھر خواب میں آئے، اور اب انکی گردن کا داغ بھی دور ہو چکا تھا، اور ان کی انگلیاں بھی ٹھیک ہو چکی تھیں۔

(عالم برزخ وابن ابی الدنیا بتصرف)

جہیز دینے سے بیٹیوں کا حصہ میراث ختم نہیں ہوتا

یہ دو واقعات آپ نے سنے، پہلا واقعہ ایک بہت بڑے بزرگ کا تھا، اور دوسرا واقعہ ایک صحابی کا تھا، ان بزرگ کو ایک سوئی کی وجہ سے عذاب ہو رہا تھا۔ اور ان صحابی کو صرف دس دینار کی وجہ سے عذاب ہو رہا تھا۔ میرے عزیزو! اگر ہم میراث تقسیم نہ کرنے کے گناہ کا ارتکاب کریں گے تو پھر کس قدر شدید عذاب میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔ بہت سے لوگ اتنا تو کر لیتے ہیں کہ بیٹوں کو میراث دیدی لیکن یہ کتنا بڑا ظلم عظیم ہمارے معاشرے میں ہو رہا ہے کہ بہنوں کو اور بیٹیوں کو میراث سے محروم کر دیتے ہیں، اول تو بہنیں میراث کا مطالبہ ہی نہیں کرتیں، اگر مطالبہ کرتی ہیں تو بھائی یہ کہہ دیتے ہیں کہ والد صاحب نے تمہاری شادی کے موقع پر تمہارا جو جہیز تیار کر کے دیا تھا، اسکے ذریعہ تمہارا حق ادا ہو گیا ـــــ یاد رکھئے یہ

جواب بالکل غلط ہے، اسلئے کہ زندگی میں باپ اپنی اولاد کو جو کچھ دیتا ہے وہ ہدیہ اور تحفہ ہے، اس کا میراث سے کوئی تعلق نہیں، اسلئے کہ میراث تو وہ مال ہے جو انسان مرتے وقت چھوڑ کر جاتا ہے، اور اس میں سارے ورثاء اپنے اپنے حصے کے مطابق حق دار ہوتے ہیں ـــ زندگی میں کسی وارث کو کچھ مال دینے سے آدمی اسکی میراث سے محروم نہیں ہوتا، اور میراث سے اس کا حصہ ختم نہیں ہوتا۔

بھائی چاہئے یا مال چاہئے؟

اللہ بچائے ـــ بعض بھائی اپنی بہنوں کو جب وہ اپنا حصہ میراث مانگنے لگتی ہیں تو وہ یہ ایذاء دینے والا جواب دیتے ہیں کہ یہ بتاؤ بھائی چاہئے، یا مال چاہئے؟ مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر تم اپنی میراث کا حصہ مانگتی ہو تو ہمیشہ کیلئے ہمارا اور تمہارا رشتہ ختم، اب ہم تمہیں نہ کبھی بلائیں گے، نہ کھلائیں گے، اور نہ تمہارے پاس آئیں گے، نہ تمہارے مرنے میں شریک ہونگے نہ جینے میں ـــ لیکن اگر تم اپنا حصہ میراث چھوڑتی ہو تو ہم تمہارے بھائی ہیں، تمہیں ہر موقع پر پوچھیں گے، اور تمہاری غمی اور خوشی میں بھی شریک ہونگے اسطرح بہنوں اور بیٹیوں پر یہ ظلم عظیم روا رکھا جارہا ہے۔

بہنوں سے دست برداری کرالینا درست نہیں

بعض لوگ جو بہت زیادہ دیندار بنتے ہیں، وہ بہنوں سے ان کے حصہ کی اپنے حق میں دست برداری کرالیتے ہیں، اور ان سے کہتے ہیں کہ تم اپنے حصہ میراث سے ہمارے حق میں دست بردار ہو جاؤ، چنانچہ بہنیں زبانی طور پر اپنا حصہ میراث چھوڑتے ہوئے یہ کہہ دیتی ہیں کہ ہم نے اپنا حصہ

میراث آپ کے حق میں چھوڑ دیا۔ اور ہم دست بردار ہوتے ہیں ــــــ اسکے بعد بیٹے یہ سمجھتے ہیں کہ اب ہم اکیلے ہی اس میراث کے حق دار ہیں، بیٹیاں اور بیوی سب محروم ہو گئے ــــــ یاد رکھئے، اس طرح زبانی دست برداری کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں، اور اسکے ذریعہ بہنوں کا حصہ میراث بھائیوں کی ملکیت میں نہیں آتا، اور ان بھائیوں کیلئے بہنوں کا حصہ حلال نہیں ہوتا کہ وہ بہنوں کے حصہ میراث کو اپنے استعمال میں لائیں۔

ہندوانہ ذہنیت

اور یہ تصور کہ بیٹیوں کو ہم کیوں میراث دیں، یہ ہندوانہ تصور ہے، ہندو تہذیب کے اندر عورت کیلئے کوئی میراث نہیں ہوتی، زندگی میں باپ نے بیٹی کو جو کچھ دیدیا وہ دیدیا، لیکن باپ کے مرنے کے بعد جو کچھ ہے، وہ سب بیٹوں کا ہے، اس میں عورتوں کا کوئی حصہ نہیں ہے، وہی اثر ہماری تہذیب اور ہمارے معاشرے میں بھی پایا جارہا ہے، اور اسی ہندوانہ تصور کی بنیاد پر یہ ساری باتیں ہوتی ہیں جو میں نے آپ کے سامنے عرض کیں۔

بہنوں کا حصہ پہلے ان کے قبضے میں دو

لہٰذا ان حالات میں پہلے بہن کا حصہ اور بیٹی کا حصہ ان کے ہاتھ میں دیں اور انہیں پورا پورا اختیار دیں کہ وہ اسکو جہاں چاہیں خرچ کریں، ان کو دینے سے پہلے ان خواتین کا لحاظ اور مروت میں یہ کہنا کہ ہمیں اپنا حصہ نہیں چاہئے، اس کہنے کا کوئی اعتبار نہیں، کیونکہ ایک طرف تو پہلے سے حصہ نہ دینے کا دستور چلا آرہا ہے، اور دوسری طرف بھائیوں کے دلوں میں بہنوں کو نہ دینے کیلئے مختلف حیلے اور بہانے پیدا ہوتے رہتے ہیں، اور ان بھائیوں کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ کسی طرح یہ جائیداد، یہ کارخانہ، یہ دوکان، یہ بنگلہ اور مکان سب ہمارے پاس رہ

جائے، بہنوں کے پاس نہ جائے۔ لہٰذا بھائیوں کو چاہئے کہ وہ نہایت خوش دلی کے ساتھ اور فراخدلی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کو سامنے رکھتے ہوئے اور آخرت کی پکڑ کے خوف سے ہر وارث کا پورا پورا حصہ علیحدہ کر کے ان کے قبضے میں دیدیں اور ان بہنوں اور بیوہ سے کہہ دیں کہ پہلے اپنا حصہ محفوظ کر لو، تاکہ ہم عنداللہ بالکل بری الذمہ ہو جائیں، اسکے بعد تمہیں اختیار ہے، اسکو جہاں چاہو خرچ کرو، چاہے اسکو خیرات کرو، یا اس سے مسجد بنواؤ یا اسکو تم اپنے استعمال میں لاؤ۔

گھر کے اسباب و سامان پر بیوہ کا قبضہ

بعض جگہ یہ ہوتا ہے کہ مرنے والے کے انتقال کے بعد کارخانے اور دکان اور کاروبار پر تو لڑکوں کا قبضہ ہو جاتا ہے، اور گھر میں جتنا استعمال کا سامان ہوتا ہے، وہ سب بیوہ کے قبضے میں آجاتا ہے، اور وہ بیوہ اسکی مالک بن بیٹھتی ہے، وہ اس میں جس طرح چاہتی ہے، تصرف کرتی ہے، یاد رکھئے: بیوہ کا گھر کے اسباب و سامان پر قبضہ کر لینا اسی طرح ناجائز ہے، جس طرح لڑکوں کا جائیداد وغیرہ پر قبضہ کرنا ناجائز ہے۔

پہلے فتویٰ حاصل کرلیں

لہٰذا مرنے والے کے انتقال کے بعد وارثین کا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ ایک سوال تیار کریں کہ والد صاحب کا انتقال ہو گیا ہے، فلاں فلاں وارث چھوڑے ہیں، ان کی میراث وارثین کے اندر ہم کس طرح تقسیم کریں، جب جواب آجائے تو پھر تمام ذمہ داروں پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ سب سے پہلے اس جواب کے مطابق میراث کی تقسیم کا اہتمام کریں۔ ورنہ اگر خدانخواستہ کسی کے

پاس ایک بالشت زمین بھی دوسرے وارث کی آگئی تو اس پر بڑا ہولناک عذاب اور وبال ہوگا۔

خوفناک عذاب اور وعید

ایک حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص نے دوسرے کی ایک بالشت زمین بھی ناحق غصب کرلی تو قیامت کے دن اس ایک بالشت زمین کی مٹی ساتوں زمینوں سے نکال کر اس کا ہار بنا کر اس غصب کرنے والے کے گلے میں ڈال دیا جائیگا (بخاری) ایک روایت میں یہ ہے کہ جس نے ایک بالشت زمین غصب کی ہے، قیامت کے روز جب وہ اپنی قبر سے اٹھیگا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو حکم ملے گا کہ ساتوں زمین تک اس ایک بالشت زمین کو کھودو، جب وہ کھودیگا تو جو مٹی نکلے گی، اس کا ہار بنا کر اسکے گلے میں پہنا دیا جائیگا، اور جب تک حساب و کتاب ختم نہیں ہوگا، وہ اس عذاب میں گرفتار رہیگا، (احمد) ایک اور روایت میں ہے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کی زمین غصب کرلی تو ساتویں زمین تک اس شخص کو اس زمین میں دھنسایا جائیگا (بخاری) اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے، آمین ــــ لہٰذا اگر اس مٹی کا ہار بنا کر گلے میں ڈالا جائیگا تو اس صورت میں ٹنوں مٹی اسکے گلے میں آجائیگی، اور جس صورت میں اسکو دھنسایا جائیگا تو ٹنوں مٹی کے نیچے وہ دھنستا چلا جائیگا۔ بتائیے یہ کتنا دردناک اور خوفناک عذاب ہے۔

یتیم کا مال کھانا حرام ہے

اور میراث کو تقسیم نہ کرنا بھی اسی وعید میں داخل ہے، اسلئے تقسیم میراث کیلئے ہمیں بہت اہتمام کرنے کی ضرورت ہے، ہمارے معاشرے میں اس کا رواج ہی ختم ہو چکا ہے، اور ہر شخص اپنی مرضی سے مرنے والے کی میراث کو استعمال

کرتا چلا جاتا ہے — خصوصاً جبکہ وارثین کے اندر نابالغ اور یتیم ہوں تو پھر یہ اور زیادہ وبال اور عذاب کا سبب ہے، اسلئے کہ ناحق یتیم کا مال کھانا حرام ہے، اور عموماً وارثین میں یتیم بچے بھی ہوتے ہیں، ان کے بڑے بھائی اس بات کا خیال نہیں کرتے کہ ان یتیم بچوں کا ایک ایک پائی کے اندر حصہ ہے، ان کا حصہ ہم کیسے استعمال کر سکتے ہیں، اسلئے ان بڑے بھائیوں کو چاہئے کہ جلدی سے میراث تقسیم کر کے نابالغوں کا حصہ الگ کریں، پھر جو بالغ ورثاء ہیں، وہ اگر چاہیں تو اپنے حصے مشترک طور پر باہمی رضا مندی سے استعمال کرلیں، اور چاہیں تو اپنا اپنا حصہ الگ کر کے استعمال کریں۔

حقیقی مفلس کون؟

وہ حدیث ہمیں ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے جس کا مفہوم اور خلاصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے پوچھا کہ بتاؤ مفلس کون ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ، ہم اس شخص کو مفلس کہتے ہیں جسکے پاس پیسے نہ ہوں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حقیقی مفلس یہ نہیں ہے، حقیقی مفلس وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس حالت میں حاضر ہوگا کہ اسکے پاس نیکیوں کے پہاڑ ہونگے، اس نے بہت ساری نمازیں پڑھی ہونگی، اور ذکر اور تسبیحات پڑھی ہونگی، صدقہ خیرات کیا ہوگا — لیکن جب وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچے گا تو دوسری طرف سے وہ اہل حقوق حاضر ہو جائینگے، جن کے اس نے حقوق غصب کئے ہونگے، کسی کو گالی دی ہوگی، کسی کو مارا ہوگا، کسی کو ستایا ہوگا، کسی کو تکلیف پہنچائی ہوگی، اس طرح تمام اہل حقوق آکر اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ یا اللہ، اس شخص کی طرف ہمارا یہ حق نکلتا ہے، ہمارا یہ حق نکلتا ہے، اور وہاں آخرت میں روپے پیسے تو چلیں گے نہیں، وہاں تو نیکیوں کا

سکہ چلے گا، اور حقوق کی ادائیگی نیکیوں کے ذریعے ہوگی، چنانچہ اللہ تعالیٰ ان اصحاب حقوق کے درمیان اس شخص کی نیکیاں تقسیم کرنا شروع کردیں گے، حتی کہ نیکیوں کے پہاڑ ختم ہو جائیں گے، مگر اہل حقوق پھر بھی باقی رہ جائیں گے، پھر دوسرے مرحلے پر یہ کیا جائیگا کہ اصحاب حقوق کے گناہ لیکراس شخص پر ڈالے جائیں گے، پھران گناہوں کے بوجھ کے ساتھ اسکو جنہم میں ڈال دیا جائیگا (مسلم) جب آیا تھا تو جنت میں جانے کا یقین لے کر آیا تھا، لیکن اب وہ جنہم کا رخ کئے ہوئے ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ اصل مفلس یہ ہے ــــــ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم نے میراث تقسیم نہ کر کے کتنے رشتہ داروں اور عزیزوں کے حقوق اپنے ذمے لے رکھے ہوں ــــــ اللہ تعالیٰ ان حقوق کی ادائیگی ہم سے دنیا کے اندر ہی کرادیں، آمین۔

ہر بندے کے تین رجسٹر

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا. کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہر بندے کے تین رجسٹر ہیں۔ ایک رجسٹر کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں، دوسرے رجسٹر میں جو کچھ درج ہوگا، اللہ تعالیٰ اسکو کبھی معاف نہیں فرمائیں گے، تیسرے رجسٹر میں جو کچھ درج ہوگا، اللہ تعالیٰ اس کا پورا پورا بدلہ دلوائیں گے ــــــ پھر آپ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ پہلا رجسٹر جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں ہے، وہ ہے جس میں وہ حق تلفیاں لکھی ہونگی جو حقوق اللہ سے متعلق ہونگی، جیسے نماز، روزے، زکوٰۃ وغیرہ میں کوئی کوتاہی کی ہوگی تو وہ سب اس میں درج ہونگی، ان کوتاہیوں کو اگر اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو اپنی رحمت سے معاف فرمادیں گے، اور چاہیں گے تو مواخذہ کرلیں گے ــــــ دوسرا رجسٹر وہ ہوگا جس میں کفر اور شرک لکھا

ہوگا، اللہ تعالیٰ بندے کے کفر اور شرک کو معاف نہیں فرمائیں گے، لہٰذا کافر اور مشرک کی بخشش نہیں ہوگی۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے ـــــ تیسرا رجسٹر وہ ہوگا جس میں بندوں سے متعلق حق تلفیاں درج ہونگی، ایک انسان نے دوسرے انسان کی جو حق تلفیاں کی ہونگی، وہ سب اس میں درج ہونگی، اسکے بارے میں اللہ تعالیٰ ذرا بھی رعایت نہیں فرمائیں گے، بلکہ پورا پورا بدلہ دلوائیں گے۔

حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام کریں

لہٰذا میرے عزیزو! ہمیں اپنی زندگی اس طرح گزارنی چاہئے کہ نہ تو ہماری زبان سے کسی کو تکلیف پہنچے، نہ ہمارے ہاتھ، پاؤں سے کسی کو تکلیف پہنچے، نہ ہمارے ذمے کسی کا مالی حق باقی رہے ـــــ میرے استاذ محترم حضرت مولانا سبحان محمود صاحب دامت برکاتہم سنایا کرتے ہیں کہ قیامت، کے دن اگر ایک چونی بھی کسی کے ذمے نکل رہی ہوگی، اور دنیا میں اس نے اسکو ادا نہ کیا ہوگا تو قیامت کے روز اس چونی کے بدلے سات سو مقبول نمازیں ادا کرنی پڑیں گی، میرے عزیزو! قیامت کا دن برحق ہے، اس میں حساب کتاب بھی برحق ہے، اور حقوق العباد کی کوتاہیوں کا رجسٹر بھی بالکل برحق ہے، لہٰذا ہمیں تقسیم میراث کی کوتاہی سے باز آنا چاہئے، اور تمام وارثوں کو شریعت کے مطابق ان کا حصہ ان کو پہنچانے کا اہتمام کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کوتاہی سے باز آنے کی توفیق عطاء فرمائے، اور تقسیم میراث کا اہتمام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

حج فرض میں جلدی کیجئے

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط وترتیب
محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱۔ لیاقت آباد، کراچی ۱۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی
امابعد!

حج فرض ہے

ہر مسلمان صاحب استطاعت پر حج کرنا فرض ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًاط
وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ
(آل عمران)

"اللہ تعالیٰ کی (رضا) کے واسطے بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے ان لوگوں پر جو اس تک جانے کی استطاعت رکھتے ہوں اور جو شخص (اللہ تعالیٰ کا حکم) نہ مانے تو (اللہ تعالیٰ کا اس میں کیا نقصان ہے) اللہ تعالیٰ تو تمام جہاں والوں سے بے نیاز ہے"۔

حج کی فرضیت کا حکم راجح قول کے مطابق سن۹ ہجری میں آیا ہے اور اس کے اگلے سال سن۱۰ ہجری میں اپنی وفات سے صرف تین ماہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بہت بڑی جماعت کے ساتھ حج فرمایا جو "حجتہ الوداع" کے نام سے مشہور ہے۔ اس سے پہلے ایک موقعہ پر آپ نے

خود بھی حج فرض ہونے کا اعلان فرمایا چنانچہ :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خُطبہ دیا اور اس میں فرمایا : کہ اے لوگو! تم پر حج فرض کر دیا گیا ہے لہٰذا اس کو ادا کرنے کی فکر کرو۔

(صحیح مسلم)

حج کب اور کس چیز سے فرض ہوتا ہے' اس کی وضاحت اس حدیث میں ہے :

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اور اس نے پوچھا کہ : کیا چیز حج کو واجب کرتی ہے؟ آپ نے فرمایا : سامانِ سفر اور سواری۔ (جامع ترمذی)

قرآن کریم کی آیت بالا میں حج فرض ہونے کی شرط "من استطاع الیہ سبیلاً" بتائی گئی ہے کہ حج ان لوگوں پر فرض ہے جو سفر کر کے مکہ معظمہ تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں' سوال کرنے والے صحابی نے اس استطاعت کی وضاحت چاہی تو آپ نے مختصراً اس کے بارے میں فرمایا کہ ایک تو سواری کا انتظام ہو جس پر مکہ معظمہ تک سفر کیا جا سکے (خواہ اپنی ہو یا کرایہ کی) اور اس کے علاوہ کھانے پینے جیسی ضروریات کے لئے اتنا سرمایہ ہو جو اس زمانہ سفر کے گزارے کے لئے کافی ہو حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ نے احادیث و آیت میں غور فرما کر استطاعت کی ایسی وضاحت فرما دی کہ اس کی روشنی میں ہر شخص اپنے اوپر حج فرض ہونے کا فیصلہ آسانی سے کر سکتا ہے' آپ بھی اس میں غور کر کے اپنے اوپر حج فرض ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کر لیجئے۔

استطاعت کا مطلب

حج فرض ہونے میں جو قدرت اور استطاعت شرط ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ :

جس مُسلمان، عاقل، بالغ، صحت مند غیر معذور کے پاس اس کی اصلی اور بُنیادی ضروریات سے زائد اور فاضل مال اِتنا ہو جس سے وہ بیت اللہ تک آنے جانے اور وہاں کے قیام وطعام کا خرچ برداشت کر سکے اور اپنی واپسی تک اِن اہل وعیال کے خرچ کا انتظام بھی کر سکے جن کا نان ونفقہ اس کے ذمہ واجب ہے اور راستہ بھی مامون ہو تو ایسے ہر مُسلمان پر حج فرض ہے۔

عورت کے لئے چونکہ بغیر مَحرَم کے سفر کرنا شرعاً جائز نہیں اس لئے وہ حج پر اس وقت قادر سمجھی جائے گی جب اس کے ساتھ کوئی محرم حج کرنے والا ہو، خواہ محرم اپنے خرچ سے حج کر رہا ہو یا یہ عورت اس کا سفر خرچ بھی برداشت کرے۔

(ماخذہ معارف القرآن جلد دوم صفحہ ۱۲۲)

حج نہ کرنے پر سخت وعید

حج کرنے کی قدرت اور استطاعت رکھنے کے باوجود جو لوگ حج نہ کریں ان کے لئے حدیث میں بڑی سخت وعید ہے، حدیث ملاحظہ ہو :

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کہ جس شخص کے پاس سفرِ حج کا ضروری سامان ہو اور اس کو سواری میسر ہو جو بیت اللہ تک اس

کو پہنچا سکے' اور پھر وہ حج نہ کرے' تو کوئی فرق نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔ اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ : "اللہ تعالیٰ کے لئے بیت اللہ کا حج فرض ہے ان لوگوں پر جو اس تک جانے کی استطاعت رکھتے ہوں"۔ (جامع ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ حج کرنے کی استطاعت رکھنے کے باوجود جو لوگ حج نہ کریں ان کا اس حالت میں مرنا اور یہودی یا عیسائی ہو کر مرنا گویا برابر ہے (معاذ اللہ)۔ یہ بالکل ایسی وعید ہے کہ جیسے نمازی کو نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے کفر و شرک کے قریب کہا گیا ہے' قرآن مجید میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے :

اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ (الروم ع ۵)

(ترجمہ)

"نماز کی پابندی کرو اور شرک کرنے والوں میں سے مت رہو"۔

جس سے معلوم ہوا کہ نماز نہ پڑھنا مشرکوں والا عمل ہے' اس طرح حج نہ کرنے والوں کو یہود و نصاریٰ کے مشابہ بتایا گیا ہے اور نماز نہ پڑھنے والوں کو مشرکوں کے' اس کا راز یہ ہے کہ عیسائی اور یہودی حج نہیں کرتے لہٰذا باوجود قدرت کے حج نہ کرنا ان کے ساتھ مشابہت ہے۔ اور عرب کے مشرکین حج کرتے تھے لیکن وہ نماز نہیں پڑھتے تھے اس لئے نماز نہ پڑھنے کو مشرکوں والا عمل بتایا ـــــــ بہر حال آیت اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بغیر حج کئے مرنے والے ناشکرے اور نافرمان بندے کی اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں۔

پیشانی پر کافر لکھا ہوگا

آیتِ مذکورہ میں حج نہ کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ نے جس بیزاری کا اظہار

فرمایا ہے اس کے بارے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد ہلا دینے والا ہے جو تفسیر در منثور میں ہے :

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے : کہ جو شخص تندرست ہو اور پیسہ والا ہو کہ حج کے لئے جانے کی اس میں استطاعت ہو اور پھر بغیر حج کئے وہ مرجائے تو قیامت کے دن اس کی پیشانی پر "کافر" کا لفظ لکھا ہوا ہو گا اس کے بعد انہوں نے یہی آیت : وَمَنْ كَفَرَ آخر تک پڑھی۔

ایک اور روایت میں :

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جو شخص حج کی استطاعت رکھتا ہو اور حج نہ کرے (اور بغیر حج کئے مرجائے) تو قسم کھا کر کہدو کہ وہ عیسائی مرا ہے یا یہودی مرا ہے۔ (فضائل حج)

حج کی استطاعت کے باوجود بغیر حج کئے مرنے والے کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذکورہ ارشاد ممکن ہے کہ ان کی یہی تحقیق ہو' ورنہ حضرات علماء کرام رحمہم اللہ کے نزدیک حج نہ کرنے سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا بلکہ انکار کرنے سے کافر ہوتا ہے۔ (فضائل حج)

بہر حال حج کی استطاعت رکھتے ہوئے حج نہ کرنا کافرانہ طرز عمل ہے جو سخت گناہ ہے جس سے توبہ واجب ہے اور حجِ فرض ادا کرنے کی فکر کرنا لازم ہے۔

حج نہ کرنے کی بہانے

بعض لوگ حج فرض ہونے کے باوجود حج ادا کرنے سے بڑی غفلت برتتے ہیں اور مختلف قسم کی تاویلیں اور بہانے پیش کرتے ہیں' ذیل میں ایسے لوگوں کی کچھ

تاویلیں پیش کی جا رہی ہیں جو احادیث بالا میں بیان کردہ وعیدوں کی روشنی میں بالکل باطل ہیں :

ماحول نہیں

اگر کسی کو یہ یاد دلائیں کہ بھائی آپ صاحب مال ہیں، آپ کے اوپر حج فرض ہے اس کو ادا کیجئے! تو جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ہمارے گھر میں ماحول نہیں ہے، اس قسم کی ہمارے یہاں باتیں نہیں ہوتیں۔ اور جب تک ماحول نہ ہو ایسا کرنے کا فائدہ کیا؟ حالانکہ وہ ہر سال تمام بچوں اور گھر والوں کے ساتھ بمع ملازمین مری، سوات گھومنے جائیں گے۔ سنگاپور، پیرس اور لندن جائیں گے، لیکن نہیں جائیں گے تو حج کے لئے نہیں جائیں گے۔ حج کے لئے ماحول نہ ہونے کا بہانہ کریں گے، مگر! یہ بہانہ آخرت میں نہ چل سکے گا اور خدا کے عذاب سے نہ بچا سکے گا۔ سوچ لیں!

پہلے نماز روزہ تو کرلیں

کچھ لوگ یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ حج پر تو بعد میں جائیں گے، پہلے نماز، روزہ کے تو پابند ہو جائیں۔ انہیں سمجھاؤ کہ بھائی! جب تم حج پر جاؤ گے تو ایک طرح سے تمہاری تربیت ہو گی اور جب ۴۰ سے ۵۰ روز تک گھر سے باہر رہ کر صرف حرم پاک اور مسجد نبوی میں یہ سارا وقت لگے گا اور ایک خاص عبادت والا ماحول ہو گا تو تم تمام دوسری عبادتوں کے بھی عادی ہو جاؤ گے اور تمہارے اندر بڑی تبدیلی ہو جائے گی، لیکن پھر بھی نہیں سمجھتے ـــــــ اصل بات یہی ہے کہ حج کرنا نہیں چاہتے، کیونکہ اول تو حج کا فرض ہونا نماز روزہ کی پابندی پر موقوف نہیں، دوسرے نماز، روزہ کی پابندی بھی تو اپنے اختیار میں ہے، جب چاہے پابند ہو جاؤ، کیا مشکل ہے؟

دیگر فرائض

کچھ لوگ اس طرح تاویلیں پیش کرتے ہیں کہ ایک حج ہی ادا کرنے کے لئے رہ گیا ہے! اور بھی تو دوسرے فرائض ہیں۔ رشتہ داروں کے حقوق ہیں' بچوں کی تعلیم ہے اور نہ جانے کیا کیا بہانے تراشتے ہیں کہ پہلے ان کو پورا کرلیں پھر حج بھی کر لیں گے۔ اتنی جلدی کیا ہے؟

ایسے لوگ درج ذیل احادیث میں غور کریں!

- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو حج کا ارادہ کرے اس کو جلدی کرنا چاہئے۔
- دوسری حدیث میں یہ ارشاد ہے کہ فرض حج میں جلدی کرو' نہ معلوم کیا بات پیش آجائے۔ (ترغیب)
- ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ حج میں جلدی کرو' کسی کو بعد کی کیا خبر ہے کہ کوئی مرض پیش آجائے یا اور کوئی ضرورت درمیان میں لاحق ہوجائے۔ (کنز)
- ایک اور حدیث میں ہے کہ حج نکاح سے مقدم ہے۔ (کنز)
- ایک حدیث میں ہے کہ جس کو حج کرنا ہے جلدی کرنا چاہئے۔ کبھی آدمی بیمار ہوجاتا ہے' کبھی سواری کا انتظام نہیں رہتا' کبھی اور کوئی ضرورت لاحق ہو جاتی ہے۔ (کنز)
- ایک حدیث میں ہے کہ حج کرنے میں جلدی کرو' نہ معلوم کیا عذر پیش آجائے۔ (کنز)

ان احادیث کی بناء پر ائمہ میں سے ایک بڑی جماعت کا مذہب یہ ہے کہ جب کسی شخص پر حج فرض ہو جائے تو اِس کو فوراً ادا کرنا واجب ہے تاخیر کرنے سے گناہگار ہوتا ہے۔

حج کے بعد گناہ نہ کرنا

کچھ لوگ حج پر اس لئے نہیں جاتے کہ بھائی! بس حج کے بعد کوئی گناہ نہیں کرنا' اس لئے بس زندگی کے آخری ایام میں حج کریں گے تاکہ بعد میں پھر کوئی گناہ نہ کریں۔ یہ بھی محض ایک بہانہ ہے کیونکہ یہ تو معلوم نہیں کہ زندگی کتنی ہے اور وہ کب پُوری ہو جائے' اگر زندگی کے آخری ایام کے انتظار میں موت آگئی تو پھر کیا ہو گا۔ اس لئے زندگی کے آخری حصہ میں حج کرنے کا انتظار کئے بغیر جتنی جلدی ممکن ہو سکے حج کرلینا چاہئے۔

بچیوں کی شادی کا مسئلہ

کچھ لوگ یہ تاویل پیش کرتے ہیں کہ بھائی! پہلے ہی بچیاں سیانی گھر بیٹھی ہیں پہلے ان کی شادی کے فرض سے سبکدوش ہو جائیں' باقی چیزیں بعد کی ہیں۔ بچیوں کی شادی سے فراغت کے بعد حج کا پروگرام بنائیں گے۔ جبکہ بچیوں کی ابھی نہ منگنی ہوئی ہے نہ سامنے کوئی رشتہ ہے اور کچھ معلوم نہیں کب ان کی شادی ہو گی۔ اس لئے ان کے نکاح کے انتظار میں حج فرض کو موخر کرنا درست نہیں' ان کی حفاظت کا تسلّی بخش انتظام کر کے حج کے لئے جانا چاہئے۔

کاروباری عذر

کچھ لوگ یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ چونکہ بچّے ابھی چھوٹے ہیں اور کاروبار کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ اس لئے بچّے جب بڑے ہو جائیں گے اور کاروبار سنبھال لیں گے تو پھر حج پر جائیں گے۔ یہ بھی محض نفس کا بہانہ اور حج کرنے سے جی چرانا ہے۔ نہ معلوم کب بچے بڑے ہوں اور کب وہ کاروبار سنبھالیں! اگر بچوں کا پہلے ہی انتقال ہو گیا یا بڑے میاں کا وقت پہلے ہی آگیا تو پھر حج کا کیا ہو گا؟ بہر حال کسی قابل اعتماد شخص کو کاروبار سپرد کر کے حج کے لئے جائیں اور اگر کوئی بھروسہ

کا آدمی نہ ملے تو دکان بند کر کے حج کے لئے جائیں۔

والدین کو حج کرانا

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک اولاد اپنے ماں باپ کو حج نہ کرائیں اور ماں باپ حج نہ کرلیں اس وقت تک اولاد حج نہیں کرسکتی' اس لئے پہلے وہ والدین کو حج کرانے کی فکر کرتے ہیں' جبکہ والدین پر حج فرض نہیں ہوتا اور اس طرح اولاد اپنا حجِ فرض ادا نہیں کرتی یہ بھی سراسر غلط ہے۔ اولاد پر ماں باپ کو حج کرانا ہرگز فرض نہیں۔ اگر اولاد پر حج فرض ہو جائے تو پہلے وہ اپنا حج کریں پھر اگر اللہ پاک مزید استطاعت دیں تو والدین کو بھی حج کرادیں۔

کچھ کھا کمالیں

بعض لوگ حج کے بارے میں یہ بہانہ کرتے ہیں کہ یہ وقت کھانے کمانے کا ہے' پہلے کچھ کھا کمالیں پھر حج کریں گے۔ یہ بھی نفس وشیطان کا دھوکہ ہے۔ ایسے لوگ اصل میں یہ سمجھتے ہیں کہ حج سے پہلے کاروبار میں دھوکہ' فریب' جھوٹ' سُود' رشوت' کم تولنا' کم ناپنا' نقلی کو اصلی بتا کر بیچنا سب چلتا ہے' حج سے آنے کے بعد اگر یہ گناہ کئے تو بڑی بدنامی ہوگی' لوگ کہیں گے حاجی صاحب ہو کر ایسا کام کرتے ہیں اس لئے وہ جوانی میں حج نہیں کرتے۔ اور جب بوڑھے ہو جائیں گے اور کسی قابل نہ رہیں گے تو حج کرنے جائیں گے تاکہ واپس آنے کے بعد حج کی نیک نامی باقی رہے۔ ایسے لوگوں کو چاہئے کہ وہ اس دھوکہ سے بچیں اور مذکورہ گناہوں سے توبہ کریں اور صحت وجوانی میں حج کریں۔

بغیر بیوی کے حج نہ کرنا

بعض لوگ وہ ہیں جن پر حج فرض ہے اور ان کے پاس اس قدر پیسے ہیں جن

سے وہ خود تو حج کر سکتے ہیں البتہ اپنی بیوی کو حج پر لے جانے کی استطاعت نہیں رکھتے' لیکن وہ بیوی کے اصرار کی وجہ سے یا اپنی مرضی سے اس انتظار میں رہتے ہیں کہ جب بیوی کو ساتھ لے جانے کے قابل ہوں گے اس وقت میاں بیوی دونوں ساتھ حج کرنے جائیں گے۔ واضح رہے کہ بیوی کو ساتھ لے جانے کے انتظار میں حج کو موخر کرنا درست نہیں اور بیوی کو بھی اپنی وجہ سے خاوند کو حج فرض ادا کرنے سے روکنا درست نہیں' خاوند کو چاہئے کہ اس وقت وہ خود حج ادا کرے پھر بعد میں اللہ تعالیٰ توفیق دیں تو بیوی کو بھی حج کرادے۔

ابھی بچّے چھوٹے ہیں

بعض لوگ خصوصاً عورتیں یہ بہانہ بناتی ہیں کہ ابھی بچّے چھوٹے ہیں اور ہم نے کبھی بچوں کو اکیلا نہیں چھوڑا' انہیں اکیلا چھوڑ کر کیسے جائیں؟ یہ بھی محض ایک بہانہ ہے۔ ان کو اگر کسی دوسری جگہ کا سفر پیش آجائے یا کسی مرض کی وجہ سے ہسپتال جانا پڑے تو اس وقت چھوٹے بچوں کا سب انتظام ہو جاتا ہے' جب وہاں انتظام ہو سکتا ہے تو حج کے لئے جانے پر بھی انتظام ہو سکتا ہے۔ اس لئے بچوں کی حفاظت کا مناسب بندوبست کر کے حج ادا کرنے کی فکر کرنی چاہئے۔

حج نہ کرنے کے حیلوں کا جواب

حج نہ کرنے کے مذکورہ تمام حیلے اور بہانوں کا ایک ہی جواب ہے کہ! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"جس شخص کے لئے واقعۃً کوئی مجبوری حج کرنے میں حائل نہ ہو یا ظالم بادشاہ کی طرف سے کوئی رکاوٹ نہ ہو یا ایسی شدید بیماری لاحق نہ ہو جو حج کرنے سے روکدے پھر وہ بغیر حج

کئے مرجائے تو اس کو اختیار ہے کہ چاہئے یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر مرے"۔ (مشکوٰۃ)

اس لئے مرنے سے پہلے جتنی جلدی ممکن ہو' حج فرض ادا کرنے کی فکر کریں!

جو لوگ حج فرض ہونے کے باوجود اس کو ادا نہیں کرتے اِن کے واسطے جہاں حدیث بالا میں سخت ترین وعید ہے وہاں ان کا ایک زبردست خسارہ اور نقصان یہ ہے کہ حج کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو زبردست مغفرت' دوزخ سے آزادی' رضائے الٰہی کا حصول' درجات کی بلندی اور بے شمار اجر و ثواب ملتا ہے' حج نہ کرنے والے ان سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔ اب ان کی ترغیب کے لئے طواف و سعی اور حج کا کچھ ثواب لکھا جاتا ہے۔

حج کے فضائل و برکات

احادیث طیبہ میں حج' عمرہ' طواف اور سعی کا بڑا ہی اجر و ثواب ہے ان میں سے چند خاص خاص احادیث ملاحظہ ہوں :

تلبیہ کی فضیلت

حضرت سہل بن سَعْد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

اللہ تعالیٰ کا مومن و مسلم بندہ جب حج یا عمرہ کا تلبیہ پکارتا ہے (اور کہتا ہے لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ الخ تو اس کے داھنے طرف اور بائیں طرف اللہ تعالیٰ کی جو بھی مخلوق ہوتی ہے' خواہ وہ بے جان پتھر اور درخت یا ڈھیلے ہوں وہ بھی اس بندے کے ساتھ لَبَّيْكَ کہتی ہیں یہاں تک کہ زمین اس طرف اور اس طرف

سے ختم ہو جاتی ہے۔ (جامع ترمذی)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

جس شخص نے ایک دن حالت احرام میں تلبیہ کہتے ہوئے گزارا یہاں تک کہ (اس دن کا) سورج غروب ہو گیا تو وہ سورج اس کے گناہ لے کر غروب ہو گا اور وہ مُحرِم ایسا (گناہوں سے پاک) ہو جائے گا جیسے (اس وقت تھا جب) اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔

(ابن ماجہ)

فائدہ ✦ حج کا ثواب تو آگے آئے گا' صرف حج کا احرام باندھ کر لبیک کہتے ہی حاجی کے ساتھ خدا کی مخلوق لبیک کہنے میں شریک ہو جاتی ہے' جس کی آواز انسان نہیں سنتے لیکن یہ پر کیف سماں ضرور قائم ہو جاتا ہے اور کس شان کے ساتھ لبیک کی صداؤں میں حاجی حج کے لئے پہنچتا ہے' اور اس کا ایک دن بھی اس حالت میں نہیں گزرتا مگر اس کی مغفرت ہو جاتی ہے' لہٰذا اس سعادت کو حاصل کرنے کے لئے حجِ فرض ضرور ادا کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ کے مہمان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں' اگر وہ اللہ تعالیٰ سے دعاء کریں تو وہ ان کی دعاء قبول فرمائے' اور اگر وہ اس سے مغفرت مانگیں تو وہ ان کی مغفرت فرمائے۔ (سنن ابن ماجہ)

چار سو گھرانوں میں سفارش قبول

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

حاجی کی سفارش چار سو گھرانوں کے بارے میں مقبول ہوتی ہے یا یہ فرمایا : کہ چار سو آدمیوں کے بارے میں مقبول ہوتی ہے (یہ راوی کو شک ہے) اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ حاجی اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔

(الترغیب)

فائدہ ◆ حج کرنے والے کتنے خوش نصیب ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنا مہمان بناتے ہیں' ان کی دعائیں قبول فرماتے ہیں اور مغفرت طلب کرنے پر بخشش فرماتے ہیں' اور نہ صرف حج کرنے والوں کی بلکہ اگر وہ اپنے متعلقین میں سے سو دو سو نہیں' چار سو افراد کی مغفرت کی درخواست کریں تو ان کی درخواست منظور فرماتے ہیں' اور اتنے لوگوں کی مغفرت کا تو حق تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے ہی' اس سے زیادہ افراد کے لئے بھی اگر حاجی مغفرت کی دعا کرے تو وہ بھی قبول ہو سکتی ہے۔ یہ نعمت تو ایسی ہے کہ حج فرض ہو یا نہ ہو' یا حج فرض پہلے کر لیا ہو تو بھی حج کریں اور یہ فضیلت حاصل کریں اور بار بار حاصل کریں!

حرم شریف کی ہر نیکی ایک لاکھ کے برابر

حج یا عمرہ کرنے والا جب حدود حرم میں داخل ہوتا ہے تو اس کے ہر نیک

عمل کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ہو جاتا ہے چند احادیث ملاحظ ہوں :

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک مرتبہ سخت بیمار ہوئے تو انھوں نے اپنی اولاد کو جمع کیا اور فرمایا : کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص مکّہ مکرّمہ سے پیدل حج کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر قدم پر سات سو نیکیاں درج فرمائیں گے اور ان میں سے ہر نیکی حرم کی نیکیوں کے برابر ہو گی، عرض کیا گیا : حرم کی نیکیوں سے کیا مراد ہے؟ فرمایا کہ حرم کی ہر نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔ (مستدرک)

حضرت سعید بن جُبَیرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس مرض میں حاضر ہوا جس میں ان کا انتقال ہوا، تو میں نے انہیں اپنے بیٹوں سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے میرے بیٹو!! پیدل حج کرنا، کیونکہ مجھے اتنا کسی چیز کا غم نہیں جتنا پیدل حج نہ کرنے کا ہے، صاجزادگان نے عرض کیا : کہاں سے پیدل حج کیا جائے؟ فرمایا کہ مکّہ مکرّمہ سے، پھر فرمایا کہ سواری پر حج کرنے والے کو ہر قدم پر ستر نیکیاں ملتی ہیں اور پیدل حج کرنے والے کو ہر قدم پر مکہ مکرمہ کی نیکیوں میں سے سات سو نیکیاں ملتی ہیں۔ صاجزادگان نے عرض کیا : مکّہ مکرّمہ کی نیکیوں سے کیا مراد ہے؟ فرمایا : کہ مکّہ مکرّمہ کی ایک نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔ (القریٰ لقاصد ام القریٰ)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا : کہ جس شخص نے مکّہ مکرّمہ میں رمضان المبارک کا مہینہ پایا اور اس نے روزے رکھے اور حسبِ سہولت (رات میں) اس نے عبادت کی تو اس کے لئے ایک لاکھ رمضان کے مہینوں کا ثواب لکھا جائے گا۔ (ابن ماجہ)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : کہ حرم کا ایک روزہ ثواب میں ایک لاکھ روزوں کے برابر ہے اور ایک درھم کا صدقہ ایک لاکھ درھم صدقہ کرنے کا ثواب رکھتا ہے اور (حرم کی) ہر نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔ (القریٰ)

فائدہ ✦ لہٰذا حدودِ حرم میں داخل ہوتے ہی تمام نیک کاموں کا ثواب ایک لاکھ گنا بڑھ جاتا ہے، چنانچہ حرم میں داخل ہو کر ایک مرتبہ سبحان اللہ کہیں تو ایک لاکھ سبحان اللہ کہنے کا ثواب ملے گا۔ ایک مرتبہ اللہ اکبر کہیں تو ایک لاکھ مرتبہ اللہ اکبر کہنے کا ثواب ملے گا، حج یا عمرہ کرنے پر جتنا بھی خرچ ہو وہ سب حرم میں داخل ہو کر ایک مرتبہ سبحان اللہ یا الحمدللہ یا اللہ اکبر کہتے ہی وصول ہو جاتا ہے، اس لئے حج کرنے میں کوتاہی نہیں کرنی چاہئے اور اتنے عظیم ثواب سے اپنے آپ کو محروم نہ کرنا چاہئے ـــــــ بہرحال :

- ○ حرم میں ایک قرآن کریم ختم کریں تو ایک لاکھ قرآنِ کریم ختم کرنے کا ثواب ملے۔
- ○ ایک روپیہ خیرات کریں تو ایک لاکھ روپے خیرات کرنے کا ثواب ملے۔
- ○ ایک مرتبہ لا الٰہ اِلاّ اللہ پڑھیں تو ایک لاکھ مرتبہ پڑھنے کا ثواب ملے، اس میں سے ستّر ہزار کسی کو بخش دیں تو اُمید ہے کہ اس کو دوزخ سے نجات مِل جائے۔
- ○ سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر، لا الٰہ اِلاّ اللہ، استغفار، درود شریف،

ایک بار پڑھیں تو ایک لاکھ مرتبہ پڑھنے کا ثواب ملے۔

- دو رکعت نفل پڑھیں تو دو لاکھ رکعت کا ثواب ملے۔
- اِشراق، چاشت، اوّابین، سُنّنِ زوال، قیام اللیل، تہجد، تحیۃ الوضوء، تحیۃ المسجد اور دیگر نوافل پڑھیں تو ایک لاکھ کے برابر ثواب مِلے۔
- ایک مرتبہ یٰسین شریف پڑھیں یا صلوٰۃ التسبیح پڑھیں تو ایک لاکھ کے برابر ثواب پائیں۔
- ایک روزہ رکھیں تو ایک لاکھ روزوں کا ثواب پائیں۔
- ایک فقیر کو کھانا کھلائیں تو یہ ایسا ہے کہ جیسے ایک لاکھ فقیروں کو کھانا کھلایا ہو۔
- ایک مرتبہ قُل ھُوَاللہ احد پڑھیں یا ایک عمرہ کریں یا ایک طواف کریں تو ہر چیز پر ایک لاکھ کے برابر ثواب ملے۔

اس لئے خوب نیک کام کریں اور گناہوں سے بچیں، ہو جائے تو فوراً توبہ کریں اور اس حاضری کو بے حد غنیمت سمجھیں اور اس کی دل و جان سے قدر کریں۔ کچھ معلوم نہیں پھر یہ موقع ملے یا نہ ملے۔ بہرحال حج نہ کرنے والے بھی حج کر کے یہ سعادت حاصل کر سکتے ہیں۔

مسجد الحرام کا ثواب

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر آدمی اپنے گھر میں نماز پڑھے تو اس کو صرف ایک نماز کا ثواب ملتا ہے، اور محلّہ کی مسجد میں پچیس گنا ثواب ملتا ہے اور جامع مسجد میں پانچ سو گنا ثواب زیادہ ملتا ہے اور بیتُ المقدس کی مسجد میں پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور میری مسجد یعنی مسجدِ نبوی میں

پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور مسجدِ الحرام میں (جو مکہ مکرمہ میں ہے) ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ (ابن ماجہ)

فائدہ ✦ بہت سی احادیث میں مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ثواب مسجدِ اقصیٰ سے زیادہ آیا ہے، لیکن اِس حدیث میں دونوں مسجدوں کا ثواب پچاس ہزار بیان کیا گیا ہے، اور بعض علماءِ کرام نے اس حدیث میں یہ توجیہ بیان فرمائی ہے کہ یہاں ہر مسجد کا ثواب اس سے پہلی مسجد کے اعتبار سے ہے یعنی جامع مسجد کا ثواب محلّہ کی مسجد کے ثواب سے پانچ سو (۵۰۰) مرتبہ دوگنا ہے، اس حساب سے جامع مسجد کا ثواب بارہ ہزار پانچ سو (۱۲۵۰۰) ہو گیا اور مسجدِ اقصیٰ کا ثواب ۶۲ کروڑ ۵۰ لاکھ (۶۲۵۰۰۰۰۰۰) ہو گیا اور مسجدِ نبوی کا ثواب ۳ نیل بارہ کھرب پچاس ارب (۳۱۲۵۰۰۰۰۰۰۰۰۰) ہوا اور مسجدِ حرام کا ثواب ۳۱ سنکھ پچیس پدم (۳۱۲۵۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰) ہوا اس طرح عام روایات میں مسجدِ حرام کا ثواب جو ایک لاکھ ہے یہ اس سے بہت زیادہ ہو گیا۔
(ماخذہ فضائل حج)

مگر اللہ پاک کی رحمت کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں ہے وہ اس سے بھی زیادہ دینے پر قادر ہے، ان کی رحمت پر کسی کا اجارہ نہیں، اس لئے مسجد حرام میں ایک نماز باجماعت ادا کرنے پر مذکورہ ثواب ملنے کو مشکل نہ سمجھا جائے جو لوگ حج فرض ہونے کے باوجود حج نہیں کرتے، وہ کتنے بڑے ثواب سے محروم ہیں، سوچیں اور غور کریں!! اور جلد حج کرنے کا فیصلہ کر کے مسجدِ حرام کا ثوابِ عظیم حاصل کرنے کی فکر کریں۔

بیت اللہ کی فضیلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ جل شانہ کی ایک سو بیس (۱۲۰) رحمتیں روزانہ اس گھر (یعنی

بیت اللہ) پر نازل ہوتی ہیں جن میں سے ساٹھ (۶۰) طواف کرنے والوں پر، چالیس (۴۰) وہاں نماز پڑھنے والوں پر اور بیس (۲۰) بیت اللہ کو دیکھنے والوں پر ہوتی ہیں۔ (بیہقی)

فائدہ ◆ بیت اللہ شریف کو صرف دیکھنا بھی عبادت ہے اور باعث رحمت ہے چنانچہ بہت سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین سے اس کے فضائل منقول ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں :

حضرت سعید بن المسیبؒ تابعی فرماتے ہیں کہ جو شخص ایمان و تصدیق کے ساتھ کعبہ کو دیکھے وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے آج ہی پیدا ہوا۔

حضرت ابو السائب مدنیؒ کہتے ہیں کہ جو شخص ایمان و تصدیق کے ساتھ کعبہ کو دیکھے اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے پتے درخت سے جھڑ جاتے ہیں۔ اور جو شخص مسجد میں بیٹھ کر بیت اللہ کو صرف دیکھتا رہے، چاہے طواف و نفل نماز نہ پڑھتا ہو وہ افضل ہے اس شخص سے جو اپنے گھر میں نفلیں پڑھے اور بیت اللہ کو نہ دیکھے۔

حضرت عطارؒ فرماتے ہیں کہ بیت اللہ کو دیکھنا بھی عبادت ہے اور بیت اللہ کو دیکھنے والا ایسا ہے جیسے رات کو جاگنے والا، دن میں روزہ رکھنے والا اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والا۔

حضرت عطارؒ ہی سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ بیت اللہ کو دیکھنا ایک سال کی نفل عبادت کے برابر ہے۔

حضرت طاؤسؒ کہتے ہیں کہ بیت اللہ کا دیکھنا افضل ہے اس شخص کی عبادت سے جو روزہ دار، شب بیدار اور مجاہد فی سبیل اللہ ہو۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں کہ بیت اللہ کا دیکھنے والا مکہ سے باہر عبادت

میں کوشش سے لگے رہنے کے برابر ہے۔ (در منثور) (فضائل حج)

فائدہ ✦ جو لوگ فرض ہونے کے باوجود حج نہیں کرتے' اوّل تو وہ سخت گناہ گار ہیں' دوسرے پھر وہ بیت اللہ کی زیارت سے اور اس کی زیارت کے عظیم ثواب سے محروم ہیں' کیا انہیں اس اجر و ثواب سے محروم رہنا گوارا ہے؟؟

زم زم کے پانی کی فضیلت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے : وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ زم زم کا پانی جس نیت سے پیا جائے اس سے وہی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے : وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کہ زم زم کا پانی جس نیت سے پیا جائے اس سے وہی فائدہ ہوتا ہے' اگر آپ نے کسی بیماری سے صحت کے لئے پیا تو اللہ پاک شفا عطا فرمائیں گے اور اگر (کھانے کی جگہ) پیٹ بھرنے کے لئے پیا تو اللہ تعالیٰ پیٹ بھر دیں گے اور اگر پیاس بجھانے کے لئے اِس کو پیا تو اللہ پاک پیاس دور فرمائیں گے۔ یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی خدمت ہے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی سبیل ہے۔ (دار قطنی)

آب زم زم پینے کی دعاء

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے : کہ جب وہ زم زم کا پانی نوش فرماتے تو یہ دعاء مانگا کرتے تھے :

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا وَرِزْقًا وَاسِعًا وَشِفَاءً مِنْ کُلِّ دَاءٍ

ترجمہ "اے اللہ! میں آپ سے نفع دینے والا علم، کشادہ روزی اور ہر بیماری سے شفاء مانگتا ہوں"۔ (دار قطنی)

فائدہ ✦ حج یا عمرہ کرنے والوں کو جس قدر زم زم کا پانی پینے کا موقع ملتا ہے' وہ دوسروں کو نہیں ملتا۔ اس لئے حج کے واسطے جانے میں دیگر اعمال کے ثواب کے ساتھ ساتھ کثرت سے زم زم کا پانی پینے کی سعادت ملنا بڑی نعمت ہے۔ کاش! بلاعذر حج نہ کرنے والے غور کرتے!!

طواف میں قدم قدم پر نیکیاں

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے آپ نے فرمایا :

جو شخص (سنت کے مطابق) کامل وضو کرے اور (طواف کے لئے) حجرِ اسوَد کے پاس آئے تاکہ اس کا استلام کرے تو وہ (اللہ تعالیٰ کی) رحمت میں داخل ہوجاتا ہے' پھر (جب حجرِ اسوَد کا) استلام کرکے وہ یہ کلمات کہتا ہے :

بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کو ڈھانپ لیتی ہے' اور جب وہ بیت اللہ کا طواف کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ہر قدم پر ستر ہزار نیکیاں عطا فرماتے ہیں' ستر ہزار گناہ (صغیرہ) معاف کرتے ہیں اور اس کے ستر ہزار درجہ بلند کئے جاتے ہیں اور (قیامت کے دن) اس کے اہل خانہ کے ستر افراد کے حق میں اس کی سفارش قبول کی جائے گی۔

اس کے بعد جب وہ مقامِ ابراہیم کے پاس آکر دو رکعتیں بحالتِ ایمان اور ثواب کی نیت سے ادا کرتا ہے تو اس کو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چار غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اور وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے اس روز تھا جس روز اس کو اس کی ماں نے جنا تھا۔

(فرج الأحبهانی فی الترغیب)

فائدہ ✦ حاجی یا عمرہ کرنے والا یا نفلی طواف کرنے والا جب اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے باوضو ہو کر طواف شروع کرتا ہے تو ہر قدم پر ستر ہزار نیکیاں' ستر ہزار گناہوں کی معافی اور ستر ہزار درجات کی بلندی کیا معمولی بات ہے' اور ستر اہلِ خانہ کے حق میں سفارش قبول ہونا اور چار غلام آزاد کرنے کا ثواب ملنا اور گناہوں سے پاک ہو جانا یہ وہ سعادتیں ہیں جو بڑے ہی خوش نصیبوں کو ملتی ہیں' حج کرکے آپ کو بھی یہ ثواب مل سکتا ہے۔ لہٰذا حج جلدی کریں۔

حج کا ثواب عظیم

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں مسجدِ خیف میں (جو منیٰ میں ہے) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا' آپ کی خدمت میں

دو شخص آئے ایک انصاری دوسرا ثقفی' دونوں نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا اور دعا دی۔ اور عرض کیا اے اللہ کے رسول!! ہم آپ سے کچھ باتیں پوچھنے آئے ہیں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ تم پوچھنے آئے ہو اگر تمہارا دل چاہے تو میں بتاؤں کہ تم کیا دریافت کرنے آئے ہو؟ اور اگر تم چاہو تو میں خاموش رہتا ہوں تم خود دریافت کرلو! .... ان دونوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ ہی ہمارے سوالات بھی بتا دیجئے تاکہ ہمارے ایمان ویقین میں اضافہ ہو۔ اس کے بعد انصاری صحابی نے ثقفی صحابی سے عرض کیا اللہ کے رسول سے پہلے آپ اپنا سوال پوچھ لیں' ثقفی صحابی نے عرض کیا نہیں! پہلے آپ معلوم کرلیں آپ ہی کا حق پہلے ہے۔ اس پر انہوں نے حضور کی خدمت میں عرض کیا اے اللہ کے رسول جو کچھ میں دریافت کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں ارشاد فرمایئے وہ کیا ہے؟

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : تم میرے پاس یہ دریافت کرنے آئے ہو کہ بیت اللہ کے ارادے سے گھر سے نکلنے کا کیا ثواب ہے؟ بیت اللہ کا طواف کرنے میں کیا اجر ہے؟ طواف کے بعد دو رکعت پڑھنے میں کیا فائدہ ہے؟ صفا ومروہ کے درمیان سعی کرنے کا کتنا ثواب ہے؟ میدان عرفات میں عرفہ کے دن ٹھہرنے کا کتنا اجر ہے؟ جمرات کی رمی کرنے اور قربانی کرنے پر کیا ثواب ہے؟ سرمنڈانے پر کیا اجر ہے؟ اس کے بعد بیت اللہ کے طواف کرنے کا کیا ثواب ہے؟ یہ سن کر انصاری صحابی نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا' میں یہی باتیں پوچھنے کے لئے حاضر ہوا تھا۔ (اس کے بعد) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری صحابی کے مذکورہ سوالات کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا :

جب تم بیت اللہ کی (زیارت کی) نیت سے اپنے گھر سے چلوگے تو راستے میں تمہاری اونٹنی کے ہر قدم رکھنے اور اٹھانے پر تمہارے لئے ایک نیکی لکھی جائے گی اور ایک گناہ مٹایا جائے گا' اور بیت اللہ کا طواف کرنے میں ایک قدم رکھنے اور

اٹھانے میں تمہارے لئے ایک نیکی لکھی جائے گی 'ایک گناہ مٹایا جائے گا اور ایک درجہ بلند کیا جائے گا اور طواف کے بعد تمہارا دو رکعتیں ادا کرنا (ثواب میں) بنو اسمٰعیل میں سے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔ اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے کا ثواب ستر ۷۰ غلام آزاد کرنے کے مساوی ہے۔

عرفہ کے دن شام کو تمہارا میدان عرفات میں وقوف کرنا (ایسا مبارک ہے کہ) اللہ تعالیٰ (اپنی شان کے مطابق) آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور فرشتوں کے سامنے تم پر فخر فرماتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ یہ میرے بندے ہیں جو غبار آلود' پراگندہ بال' ہر گہری اور کشادہ وادی سے (نکل کر) میرے پاس آئے ہیں' میری مغفرت اور رحمت کی امید رکھتے ہیں۔ (لو! میرے ان بندوں کے بارے میں سنو!) اگر ان کے گناہ ریت کے ذرات کے برابر ہوں یا بارش کے قطروں کے مساوی ہوں یا سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں تو بھی میں نے انہیں معاف کر دیئے۔ میرے بندو!! (اب) تم واپس چلے جاؤ' تمہاری بخشش ہو گئی اور جن کے بارے میں تم سفارش کرو (ان کو بھی بخش دوں گا)۔

جمرات کی رمی میں ہر کنکری کے بدلہ جس سے تم رمی کرو گے' ہلاک کرنے والے اور جہنم واجب کرنے والے کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ کبیرہ معاف ہو گا۔ اور تمہاری (حج کی) قربانی تمہارے رب کے پاس ذخیرہ ہے (جس کا ثواب آخرت میں ملے گا) اور سر منڈانے میں تمہارے ہر بال کے بدلے ایک نیکی عطا ہو گی اور ایک گناہ مٹایا جائے گا۔ سائل نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اگر اس کے گناہ کم ہوئے تو پھر کیا ہو گا؟ آپ نے فرمایا اس کو تمہاری نیکیوں میں جمع کر دیا جائے گا (اس کے بعد آخر میں) تمہارا بیت اللہ کا طواف کرنا ایسی حالت میں ہو گا کہ تمہارا کوئی گناہ باقی نہ ہو گا اور ایک فرشتہ آئے گا جو تمہارے دونوں شانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہے گا (آئندہ نئے سرے سے) عمل کرو! تمہارے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔ (القریٰ لقاصد ام القریٰ)

فائدہ ◆ سبحان اللہ! حج کرنے کا کتنا عظیم اجر و ثواب ہے' قدم قدم پر نیکیاں' گناہوں کی معافی' درجات کی بلندی' غلاموں کو آزاد کرنے کا ثواب' میدانِ عرفات میں قیام کرنے پر بے شمار گناہوں سے درگذر' جمرات کی رمی میں ہر کنکری کے بدلہ گناہ کبیرہ کی معافی' قربانی کا ثواب محفوظ' سر منڈانے میں ہر بال کے بدلہ ایک نیکی اور ایک گناہ کی معافی' یہ فضائل ایسے ہیں کہ اگر حج فرض نہ ہو تب بھی ان کو حاصل کرنے کے لئے حج کیا جائے اور بار بار کیا جائے' اس لئے جن پر حج فرض ہو' انہیں مذکورہ ثواب حاصل کرنے کے لئے ضرور حج کرنا چاہئے۔

پیدل حج کرنے کا ثواب

ہر سال ہزاروں مسلمان حج کرتے ہیں جن میں بہت سے حاجی سواری پر حج کرتے ہیں اور بہت سے پیدل کرتے ہیں اور سواری پر حج کرنے والوں کو بھی کچھ نہ کچھ پیدل چلنا ہی پڑتا ہے بلکہ آجکل حج کی مُشقت سفر کے بجائے حج ادا کرنے میں ہو رہی ہے' کیونکہ حاجیوں کی اسقدر کثرت ہے کہ اب سواری پر حج کرنا پیدل حج کرنے کے مقابلے میں زیادہ دشوار ہے' کوئی بہت ہی کمزور' بیمار اور معذور ہو تو الگ بات ہے ورنہ پیدل حج کرنا کافی آسان ہے اور احادیث طیبہ میں اس کے فضائل بھی بہت آئے ہیں۔ یہاں ان کا مختصر انتخاب پیش کیا جاتا ہے تاکہ اگر کسی میں پیدل حج کرنے کی قوت ہو تو وہ یہ ثواب حاصل کر سکے اور جو شخص پورا حج پیدل نہ کر سکے تو جتنا کر سکے کر لے اور کچھ نہ کچھ پیدل حج کا ثواب حاصل کر لے۔

ہر قدم پر سات کروڑ نیکیاں

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک مرتبہ سخت بیمار ہوئے تو انہوں نے اپنی اولاد کو بلا کر جمع کیا اور فرمایا : کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص (حج کے لئے) مکہ مکرمہ سے پیدل چلے اور واپس مکہ مکرمہ آجائے تو اللہ تعالیٰ ہر قدم پر سات سو نیکیاں (اس کے نامہ اعمال میں) لکھیں گے' ان میں سے ہر نیکی حرم کی نیکیوں کے برابر ہے' عرض کیا گیا : حرم کی نیکیوں سے کیا مراد ہے؟ فرمایا : ہر نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے۔ (مستدرک)

فائدہ ✦ مکہ مکرمہ سے پیدل حج کرنے کا یہ ثواب ہے کہ ہر قدم پر سات کروڑ نیکیاں عطا ہوں گی' جب ایک قدم پر یہ ثواب ہے تو سارے راستے کا کتنا زیادہ ثواب ہو گا۔

دس ارب نیکیاں

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

> "جو شخص منیٰ سے عرفات تک پیدل حج کرے' اس کے لئے حرم کی نیکیوں میں سے سو ہزار نیکیاں درج کی جائیں گی' عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول! حرم کی نیکیوں سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا : ایک نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے"۔

فائدہ ✦ ایک سو ہزار کو ایک لاکھ میں ضرب دینے سے دس ارب کی تعداد بن جاتی ہے' جس کا حاصل یہ ہوا کہ صرف منیٰ سے عرفات تک پیدل جانے والے حاجی کو دس ارب نیکیاں ملیں گی' سبحان اللہ! کتنا عظیم ثواب ہے؟ اللہ تعالیٰ اس کی ہمت و قوت عطا فرمائیں۔ آمین۔

جو لوگ حج نہیں کرتے' وہ غور کریں کہ حج نہ کرنے کی بناء پر گناہگار ہونے کے علاوہ وہ کتنی لاکھوں کروڑوں بلکہ اربوں نیکیوں سے محروم ہیں' کیا انہیں مرنا نہیں ہے؟ اور حقیر دنیا چھوڑنی نہیں ہے؟ اور جب مرنا بھی یقینی ہے اور دنیا کو چھوڑنا بھی

ضرور ہے تو پھر حج کر کے آخرت کے لئے نیکیوں کے ذخائر جمع کریں تاکہ آخرت میں کام آئیں۔

عمرۃ کا ثواب

حج سے پہلے یا حج کے بعد اکثر عمرہ کیا جاتا ہے اور عمرہ کا بڑا ثواب ہے۔ چنانچہ حدیث میں عمرہ کو چھوٹا حج بتایا گیا ہے اس کے چند فضائل ہیں :

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کہ ایک عمرہ دوسرے عمرے تک کفارہ ہے ان کے درمیان کے گناہوں کا۔ اور حج مبرور کا بدلہ تو بس جنت ہے۔

(بخاری و مسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کہ پے در پے حج اور عمرہ کیا کرو، کیونکہ حج اور عمرہ دونوں فقر و فاقہ، محتاجگی اور گناہوں کو اس طرح دور کرتے ہیں جس طرح لوہار اور سنار کی بھٹی لوہے اور سونے و چاندی کا میل کچیل دور کر دیتی ہے اور حج مبرور کا صلہ اور ثواب تو بس جنت ہی ہے۔

(ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کہ حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں اگر وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تو اللہ ان کی دعاء قبول فرمائے اور اگر وہ اس سے مغفرت مانگیں تو وہ ان کی مغفرت فرمائے۔ (ابن ماجہ)

فائدہ ✦ اخلاص کے ساتھ حج یا عمرہ کرنا گویا اللہ تعالی کے دریائے رحمت میں غوطہ لگانا ہے جس سے اس کے گناہوں کا کفارہ بھی ہو جاتا ہے' دعاء بھی قبول ہوتی ہے' فقروفاقہ بھی ختم ہوتا ہے اور خوش حالی اور اطمینان قلب نصیب ہوتا ہے اور نیز حج مبرور کے بدلے میں جنت عطا ہونا اللہ تعالی کا قطعی فیصلہ ہے۔ جو لوگ استطاعت کے باوجود حج نہیں کرتے وہ کہاں ہیں؟ کیا وہ گناہوں سے پاک نہیں ہونا چاہتے؟ کیا انہیں جنت درکار نہیں؟ اگر درکار ہے تو پہلے حج کا فریضہ انجام دیں!

رمضان المبارک کا عمرہ

حضرت اُمّ سُلَیْم رضی اللہ تعالی عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ (میرے خاوند) ابو طلحہ اور ان کے بیٹے حج کے لئے چلے گئے اور مجھے چھوڑ گئے۔ آپ نے فرمایا : کہ اے اُمّ سُلَیْم! رمضان المبارک میں عمرہ کرنا (ثواب میں) میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔

(ابن حبان)

فائدہ ✦ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ رمضان المبارک میں عمرہ کرنا حج کے برابر ثواب رکھتا ہے اور بھی احادیث میں مذکور ہے' لیکن مذکورہ حدیث میں ہے کہ : رمضان المبارک میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔

(ابوداؤد)

اللہ پاک بار بار رمضان المبارک کا عمرہ متبول نصیب فرمائے۔ (آمین)

مدینہ طیبہ کے فضائل

حج اور عمرہ کرنے والے کو حج و عمرہ کرنے کے بعد دوسری سب سے بڑی دولت

و نعمت مدینہ منورہ کی حاضری، مسجد نبوی کی زیارت اور دونوں جہان کے سرادر اور آقا و مولیٰ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بلا واسطہ حضوری اور براہ راست سلام پیش کرنے کی وہ سعادت ہے جو بہت ہی بلند نصیبہ کی بات ہے۔ جو لوگ حج کی استطاعت ہوتے ہوئے حج نہیں کرتے وہ اس عظیم سعادت سے بھی محروم رہتے ہیں جس سے بڑھ کر کوئی محرومی نہیں۔

اب کچھ فضائل اور برکات مدینہ منورہ کے پیش کئے جاتے ہیں۔

شفاعت اور سفارش

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کہ میرا جو امتی مدینہ کی تکلیفوں اور سختیوں پر صبر کر کے وہاں رہے گا، میں قیامت کے دن اس کی شفاعت اور سفارش کروں گا۔

(صحیح مسلم)

طاعون اور دجال سے حفاظت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کہ مدینہ کے راستوں پر فرشتے مقرر ہیں، اس میں طاعون اور دجّال داخل نہیں ہو سکتا۔

(صحیح بخاری و مسلم)

فائدہ ✦ دعاء کرنا ہر مومن کے اختیار میں ہے، اس لئے مدینہ طیّبہ میں رہنے کی دعا خود بھی کرنی چاہئے اور دوسروں سے بھی کرانی چاہئے۔

مسجدِ نبوی کی عظمت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کہ آدمی اگر اپنے گھر پر نماز پڑھے تو صرف ایک نماز کا ثواب اس کو ملتا ہے' اور محلہ کی مسجد میں پچیس گنا ثواب ملتا ہے اور جامع مسجد میں پانچ سو گنا ثواب ہوتا ہے اور بیت المقدس کی مسجد میں پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ہوتا ہے اور میری مسجد یعنی مسجدِ نبوی میں بھی پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور مسجد الحرام میں ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔

(ابن ماجہ)

فائدہ ✦ مسجدِ نبوی میں ایک نماز ادا کرنے کا ثواب ایسا ہے جیسے کوئی شخص پچاس ہزار نمازیں ادا کرے' اللہ اکبر!! کتنا عظیم ثواب ہے' اس لئے مدینہ جانے والوں کو ہر نماز مسجدِ نبوی میں ادا کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

دو مقبول حج کا ثواب

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کہ جو شخص حج کے لئے مکہ مکرمہ جائے اور پھر میرا ارادہ کرکے میری مسجد میں آئے تو اس کے لئے دو مقبول حج لکھے جاتے ہیں۔

(دیلمی)

نفاق اور دوزخ سے براءت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کہ جس شخص نے

میری اس مسجد میں ۴۰ نمازیں ادا کیں، ایک نماز بھی فوت نہیں
ہوئی تو اس کے لئے دوزخ سے اور ہر قسم کے عذاب سے نجات
لکھ دی جائے گی (اسی طرح) نفاق سے براءت بھی لکھ دی
جائے گی۔ (طبرانی)

فائدہ ✦ مسجدِ نبوی میں چالیس نمازیں باجماعت مسلسل ادا کرنے پر یہ بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے بندے کو نفاق کی نجاست سے پاک فرما دیں گے، اور دوزخ اور ہر قسم کے عذاب سے اس کو نجات دے دیں گے۔ اس لئے مسجد نبوی میں مسلسل چالیس نمازیں ادا کر کے یہ عظیم فضیلت حاصل کرنی چاہیے۔ حج کرنے کی استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والے اس سعادت سے بھی محروم ہیں، وہ غور کرلیں!۔

جنت کا باغیچہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ میرے گھر اور
میرے منبر کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک
باغیچہ ہے اور میرا منبر حوض کوثر پر ہے۔

(بخاری و مسلم)

فائدہ ✦ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کی جگہ اور آپ کا حجرۂ مبارک جس میں آپ آرام فرما ہیں، ان کے درمیان جو زمین کا حصہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور عنایتوں کا خاص محل ہے جس کی بناء پر گویا وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ ہے، جو بندہ ایمان اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا طالب بن کر اس میں آیا تو گویا وہ جنت کے ایک باغیچہ میں آگیا اور انشاء اللہ آخرت میں بھی وہ اپنے آپ کو جنت کے ایک باغیچہ میں پائے گا۔ (معارف الحدیث)

روضۂ اقدس کی زیارت

آہستہ قدم، نیچی نگاہ، پست صدا ہو
خوابیدہ یہاں روح رسول عربی ہے ﴿ﷺ﴾

اے زائرِ بیتِ نبوی یاد رہے یہ
بے قاعدہ یہاں جنبشِ لب بے ادبی ہے

بچھاؤ پلکیں، جھکاؤ آنکھیں
ادب کا اعلیٰ مقام آیا

حج کے بعد سب سے افضل، سب سے بہتر اور سب سے بڑی سعادت دونوں جہاں کے سردار جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی زیارت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عظمت وہ چیز ہے جس کے بغیر ایمان درست نہیں رہ سکتا، لہٰذا دیارِ مقدس میں پہنچنے کے بعد اب روضۂ اقدس کے سامنے خود حاضر ہو کر درود و سلام پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں اور اس پر ملنے والے بے شمار فضائل و برکات حاصل کریں جو دور سے درود و سلام پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کا زندہ ہونا جمہورِ اُمّت کے نزدیک طے شدہ بات ہے، جو شخص اس کو نہ مانے وہ جاہل ہے اور نالائق ہے، بہرحال آپ کا جو امّتی مزارِ مبارک پر حاضر ہو کر سلام عرض کرے، آپ خود اس کا سلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں، ایسی صورت میں وفات کے بعد آپ کے روضۂ اقدس پر حاضر ہونا اور سلام عرض کرنا ایک طرح بالمشافہ سلام پیش کرنے کے برابر ہے جو بلاشبہ ایک عظیم ترین سعادت ہے جو ہر زیارت کرنے والے کو تمام آداب کے ساتھ ضرور حاصل کرنی چاہئے بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

کے روضہ اقدس کی زیارت کرنا ایسا ہے جیسے اس نے حضور کی زندگی میں آپ کی زیارت کی۔ جو لوگ حج نہیں کرتے وہ اس دولتِ عظمیٰ سے بھی محروم رہتے ہیں جو حقیقت میں بڑی محرومی ہے۔

فضائل زیارت مزار اقدس

- رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کہ جس شخص نے حج کیا اور اس کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو وہ میری وفات کے بعد (زیارت کی سعادت حاصل کرنے میں) انہی لوگوں کی طرح ہے جنھوں نے میری حیات میں میری زیارت کی۔ (رواہ البیہقی)
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کہ جس نے میری قبر کی زیارت کی، اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔ (ابن خزیمہ)
- رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کہ جس شخص نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔ (رواہ ابن عدی بسند حسن)
- رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کہ جو شخص میری قبر کے پاس کھڑے ہو کر مجھ پر درود پڑھتا ہے میں خود اس کو سنتا ہوں۔ (رواہ البیہقی)
- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کہ جو شخص میری قبر کے پاس کھڑے ہو کر مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے، میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو شخص کسی اور جگہ درود شریف پڑھتا ہے تو اس کی دنیا و آخرت کی ضرورتیں پوری کی جاتی ہیں اور میں قیامت کے دن اس کا گواہ اور سفارشی ہوں گا۔ (رواہ البیہقی)

فائدہ ◆ یہ کتنی بڑی فضیلت ہے کہ روضۂ اقدس پر کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھنے کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفس نفیس سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں، اس لئے ادب و احترام سے نظر جھکا کر بڑے ہی خلوص سے سلام پیش کرنا

چاہئے۔ اور مدینہ منوّرہ کے قیام کے دوران زیادہ سے زیادہ یہ سعادت حاصل کرنی چاہئے۔

درود وسلام کا ثواب

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس کھڑے ہو کر یہ آیت پڑھے :

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ

اس کے بعد ستر مرتبہ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا مُحَمَّدُ

کہے تو ایک فرشتہ کہتا ہے، اے شخص! اللہ تعالیٰ تجھ پر رحمت نازل فرماتے ہیں اور اس کی ہر حاجت پوری کر دی جاتی ہے۔

(فضائل حج)

فائدہ ✦ روضہ اقدس پر دستور کے مطابق درود وسلام پیش کرنے کے بعد مذکورہ فضیلت حاصل کرنے کے لئے ستر مرتبہ ذکر کردہ درود شریف بھی پڑھ لیا کریں۔ اور مذکورہ الفاظ کی جگہ اگر ستر مرتبہ یہ کلمات کہے جائیں تو شاید زیادہ بہتر ہو۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (حوالہ بالا)

عام حالات میں درود وسلام پڑھنے کے احادیث میں بڑے عجیب وغریب فضائل منقول ہیں، ان میں سے چند خاص خاص فضائل یہاں لکھے جاتے ہیں، تاکہ زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھنے کا اہتمام کیا جائے بلکہ مدینہ منورہ کے قیام کے دوران تو خاص طور پر درود شریف کی کثرت کرنی چاہئے اور درود ابراہیمی سب درودوں کا سردار ہے اس لئے اسی کو زیادہ پڑھنا چاہئے۔

قرب کا ذریعہ

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: کہ قیامت کے روز میرے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہو گا جو مجھ پر کثرت سے درود پڑھتا ہو گا۔

(ت' حب)

تفکرات سے نجات اور گناہوں کی معافی

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ پر درود شریف کثرت سے پڑھتا ہوں تو کتنا درود اپنے معمول میں رکھوں؟ فرمایا جس قدر تمہارا دل چاہے' میں نے کہا ایک چوتھائی' یعنی باقی تین چوتھائی دوسرے معمولات رہیں' فرمایا جس قدر تمہارا دل چاہے اور اگر بڑھا دو تو تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا آدھا' فرمایا جتنا چاہو' اور اگر زیادہ کردو تو اور بہتر ہے' میں نے کہا تو پھر سب درود ہی درود رکھوں گا' فرمایا تو اب تمہاری سب فکروں کی بھی کفایت ہو جائے گی اور تمہارے گناہ بھی معاف ہو جائیں گے۔

(ت' مس)

دس رحمتیں اور دس نیکیاں

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھے تو اللہ تعالی اس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں اور اس کے دس گناہ معاف فرماتے ہیں اور اس کے دس

درجہ بڑھاتے ہیں اور دس نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھتے ہیں۔ (س ط)

۷۰ رحمتیں اور ۷۰ دعائیں

ایک روایت میں ارشاد ہے کہ : درود شریف پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ ستّر ۷۰ رحمتیں نازل فرماتے ہیں اور فرشتے اس کے لئے ستّر ۷۰ مرتبہ دعاء کرتے ہیں۔ (زاد السعید)

عرش کا سایہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے : کہ جو شخص مجھ پر درود کی کثرت کرے گا تو وہ عرش کے سایہ میں ہو گا۔

(حاشیہ الجذب)

اسی ۸۰ سال کے گناہ معاف

درمختار میں اصبہانی سے نقل کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص مجھ پر درود شریف پڑھے اور وہ قبول ہو جائے تو اس کے اسی ۸۰ سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

(زاد السعید)

سو حاجتیں پوری

امام مستغفری رحمہ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے : کہ جو کوئی ہر روز سو بار درود پڑھے، اس کی سو (۱۰۰) حاجتیں پوری کی جائیں

گی تیں (۳۰) دنیا کی اور باقی آخرت کی۔

(قض)

ہزار مرتبہ پڑھنے والے کے لئے بشارت

ابو حفص ابن شاہینؒ نے حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص مجھ پر ہزار (۱۰۰۰) مرتبہ درود پڑھے تو وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ اپنا ٹھکانہ جنت میں نہیں دیکھ لے گا۔

(س ع)

قیامت کی ہولناکی سے نجات

دیلمیؒ نے حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے : کہ قیامت کے ہول اور خطرات سے وہ شخص زیادہ نجات حاصل کرے گا جو دنیا میں مجھ پر زیادہ درود بھیجتا ہو گا۔

(س ع)

فائدہ ✦ کثرت سے درود شریف پڑھنا' مدینہ طیبہ میں خاص معمول ہونا چاہئے۔ اور پھر زندگی بھر یہ معمول جاری رہنا چاہئے' جس سے دنیا و آخرت میں مذکورہ بالا فضائل وبرکات حاصل ہوں گے۔ حج کی استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والے نہ جانے دین ودنیا کے کتنے ہی فوائد وثمرات اور اجر وبرکات سے محروم ہیں۔

مدینہ منورہ کی موت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کہ جو شخص

اس کی کوشش کر سکے کہ مدینہ منوّرہ میں اس کی موت آئے تو اس کو چاہئے کہ وہ (اس کی کوشش کرے اور) مدینہ منورہ میں مرے (کیونکہ) میں ان لوگوں کی ضرور شفاعت کروں گا جو مدینہ طیبہ میں مریں گے (اور وہاں دفن ہوں گے)۔

(جامع ترمذی)

فائدہ ◆ مدینہ طیّبہ میں موت آنا گو اپنے اختیار میں نہیں لیکن بندہ اس کی آرزو اور دعاء تو کر سکتا ہے اور اخلاص کے ساتھ کسی قدر کوشش بھی کر سکتا ہے اور اخلاص کے ساتھ کوشش کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ مدد بھی فرماتے ہیں' حدیثِ بالا کا یہی مدعا ہے : اس بارے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا مانگنے کے لائق ہے!

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ شَهَادَةً فِيْ سَبِيْلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِيْ فِيْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ

ترجمہ : "اے اللہ مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما' اور اپنے محبوب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک شہر (مدینہ منوّرہ) میں مرنا (اور دفن ہونا) نصیب فرما!

(بخاری)

جنت البقیع میں دفن ہونا

مدینہ منوّرہ میں ایمان کے ساتھ مرنے کے بعد' جنت البقیع میں دفن ہونا بہت بڑی نعمت ہے' جہاں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت مدفون ہیں یعنی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ' حضور کی

صاحبزادیاں حضرت زینب حضرت امّ کلثوم حضرت رقیہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن اور دو کے سوا باقی نو ازواجِ مُطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تین پھوپھیاں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم آرام فرما ہیں' اور تیسرے خلیفہ ارشد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ' دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم' بے شمار تابعین' تبع تابعین اور لاتعداد علماء' صلحاء' شہداء اور اولیاء کرام رحمہم اللہ مدفون ہیں' احادیث میں جنت البقیع کے خاص فضائل ہیں۔ چند یہ ہیں :

- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آسمان والوں کے لئے دو قبرستان زمین پر ایسے چمکتے ہیں جیسے زمین والوں کے لئے آسمان پر چاند اور سورج چمکتے ہیں ایک بقیع کا قبرستان دوسرے مقبرۂ عسقلان۔

(فضائل حج)

- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کہ قیامت کے دن سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی' میں اس میں سے نکلوں گا' پھر ابوبکر اپنی قبر سے نکلیں گے پھر عمرؓ پھر جنت البقیع میں جاؤں گا' وہاں جتنے مدفون ہیں ان کو اپنے ساتھ لوں گا' پھر مکّہ مکرّمہ کے قبرستان والوں کا انتظار کروں گا۔ وہ مکّہ مکرّمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان آکر مجھ سے ملیں گے۔

(ترمذی شریف)

- حضرت امّ قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : کہ اے امّ قیس! کیا تم نے یہ مقبرہ (یعنی جنت البقیع) دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا! ہاں یا رسول اللہ دیکھا ہے! (اس کے بعد) آپ نے فرمایا : کہ قیامت کے دن اِس قبرستان

سے ستر ہزار آدمی اس طرح اٹھائے جائیں گے کہ ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکدار ہوں گے' یہ لوگ بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے' (حضور سے یہ فضیلت سن کر) ایک صاحب اٹھے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ؐ کیا میں ان میں سے ہوں؟ آپ نے فرمایا ہاں تم ان میں سے ہو' پھر ایک صاحب اور اٹھے اور انھوں نے بھی یہی عرض کیا' آپ نے فرمایا کہ عکاشہ تم سے بازی لے گئے۔

(القریٰ)

فائدہ ◆ مدینہ منورہ کی موت کے ساتھ جنت البقیع میں دفن ہونے کی تمنا بھی ہونی چاہئے اور دعاء بھی کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ سعادت خاص اپنے فضل کرم سے ضرور عنایت فرمائے آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی النبی الکریم محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

۱۱ر۷ر۱۴۲۶ھ

طلاق کے نقصانات

حضرت مولانا مفتی عبد الرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبد اللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱/۱۸۸۔ لیاقت آباد، کراچی ۱۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طلاق کے نقصانات
اور
اس سے بچنے کا طریقہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

امابعد!

الحمد للہ ہم مسلمان ہیں اور مسلمان کو ان کے خالق و مالک جل شانہ نے جہاں اور فرائض و واجبات کے طریقے بتائے ہیں' اسی طرح نکاح و طلاق کے طریقے بھی بتلائے ہیں اور ان کے مطابق عمل کرنے کا تاکیدی حکم دیا ہے اور ان کے خلاف عمل کرنے میں جہاں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی ہے جو خود ایک مستقل گناہ اور سنگین جرم ہے' وہاں اس میں اور بھی طرح طرح کی خرابیاں ہیں اور قسم قسم کی دشواریاں ہیں جو آئے دن ہمارے سامنے آتی رہتی ہیں' خاص کر ایک عیال دار اور صاحبِ اولاد شخص کو جو الجھنیں پیش آتی ہیں وہ ناقابلِ بیان ہیں۔

طلاق کا غلط طریقہ اور اس کے نقصانات

یوں تو ہمارے معاشرے میں طلاق کے بے شمار غلط سلط طریقے رائج ہیں اور نت نئے غلط طریقے آئے دن سامنے آتے رہتے ہیں' ان میں سب سے زیادہ غلط' نا جائز اور خلافِ شرع طریقہ اور بے شمار آفات و مصائب سے بھرا ہوا وہ طریقہ ہے جو ہمارے یہاں بکثرت رائج ہے' اس کے بارے میں اگر یہ کہا جائے کہ یہ طریقہ سو فیصد رائج ہے تو شاید مبالغہ نہ ہو' اور پھر اپنی جہالت سے اسی کو طلاق دینے کا واحد طریقہ سمجھا جاتا ہے' اس طریقہ سے ہٹ کر طلاق دینے کو طلاق دینا سمجھا ہی نہیں جاتا' وہ نامراد طریقہ ایک دم تین طلاق دینے کا ہے۔ اسی بناء پر ہر خاص وعام' جاہل' پڑھا لکھا' امیر' غریب' غصہ میں یا غور و فکر کے بعد' زبانی یا تحریری جب طلاق دیں گے دفعۃً تین طلاقیں دیں گے' اس سے کم پر اکتفا ہی نہیں کرتے' بلکہ اتفاق سے شوہر اگر ایک یا دو طلاقیں دینے پر اکتفاء کر بھی لے تو اس کو تیسری طلاق دینے پر مجبور کیا جاتا ہے اور طرح طرح کے طعنے دے کر یا دھمکی دے کر یا کسی طرح مزید غصہ دلا کر تیسری طلاق بھی اسی وقت دلوائی جاتی ہے اور جب تک خاوند تین طلاقیں نہ دیدے' نہ خاوند کا غصہ ٹھنڈا ہوتا ہے' نہ بیوی کا' نہ دیگر اہل خانہ کا اور نہ دیگر اقرباء کا' اور اس سے پہلے نہ بچوں کی بربادی کا خیال آتا ہے' نہ گھر اجڑنے کا' نہ دو خاندانوں میں عداوت و دشمنی کا' کوئی بھی اس وقت ہوش سے کام نہیں لیتا' اور جب خاوند بیوی کو طلاق کی تینوں گولیاں مار دیتا ہے تو سب کو سکون ہو جاتا ہے اور ہوش آجاتا ہے۔

پھر جب چھوٹے چھوٹے بچوں کا خیال آتا ہے اور ان کے کھوئے کھوئے معصوم سے چہرے سامنے آتے ہیں اور گھر اجڑتا نظر آتا ہے تو اوسان خطا ہونے لگتے ہیں اور ہر ایک کو اپنی غلطی کا احساس ہونے لگتا ہے اور دونوں میاں بیوی اپنے کئے پر پشیمان ہوتے ہیں اور معافی و شافی کر کے بہت جلد صلح و آشتی پر تیار ہو جاتے ہیں' مگر سر سے پانی پھر جانے کے بعد یہ پشیمانی اور صلح و آشتی کچھ کام نہیں آتی اور نہ

رونے دھونے سے کچھ کام چلتا ہے' تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں' حرمت مغلظہ ثابت ہو جاتی ہے اور بیوی خاوند پر حرام ہو جاتی ہے۔ جس میں رجوع بھی نہیں ہو سکتا اور حلالہ کے بغیر باہم دوبارہ نکاح بھی نہیں ہو سکتا اور طلاق دینے میں ناجائز طریقہ اختیار کرنے کا گناہ عظیم علیحدہ ہوا' پھر اگر ناحق طلاق دی ہو تو ناحق طلاق دینا ظلم ہے جو خود گناہِ کبیرہ ہے اور حرام ہے۔

اس کے بعد علماءِ کرام اور مفتیانِ عظام کے دروازوں کو دستک دی جاتی ہے اور بڑی عاجزی کے ساتھ اپنی درد بھری داستان سنائی جاتی ہے' معصوم بچوں کی بربادی کا ذکر ہوتا ہے' آنکھوں سے اشکوں کے دریا بہائے جاتے ہیں اور درخواست کی جاتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح کوئی گنجائش نکال کر ان کے گھر کو تباہی سے بچایا جائے' کوئی کفّارہ بتلایا جائے جس سے دی ہوئی تین طلاقیں کالعدم ہو جائیں اور ہم دوبارہ میاں بیوی بن جائیں۔ مگر اب میاں بیوی کہاں بن سکتے ہیں' دوبارہ میاں بیوی بننے کے جتنے راستے اور جو جو گنجائشیں اللہ اور اس کے رسول نے رکھی تھیں وہ سب اپنی نادانی سے یک لخت ختم کردیں۔ اس وقت لے دے کر صرف یہ طریقہ رہ جاتا ہے کہ عدّت گزارنے کے بعد مطلقہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے پھر نکاح کے بعد یہ دوسرا شخص مطلقہ سے باقاعدہ جماع (ہمبستری) کرے اور جماع کے بعد اپنی خوشی سے اس کو طلاق دے اور پھر مطلقہ اس دوسرے شوہر کی بھی عدّتِ طلاق گزارے' تب کہیں جاکر وہ پہلے خاوند کے لئے حلال ہو سکتی ہے اور اس سے نکاح کر سکتی ہے مگر مطلقہ کا نکاحِ ثانی کرتے وقت یہ شرط لگانا کہ دوسرا شوہر نکاح کے بعد اس کو ضرور ہی طلاق دے گا' خود موجب لعنت ہے' حدیث پاک میں ایسا کرنے اور کرانے والے پر لعنت آئی ہے' اور بعض دفعہ شوہرِ ثانی بغیر جماع کیے طلاق دے دیتا ہے' بلکہ اسی کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس طرح تو مطلقہ پہلے شوہر کے لئے حلال ہی نہیں ہوتی' کیونکہ پہلے شوہر پر حلال ہونے کے لئے دوسرے شوہر کا وطی (ہمبستری) کرنا شرط ہے' پھر یہ

طریقہ بھی کوئی شخص اپنی غیرت کو بالائے طاق رکھ کر ہی کر سکتا ہے یا بہت ہی سخت مجبوری میں اس کو گوارا کر سکتا ہے۔ سلیم الطبع اور غیرت مند آدمی اس کو نہیں اپنا سکتا۔ اور بعض لوگ دوسرے طریقوں سے اس گتھی کو سلجھانے کی کوشش کرتے ہیں اور ان کے یہ دوسرے طریقے بہت ہی بدتر ہوتے ہیں کیونکہ مذکورہ طریقے میں صحیح طرز پر عمل کرنے سے مطلقہ بہرحال پہلے خاوند کے لئے حلال تو ہو جاتی ہے مگر دوسری صورت اختیار کرنے سے مطلقہ پہلے خاوند پر حلال ہی نہیں ہوتی' بدستور حرام رہتی ہے۔

رجوع کی ناجائز شکلیں

چنانچہ بعض جگہ تمام احکام کو پسِ پشت ڈال کر' عذابِ قبر' عذابِ آخرت اور قہر خداوندی سے بے خوف ہو کر صراحۃً تین طلاقیں دینے کے باوجود بغیر کسی حلالہ اور نکاح کے میاں بیوی میں رجوع کرا دیا جاتا ہے' گھر کے بڑے یا دیگر اہلِ محلّہ یہ کہہ کر ان کی تسلّی کر دیتے ہیں کہ غصہ میں طلاق نہیں ہوتی یا گواہوں کے بغیر طلاق نہیں ہوتی یا بالکل تنہائی میں طلاق نہیں ہوتی یا دل سے طلاق دینے کا ارادہ نہ ہو تو طلاق نہیں ہوتی' یا بیوی کو طلاق کا علم نہ ہو تو طلاق نہیں ہوتی یا بیوی طلاق نامہ کی رجسٹری واپس کر دے اور وصول نہ کرے تو طلاق نہیں ہوتی' یا جب تک وہ طلاق کی تحریر نہ پڑھے اور قبول نہ کرے طلاق نہیں ہوتی یا محض لکھ کر دینے سے جبکہ خاوند نے زبانی طلاق نہ دی ہو طلاق نہیں ہوتی یا مطلقہ حمل سے ہو تو طلاق نہیں ہوتی۔ یہ سب جاہلوں کی اپنی خود ساختہ اور من گھڑت دلیلیں ہیں جو بالکل لچر ہیں۔ ازروئے شرع ان سب صورتوں میں بلاشبہ تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور ان کا رجوع محض حرام کاری کا ذریعہ ہوتا ہے اور اس طرح ان کی ساری زندگی گناہ میں گزرتی ہے جس میں یہ دونوں مرد و عورت تو گنہگار رہتے ہی ہیں' ساتھ ہی وہ لوگ بھی گنہگار ہوتے ہیں جنہوں نے ان دونوں کو اس حرام زندگی گزارنے پر آمادہ کیا۔

بعض لوگ تین طلاقیں دینے کے بعد' تین کا اقرار نہیں کرتے' یا طلاق ہی سے مُنکر ہو جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس طرح طلاقیں واقع نہ ہوں گی یا پھر سفید جھوٹ بول کر بجائے تین طلاقوں کے دو لکھواتے اور بتلاتے ہیں اور مفتی کو دھوکہ دے کر رجوع کا فتویٰ لے لیتے ہیں اور لوگوں میں مشہور کر دیتے ہیں کہ فلاں بڑے مفتی صاحب کا یا فلاں بڑے مدرسہ کا فتویٰ منگوا لیا ہے کہ طلاق نہیں ہوئی' لہٰذا رجوع ہو سکتا ہے۔ اس طرح عوام کو بھی دھوکا دیتے ہیں تاکہ کسی کے سامنے رسوائی نہ ہو اور پھر ان عیاریوں سے وہ سمجھتے ہیں کہ بیوی حلال ہو گئی ہے جو محض اور محض خود فریبی ہے۔ مفتی غیب داں نہیں' وہ تحریر وبیان کا پابند ہے' جو کچھ اس کو بتایا جائے گا وہ اسی کے مطابق جواب لکھ کر دے گا' بیان و تحریر کی ذمہ داری صاحب واقعہ پر ہے' اصل حقیقت چھپا کر ایک یا دو طلاقوں کے حکم کو تین طلاقوں کے حکم پر فٹ کرنے سے بیوی حلال ہرگز نہ ہوگی' بدستور حرام رہے گی۔ ایسے لوگ مفتی اور عوام کو تو دھوکہ دے سکتے ہیں مگر اللہ جل شانہ کو دھوکہ نہیں دے سکتے' وہ برابر حق تعالیٰ کے سامنے ہیں اور اس کے قہر و غضب سے نہیں بچ سکتے۔

بعض لوگ تین طلاقوں سے بچنے کے لئے جب فقہ حنفی میں کوئی راستہ نہیں پاتے تو اپنا مسلکِ حنفی چھوڑ کر غیر مقلدوں سے رجوع کرتے ہیں اور اُن سے فتویٰ لے کر رجوع کر لیتے ہیں' اُن کے مسلک میں ایک ہی مجلس کے اندر اگر کوئی شخص تین طلاقیں دفعۃً دے دے تو ایک ہی طلاق ہوتی ہے اور دوبارہ رجوع ہو سکتا ہے۔ ان کا یہ مسلک قرآنِ حکیم' احادیثِ صحیحہ' صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم' تابعین رحمہم اللہ' چاروں امام حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ' حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور جمہورِ اُمّت کے خلاف ہے اور علمی اعتبار سے بھی غلط ہے۔ (اس سلسلہ میں چند حدیثیں آخر میں آرہی ہیں) ان کے مسلک پر عمل کر کے یہ لوگ حرام کاری کی زندگی بسر

کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ دفعۃً تین مرتبہ طلاق دینے میں مصیبت ہی مصیبت اور گناہ ہی گناہ ہے۔

اگر نکاح سے پہلے یا نکاح کے بعد ہی طلاق کے مسائل سیکھ لئے جاتے (جب کہ مسائل کو سیکھنا اس وقت فرض بھی تھا) اور پھر ان پر عمل کیا ہوتا تو آج یہ روز بد دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ گھر اور بچے برباد نہ ہوتے' سکون غارت نہ ہوتا۔ دو خاندانوں میں دشمنی پیدا نہ ہوتی۔ لہٰذا بیک وقت تین طلاق دینے سے مکمل اجتناب کرنا واجب ہے اور جہاں تک ممکن ہو غصہ میں ہرگز ہرگز طلاق نہ دی جائے۔ اگر کبھی غصہ میں ایسی نوبت آنے لگے تو فوراً وہاں سے علیحدہ ہو جائیں اور جب غصہ ختم ہو جائے اور پھر بھی طلاق دینے کا ارادہ ہو تو اس سلسلہ میں کم از کم پہلے قرآن و سنّت کی ان مختصر مندرجہ ذیل تعلیمات کا ضرور مطالعہ کر لیں اور شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کریں۔

میاں بیوی کے حقوق

میاں اور بیوی میں تعلقات کشیدہ ہونے کی اصل بنیاد عام طور پر ایک دوسرے کے حقوق ادا نہ کرنا ہے' اسی سے جھگڑے ہوتے ہیں' اشتعال پیدا ہوتا ہے' اس لئے دونوں پر لازم ہے کہ ایک دوسرے کے حقوق پہچانیں اور پھر ان تمام حقوق کو ادا کرنے کی پوری پوری کوشش کریں۔ جہاں کہیں کوتاہی ہو رہی ہو' کھلے دل سے اس کا اعتراف کریں' اور جلد از جلد اس کا تدارک کر لیں۔ اگر ایسا کرنے لگیں تو شاید ہی کوئی رنجش ہو۔ یہاں مختصراً دونوں کے چند شرعی حقوق کا ذکر کیا جاتا ہے :

خاوند پر بیوی کے یہ حقوق ہیں :

① بیوی کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا۔

② اعتدال کے ساتھ اس کی ایذاء پر صبر کرنا یعنی اگر بیوی سے کوئی خلاف طبع

اور ناگوار بات صادر ہو تو اس پر صبر کرنا' برداشت کرلینا اور نرمی سے اس کو سمجھا دینا تاکہ آئندہ وہ خیال رکھے اور معمولی معمولی بات پر غصہ کرنے سے پرہیز کرنا۔

③ غیرت میں اعتدال رکھنا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو خواہ مخواہ بیوی سے بدگمانی کرے اور نہ بالکل اس کی طرف سے غافل ہو جائے۔

④ خرچ میں اعتدال کرنا۔ یعنی حد سے زیادہ تنگی نہ کرے اور نہ فضول خرچی کی اجازت دے' میانہ روی اختیار کرے۔

⑤ حیض و نفاس کے احکام سیکھ کر بیوی کو سکھانا' نماز پڑھنے اور دین پر چلنے کی تاکید کرتے رہنا اور بدعات و رسومات سے منع کرنا۔

⑥ اگر ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان میں حقوق برابر رکھنا۔

⑦ بقدرِ ضرورت اس سے جماع (ہمبستری) کرنا۔

⑧ بغیر اجازت عزل نہ کرنا یعنی صحبت کرتے وقت بیوی کی مرضی کے بغیر باہر منی خارج نہ کرنا۔

⑨ بغیر ضرورت کے طلاق نہ دینا۔

⑩ بقدر ضرورت رہنے کے لئے مکان دینا۔

⑪ کبھی کبھی بیوی کے محارم اور قریبی عزیزوں سے اس کو ملنے دینا۔

⑫ اس کے ساتھ ہمبستری کی باتیں' دوسروں پر ظاہر نہ کرنا۔

⑬ ضرورت کے وقت بیوی کو مارنے اور تنبیہ کرنے کی جو حد شریعت نے بتلائی ہے اس سے زیادہ مار پیٹ نہ کرنا۔ (اس کی تفصیل آگے آرہی ہے)

بیوی پر شوہر کے یہ حقوق ہیں :

① ہر جائز کام میں خاوند کی اطاعت کرنا' البتہ خلافِ شرع اور گناہ کے کام میں معذرت کردے۔

② خاوند کی حیثیت سے زیادہ نان ونفقہ کا مطالبہ نہ کرنا۔

③ شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں نہ آنے دینا۔

④ شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے گھر سے نہ نکلنا۔

⑤ شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں سے کسی کو کچھ نہ دینا۔

⑥ اس کی اجازت کے بغیر نفل نماز نہ پڑھنا اور نفل روزہ نہ رکھنا۔

⑦ خاوند صحبت کے لئے بلائے تو شرعی ممانعت اور رکاوٹ کے بغیر انکار نہ کرنا۔

⑧ خاوند کو اس کی تنگدستی یا بدصورتی کی وجہ سے حقیر نہ سمجھنا۔

⑨ اگر خاوند میں کوئی بات خلافِ شرع اور گناہ کی دیکھے تو ادب کے ساتھ منع کرنا۔

⑩ اس کا نام لے کر نہ پکارنا۔

⑪ کسی کے سامنے اس کی شکایت نہ کرنا۔

⑫ اس کے سامنے زبان درازی اور بدزبانی نہ کرنا۔

⑬ اس کے والدین کو اپنا مخدوم سمجھ کر ان کا ادب واحترام کرنا' ان کے ساتھ لڑ جھگڑ کر یا کسی اور طریقے سے ایذاء نہ پہنچانا۔ (دین کی باتیں د حقوق الاسلام)

صالح بیوی

قرآن کریم کی رو سے نیک بیوی وہ ہے جو مرد کی حاکیت کو تسلیم کرکے اس کی اطاعت کرے' اس کے تمام حقوق ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے پیٹھ پیچھے اپنے نفس اور مال کی حفاظت کرے' اپنی عصمت اور مال کی حفاظت جو امورِ خانہ داری میں سب سے اہم ہیں ان کے بجا لانے میں خاوند کے سامنے اور پیچھے کا حال بالکل برابر رکھے' یہ نہیں کہ خاوند کے سامنے تو اس کا اہتمام کرے اور اس کی عدم موجودگی میں لاپرواہی برتے۔ ایک حدیث میں اس کی مزید تشریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"بہترین عورت وہ ہے کہ جب تم اس کو دیکھو تو خوش ہو اور جب اس کو کوئی حکم دو تو اطاعت کرے اور جب تم غائب ہو تو اپنے نفس اور مال کی حفاظت کرے"۔ (معارف القرآن)

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :

"جو عورت اپنے شوہر کی تابعدار اور فرماں بردار ہو اس کے لئے ہوا میں پرندے' دریا میں مچھلیاں' آسمانوں میں فرشتے اور جنگلوں میں درندے استغفار کرتے ہیں"۔ (بحر محیط)

نافرمان بیوی کی اصلاح کے تین طریقے

جب کسی کی بیوی اس کی فرمانبرداری نہ کرے' اس کے حقوق ادا نہ کرے اور خوش اسلوبی کے ساتھ زندگی نہ گزارے تو قرآنِ کریم نے اس کی اصلاح کے ترتیب وار تین طریقے بتلائے ہیں' طلاق دینے سے پہلے ان باتوں پر عمل کرنا چاہئے۔

① پہلا طریقہ اور درجہ یہ ہے کہ خاوند نرمی سے بیوی کو سمجھائے' اس کی غلط فہمی دور کرے۔ اگر واقعی وہ جان کر غلط روش اختیار کئے ہوئے ہے تو سمجھا بجھا کر صحیح روش اختیار کرنے کی تلقین کرے' اس سے کام چل گیا تو معاملہ یہیں ختم ہو گیا' عورت ہمیشہ کے لئے گناہ سے اور مرد قلبی اذیت سے اور دونوں رنج و غم سے بچ گئے۔ اور اگر اس فہمائش سے کام نہ چلے تو

② دوسرا درجہ یہ ہے کہ ناراضگی ظاہر کرنے کے لئے بیوی کا بستر اپنے سے علیحدہ کردے اور اس سے علیحدہ سوئے۔ یہ ایک معمولی سزا اور بہترین تنبیہ ہے' اس سے عورت متنبہ ہو گئی تو جھگڑا یہیں ختم ہو گیا۔ اور اگر وہ اس شریفانہ سزا پر بھی اپنی نافرمانی اور کج روی سے باز نہ آئی تو

③ تیسرے درجے میں خاوند کو معمولی مار مارنے کی بھی اجازت دی گئی ہے' جس

کی حد یہ ہے کہ بدن پر اس مار کا اثر اور زخم نہ ہو ـــــ مگر اس تیسرے درجہ کی سزا کے استعمال کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہیں فرمایا' اس لئے اس درجہ پر عمل کرنے سے بچنا اولیٰ ہے۔ بہرحال اگر اس معمولی مار پیٹ سے بھی معاملہ درست ہو گیا' صلح صفائی ہو گئی' تعلقات بحال ہو گئے' تب بھی مقصد حاصل ہو گیا' خاوند پر بھی لازم ہے کہ وہ بھی بال کی کھال نہ نکالے اور ہر بات منوانے کی ضد نہ کرے' چشم پوشی اور درگزر سے کام لے اور حتی الامکان نباہنے کی کوشش کرے۔

باہمی صلح وصفائی کا ایک عمدہ طریقہ

مذکورہ تین طریقے تو وہ تھے کہ جن کے ذریعے گھر کا جھگڑا گھر ہی میں ختم ہو جائے' لیکن بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ جھگڑا طول پکڑ لیتا ہے خواہ اس وجہ سے کہ بیوی کی طبیعت میں نافرمانی' سرکشی اور آزادی ہے یا اس بناء پر کہ خاوند کا قصور ہے اور اس کی طرف سے بے جا تشدد اور زیادتی ہے۔ بہرحال اس صورت میں گھر کی بات کا گھر سے باہر نکلنا لازمی ہے' لیکن عام عادت کے مطابق تو یہ ہوتا ہے کہ طرفین کے حامی ایک دوسرے کو برا کہتے ہیں اور الزام لگاتے پھرتے ہیں' جس کے نتیجہ میں جانبین میں اشتعال پیدا ہو جاتا ہے' اور پھر دو شخصوں کی لڑائی خاندانی جھگڑے کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

قرآن کریم نے اس فسادِ عظیم کو بند کرنے اور باہم صلح وصفائی کرانے کے لئے ایک بہت ہی پاکیزہ طریقہ بتایا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ برادری کے سربراہ اور معاملہ فہم حضرات یا ارباب حکومت یا فریقین کے اولیاء دو حَکَم (صلح کرانے والے) مقرر کریں۔ ایک مرد کے خاندان سے' دوسرا عورت کے خاندان سے اور دونوں حکم میں یہ اوصاف موجود ہوں۔

① دونوں ذی علم ہوں۔

② دیانت دار ہوں۔

③ نیک نیت ہوں اور دل سے چاہتے ہوں کہ ان میں صلح ہو جائے۔

اور پھر صلح و صفائی کی پوری کوشش کریں، جب ایسے حَکم ان دونوں میاں بیوی کے درمیان اخلاص کے ساتھ صلح کی کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی غیبی امداد ہوگی اور یہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے اور ان کے ذریعے دونوں میاں بیوی کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اتفاق و محبت پیدا فرمائیں گے۔

(از معارف القرآن جلد ۲ بتصرف)

نکاح کا مقصد طلاق دینا نہیں

اسلامی تعلیمات کا اصل رُخ یہ ہے کہ نکاح کا معاملہ اور معاہدہ عمر بھر کے لئے ہو، اس کے توڑنے اور ختم کرنے کی نوبت ہی نہ آئے، کیونکہ نکاح ختم ہونے کا اثر صرف میاں بیوی پر نہیں پڑتا، بلکہ نسل و اولاد کی تباہی و بربادی اور بعض اوقات خاندانوں اور قبیلوں میں فساد تک کی نوبت پہنچتی ہے اور پورا معاشرہ اس سے بُری طرح متاثر ہوتا ہے۔ اسی لئے جو اسباب اور وجوہ اس رشتہ کو توڑنے کا سبب بن سکتے ہیں، قرآن و سنّت کی تعلیمات نے ان تمام اسباب کو راہ سے ہٹانے کا پورا انتظام کیا ہے۔ زوجین کے ہر معاملہ اور ہر حال کے لئے جو ہدایتیں قرآن و سنّت میں مذکور ہیں، ان سب کا حاصل یہی ہے کہ یہ رشتہ ہمیشہ زیادہ سے زیادہ مستحکم ہوتا چلا جائے، ٹوٹنے نہ پائے، نااتفاقی ہونے کی صورت میں جیسا کہ تفصیل سے ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ اوّل افہام و تفہیم کی پھر زجر و تنبیہ کی ہدایتیں دی گئیں ہیں اور اگر بات زیادہ بڑھ جائے اور اس سے بھی کام نہ چلے تو خاندان ہی کے دو افراد کو حَکم اور ثالث بنانے کا ارشاد کس قدر حکیمانہ ہے کہ اگر معاملہ خاندان سے باہر گیا تو بات بڑھ جانے اور دلوں میں اور زیادہ بُعد پیدا ہو جانے کا خطرہ ہے۔ کاش ہم بھی ان پاکیزہ تعلیمات پر صحیح طریقہ

سے عمل پیرا ہوں۔ جذبات سے مغلوب ہونے کے بجائے' خوب سوچ سمجھ کر اس بارے میں کوئی قدم اٹھائیں۔

طلاق بالکل آخری مرحلہ پر ہے

بعض اوقات ایسی صورتیں بھی پیش آجاتی ہیں کہ اصلاحِ حال کی تمام کوششیں ناکام ہو جاتی ہیں' کسی طریقہ سے اتفاق نہیں ہوتا' ازدواجی زندگی سے مطلوبہ ثمرات حاصل ہونے کے بجائے میاں بیوی کا آپس میں مل کر رہنا ایک عذاب بن جاتا ہے' ایسے سنگین حالات میں دونوں کے اس ازدواجی تعلق کو ختم کر دینا ہی طرفین کے لئے راحت اور سلامتی کا باعث ہوتا ہے۔ ایسے آخری اور انتہائی حالات میں شریعت نے خاوند کو طلاق کا اختیار دیا ہے اور یہ کہہ کر دیا ہے کہ اس اختیار کا استعمال کرنا بہت ہی ناپسندیدہ' مبغوض اور مکروہ ہے' صرف مجبوری میں اس کی اجازت ہے اور اس کا طریقہ بھی خود ہی بتلایا ہے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی تاکید کی ہے جس میں بیشمار دینی اور دنیاوی فوائد ہیں۔

طلاق دینے کا احسن طریقہ

چنانچہ قرآن و سنّت کے ارشادات اور صحابہ و تابعین کے عمل سے طلاق دینے کے طریقے کے متعلق جو کچھ ثابت ہوتا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب میاں بیوی میں کسی طرح صلح و صفائی اور میل جول نہ ہوتا ہو اور طلاق دینے کے سوا کوئی چارہ ہی نہ رہا ہو تو طلاق دینے کا احسن (بہترین) طریقہ یہ ہے کہ جب بیوی ماہواری سے پاک ہو اور اس پاکی کے زمانہ میں خاوند نے بیوی سے صحبت بھی نہ کی ہو تو خاوند صاف الفاظ میں بیوی کو صرف ایک طلاق دیدے' مثلاً یوں کہہ دے "میں نے تجھے ایک طلاق دی"۔ اس کے بعد عدت گزرنے دے۔ عدت کے دوران رجوع کرے تو بہتر ہے' ورنہ اس طرح عدت ختم ہونے کے ساتھ ہی نکاح کا رشتہ خودبخود ٹوٹ جائے گا' بیوی شوہر سے بالکل جدا ہو جائے گی اور آزاد ہوگی اور اس کو اختیار ہوگا کہ جہاں

چاہے نکاح کرے۔ فقہائے کرام نے اس طرح طلاق دینے کو طلاقِ احسن کہا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی اس کو طلاق کا بہترین طریقہ قرار دیا ہے۔ لہٰذا جب طلاق دینا بہت ہی ناگزیر ہو تو اسی طریقہ کے مطابق طلاق دینا چاہئے۔

طریق احسن کے فوائد

طلاق کے اس احسن طریقہ میں یوں تو بیشمار فوائد ہیں' چند اہم فائدے یہ ہیں :

① سب سے اہم فائدہ اس طریقہ میں یہ ہے کہ طلاق کے جتنے واقعات سامنے آتے ہیں ان میں ننانوے فیصد واقعات میں میاں بیوی اس واقعہ سے بہت پچھتاتے اور شرمندہ ہوتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح دوبارہ ان کا رشتۂ ازدواج بحال ہو جائے' لیکن چونکہ وہ تین طلاقیں دے چکے ہوتے ہیں اور رجوع کرنے یا بِلا حلالہ دوبارہ نکاح کرنے کے تمام درجے عبور کر چکے ہوتے ہیں' اس لئے ان کا شرمندہ ہونا اور صلح پر آمادہ ہونا کچھ کام نہیں آتا۔ مذکورہ طلاق کے احسن طریقہ پر عمل کرنے میں طلاق دینے کے بعد تین ماہواریاں گزرنے تک عدت ہے بشرطیکہ حمل نہ ہو' ورنہ وضع حمل تک عدّت ہے اور عدّت کے دوران دونوں میاں بیوی کو علیحدگی اور اس پر مرّتب ہونے والے اثرات پر غور و فکر کا اچھا خاصا وقت مل جاتا ہے اور مستقبل کے سلسلہ میں صحیح فیصلہ کرنے کا موقع ملتا ہے' اگر دورانِ عدت دونوں اس نتیجے پر پہنچ جائیں کہ طلاق دینا اچھا نہیں ہے اور اپنے کئے پر نادم ہوں' بیوی خاوند کی فرمانبرداری کرنے اور اپنی کوتاہیوں کو دور کرنے کا عہد کرے' خاوند بھی گھر کی بربادی اور بچّوں کی کفالت و پرورش کی دشواریوں کا اندازہ لگا کر خوش اسلوبی کے ساتھ زندگی گزارنے میں سلامتی دیکھے تو ابھی کچھ نہیں بگڑا' دوبارہ میاں بیوی والے تعلقاتِ خاص قائم کرلیں' بس رجوع ہوگیا' حسبِ سابق میاں بیوی کی طرح رہیں اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں۔ بہتر یہ ہے کہ کم از کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں

کے سامنے خاوند کہے کہ "میں اپنی بیوی کو دوبارہ اپنے نکاح میں لوٹاتا ہوں"۔ یا یوں کہے کہ "میں اپنی بیوی کو دوبارہ رکھے لیتا ہوں"۔ یہ رجوع کا افضل طریقہ ہے تاکہ دوسروں کو تعلقات کی بحالی سے کوئی غلط فہمی نہ ہو اور رجوع کرنا بھی طلاق کی طرح سب کے علم میں آجائے۔ اور اگر عدّت کے دوران خاوند نے رجوع نہ کیا اور عدّت گزر گئی تو اب مطلقہ اس کے نکاح سے پوری طرح آزاد ہوگئی، اب جہاں اس کا دل چاہے نکاح کرے، طلاق دینے والے سے اس کا کچھ تعلق نہیں رہا، دونوں بالکل اجنبی ہوگئے۔

(۲) طلاق کے اس احسن طریقے میں دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اگر رشتۂ ازدواج سے آزاد ہونے اور کچھ وقت گزرنے کے بعد کسی وجہ سے ایک دوسرے کی یاد ستانے لگے، کبیدگیوں اور رنجشوں کو بھلا کر ایک دوسرے کے محاسن، خدمات اور احسانات پر غور کرنے کا ازسرنو موقع ملے اور پھر دوبارہ ایک دوسرے سے نکاح کرنے کے خواہشمند ہوں تو طلاق اور عدت گزرنے کے بعد بھی بغیر کسی حلالہ کے دوبارہ آپس میں نئے مہر کے ساتھ باہمی رضامندی سے نکاح کرسکتے ہیں۔

بالفرض دوبارہ نکاح ہوگیا اور بدقسمتی سے دوبارہ بھی اس کو کامیابی کے ساتھ نہ نباہ سکے اور خدانخواستہ پھر طلاق کی نوبت آگئی تو دوبارہ طلاق دینے سے پہلے اس بار بھی ان تمام تفصیلات پر عمل کرنا چاہئے جن کا ذکر اوپر ہوا ہے (یعنی پہلے افہام و تفہیم سے کام لے، پھر زجر و تنبیہہ کرے، پھر خاندان کے دو افراد کو حکم اور ثالث بنائے) پھر بھی طلاق دینا ہی ناگزیر ہو تو پھر طلاق احسن دی جائے، (یعنی ماہواری سے پاک زمانے میں جس میں بیوی سے صحبت بھی نہ کی ہو، صاف الفاظ میں صرف ایک طلاق دے) جس میں دوبارہ خاوند کو اختیار رہے کہ وہ عدّت کے دوران رجوع بھی کرسکتا ہے اور عدّت کے بعد بغیر کسی حلالہ کے باہمی رضامندی سے نئے مہر پر دوبارہ نکاح بھی کرسکتا ہے، لیکن اب طلاق دینے والا طلاق کے دو درجے عبور کرچکا ہے اور دو

طلاقیں واقع ہوچکی ہیں، رجوع کرنے یا نکاحِ ثانی کرنے سے یہ دی ہوئی دو طلاقیں ختم نہیں ہوتیں وہ تو واقع ہوچکی ہیں البتہ دو طلاقوں تک شریعت نے یہ سہولت رکھ دی ہے کہ اگر ایک یا دو طلاقوں کے بعد دونوں شرمندہ ہوں اور ملاپ کرنا چاہیں تو دو طلاقوں تک ان کے لئے اس کی گنجائش ہے۔

اب اس کے بعد دونوں کے لئے بڑا اہم لمحہ فکریہ ہے اور اب انہیں مستقبل میں ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزارنے کے لئے بہت زیادہ فکر و نظر کی ضرورت ہے، کیونکہ وہ ازدواجی زندگی قائم کرنے کے دو درجے پہلے ہی عبور کرچکے ہیں، اب انہیں آئندہ کے لئے آخری مرتبہ پھر ایک حتمی فیصلہ کرنا ہے۔ وہ فیصلہ ایک آخری فیصلہ ہوگا چنانچہ اگر ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے اور خوش اسلوبی سے اپنا گھر بسا کر زندگی بسر کرنے کا ارادہ کرلیتے ہیں تو دوسری طلاق کی عدت کے اندر رجوع کرسکتے ہیں ورنہ عدت کے بعد باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح بھی بغیر کسی حلالہ کے ہوسکتا ہے۔ پھر اگر ان دونوں نے یہ گرانقدر موقع بھی ضائع کردیا اور اپنی نادانی، نالائقی اور بداطواری سے اس دفعہ بھی طلاق کی نوبت آگئی اور خاوند طلاق دے بیٹھا تو بیوی اس پر حرام ہوجائے گی، جس میں نہ رجوع ہوسکتا ہے اور نہ حلالہ کے بغیر دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔

احسن طریقہ سے طلاق دینے میں دو مرتبہ طویل عرصہ تک دونوں کو ایک دوسرے کی علیحدگی اور اس سے پیدا شدہ اثرات پر سنجیدگی سے غور و فکر کا موقع ملتا ہے اور دوبارہ رشتہ ازدواج کو بحال اور قائم کرنے کا راستہ بھی باقی رہتا ہے۔ دفعۃً تین طلاقیں دینے میں ایسا کوئی فائدہ نہیں ہے، میاں بیوی دونوں سرپیٹ کر رہ جاتے ہیں اور سخت دشواری کا شکار ہوتے ہیں۔

طلاق کے اس احسن طریقے میں کہیں جلد بازی اور عجلت نہیں ہے۔ جلد بازی شیطانی عمل ہے، جس کا انجام پشیمانی ہے۔ چنانچہ آپ اندازہ لگائیں کہ شریعت

نے اول یہ حکم دیا کہ میاں بیوی خود ہی اپنے معاملہ کو سلجھائیں' خاوند افہام و تفہیم سے کام لے' اس سے کام نہ چلے تو بیوی کا بستر علیحدہ کردے۔ اس سے بھی بیوی اپنی اصلاح نہ کرے تو زجر و توبیخ اور معمولی مار سے اس کی اصلاح کرے۔ یہ بھی مفید نہ ہو تو کسی ثالث اور حکم کے ذریعے صلح و صفائی کرائی جائے۔ جب اس طرح بھی اصلاح حال کی امید نہ ہو اور کوئی صورت مل کر رہنے کی نہ رہے تو بیوی کو اگر ماہواری آرہی ہو تو اس کے پاک ہونے کا انتظار کرے' ابھی طلاق نہ دے' جب حیض سے بالکل پاک ہوجائے تو طلاق کے احسن طریقے کے مطابق اس کو صرف ایک طلاق زبانی یا تحریری دیدے۔

دیکھئے! ہر جگہ دونوں کو بار بار غور و فکر کا موقع دیا جارہا ہے اور سوچ بچار کا پورا پورا وقت دیا جارہا ہے' اور پھر شریعتِ اسلامیہ کے بتلائے ہوئے طریقہ کے ہر پہلو سے یہ نمایاں ہو رہا ہے کہ حتی الامکان نکاح برقرار رہے اور طلاق کا استعمال نہ ہو' اور اگر سخت مجبوری میں طلاق دینا ہی پڑے تو بھی اس کا استعمال کم سے کم ہو' تاکہ آئندہ بھی اگر وہ دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو نکاح کرسکیں۔

دفعۃً تین طلاقیں دینے سے تینوں کے واقع ہونے کی وجہ

اگر کوئی نادان طلاق کے اس بہترین طریقہ کو اختیار ہی نہ کرے اور اس کو جاننے کی حد تک بھی معلوم نہ کرے' بے سوچے سمجھے محض جوش غضب میں تینوں طلاقیں دے بیٹھے تو یہ اس کا اپنا قصور ہے' دین و شریعت پر کچھ الزام نہیں' وہ خود اپنے اوپر روئے اور اپنے کئے پر آنسو بہائے۔ غلط اور غیر مشروع طریقہ اختیار کرنے کی یہی سزا ہے۔ جب خود ہی اس نے اپنے سارے اختیارات اور شریعت کی دی ہوئی آسانیاں نظرانداز کردیں اور بلاوجہ اور بلا ضرورت ختم کردیں تو اب اس کی سزا یہ ہے کہ نہ رجعت ہوسکے اور نہ بغیر دوسری شادی کے آپس میں نکاح ہوسکے۔

بعض لوگ اس مشہور مثل "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" کا مصداق ہوتے ہیں

اور بڑی ڈھٹائی کے ساتھ کہتے ہیں کہ دلی ارادہ کے بغیر غصہ میں دینے سے تینوں طلاقیں کیوں ہو گئیں؟ اس کے علاوہ بھی وہ طرح طرح کی باتیں اور اعتراضات کرتے ہیں اور عقل سے کورا ہونے کا ثبوت دیتے ہیں' ان کا جواب عقلی اور عرفی طور پر تو یہی ہے کہ کسی فعل کا جرم و گناہ ہونا اس کے موثر ہونے میں کہیں بھی منع نہیں ہوتا مثلاً کسی کو ناحق قتل کرنا جرم بھی ہے اور گناہ عظیم بھی ہے لیکن اس کے باوجود کوئی شخص نادانی میں کسی کے تین گولیاں مار دے یا غصہ میں تلوار سے مار کر قتل کر دے تو جس کو گولی مار کر یا تلوار سے قتل کیا گیا وہ تو قتل ہو ہی جاتا ہے' اس کی موت تو اس کا انتظار نہیں کرتی کہ یہ گولی جائز طریقہ سے ماری گئی ہے یا ناجائز طریقہ سے اور تلوار غصہ میں چلائی گئی ہے یا محبت میں' سمجھ کر ماری گئی ہے یا نا سمجھی میں۔ ایک اور مثال لے لو۔ چوری کرنا باتفاق مذاہب جرم و گناہ ہے مگر جو مال اس طرح غائب کر دیا گیا وہ تو ہاتھ سے نکل ہی جاتا ہے۔ یہی حال تمام معاصی اور جرائم کا ہے کہ ان کا جرم و گناہ ہونا ان کے اثر کرنے میں رکاوٹ نہیں بنتا' تو ایک دم تین طلاقیں دیدینا بیشک جرم و گناہ ہے لیکن کوئی دے گا تو تینوں واقع ہو جائیں گی۔

شرعی جواب یہ ہے کہ متعدد صحیح حدیثوں میں اکٹھی دی جانے والی تین طلاقوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے معتبر مانا ہے اور نافذ کیا ہے' اگرچہ اس نامشروع طریقہ سے طلاق کے دینے پر سخت ناراضگی کا اظہار بھی فرمایا ہے چنانچہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے کہ :

> "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک آدمی کے متعلق خبر دی گئی جس نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دی تھیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ ہو کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا : کیا اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیلا جا رہا ہے' حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں' اتنے میں ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا

اے اللہ کے رسول! کیا میں اس کو قتل نہ کردوں؟"

(نسائی شریف' کتاب الطلاق صفحہ ۹۸ جلد ۲)

تشریح ✦ یہ بڑی معتبر' صحیح اور مستند حدیث ہے۔ حافظ ابن القیمؒ نے صحیح علیٰ شرطِ مسلم قرار دیا ہے (زاد المعاد) اور جوہر نقی میں علامہ ماروردیؒ نے اس کی سند صحیح اور ابن کثیرؒ نے اسناد جید اور ابنِ حجرؒ نے رواۃ مؤثقون فرمایا۔ ہے اور اس حدیث میں تین طلاقیں بیک وقت دینے پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی ناراضگی کا اظہار فرمایا اور بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس شخص کو مستوجبِ قتل بھی سمجھا' مگر یہ کہیں منقول نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طلاقوں کو کالعدم یا تین کو ایک طلاقِ رجعی قرار دے کر بیوی اس کے حوالہ کردی ہو' بلکہ قاضی ابوبکر بن عربیؒ نے یہ الفاظ بھی اس حدیث کے متعلق نقل کئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تینوں طلاقوں کو نافذ فرما دیا تھا۔ (عمدۃ الاثاث)

ایک روایت حضرت عُوَیمر عجلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی سے لعان کیا۔ اور جب وہ دونوں (یعنی حضرت عُوَیمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی بیوی) لعان سے فارغ ہوگئے تو حضرت عویمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا' اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس پر جھوٹ بولنے والا ہوں گا اگر میں نے اس کو اپنے پاس رکھ لیا' پھر حضرت عُوَیمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو تین طلاقیں دیدیں اس سے پہلے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں حکم دیتے۔ (بخاری شریف مع فتح الباری صفحہ ۳۰۱ جلد)

تشریح ✦ بخاری شریف میں اس حدیث کا ہونا اس کی صحت کے لئے کافی ہے اور اس حدیث میں پوری وضاحت کے ساتھ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عویمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیک وقت تین طلاقوں کو تین ہی قرار دے کر نافذ فرمایا ہے۔ اور محمود بن لبیدؒ کی سابقہ روایت میں بھی ابوبکر ابن عربی

کی روایت کے مطابق تین طلاقوں کو نافذ کرنے کا ذکر موجود ہے اور بالفرض یہ نہ بھی ہوتا تو یہ کہیں منقول نہیں کہ آپ نے بیک وقت دی جانے والی تین طلاقوں کو کالعدم یا تین کو ایک طلاق رجعی قرار دیا ہو۔

ایک اور روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد جب حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو ان کی بیوی حضرت عائشہ خثعمیہ نے انہیں مبارکباد دی، اس پر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیا یہ مبارکباد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت پر ہے؟ اس پر تم خوشی کا اظہار کر رہی ہو، تجھ پر تین طلاقیں ہیں۔ جب عدت ختم ہوگئی تو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بقیہ مہر اور مزید دس ہزار روپے بھیجے۔ جب حضرت عائشہ کو یہ رقم ملی تو کہنے لگی، جدا ہونے والے حبیب سے یہ مال کم ہے۔ یہ سن کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمایا:

لولا انی سمعت جدّی اوحدثنی ابی انه سمع جدی یقول ایما رجل طلق امرأته ثلاثا عند الأ قراء أوثلاثاً مُبهمة لم تحلّ له حتّیٰ تنکح زوجا غیره لراجعتها۔

یعنی اگر نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہ ہوتا کہ "جس شخص نے اپنی بیوی کو ماہواری کے وقت یا مبہم (گول مول) تین طلاق دیدیں تو وہ عورت بغیر نکاح ثانی کے اس کے لئے حلال نہیں ہوتی" تو میں رجوع کرلیتا ہے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۳۶ جلد ۷)

طبرانی نے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ:

ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دے ڈالیں تو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین طلاقیں تو واقع ہو گئیں، باقی نو سو ستانوے سے اس نے ظلم کیا، اگر اللہ چاہے اس کو عذاب دے اور اگر چاہے تو معاف کرے۔

(الاشفاق احکام الطلاق)

فائدہ ✦ ان تمام احادیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ بیک وقت تین طلاقیں دینے سے تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ مختلف حیلوں سے انہیں کالعدم کرنے کی کوشش کرنا یا تین طلاقوں کو ایک طلاق رجعی قرار دینا محض جہالت ہے اور ایسا کرنا سے حرام حلال نہیں ہو سکتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح نکاح ایک اہم معاملہ ہے اور اس کے لئے عرصہ سے تیاریاں کی جاتی ہیں اور بڑے غور و فکر اور بہت سوچ سمجھ کر شرعی طریقہ سے کیا جاتا ہے، بالکل اسی طرح طلاق کا معاملہ بھی بڑا اہم معاملہ ہے بلکہ بعض اعتبار سے نکاح سے بھی زیادہ اہم اور نازک معاملہ ہے اور شریعت اسلامیہ نے اس کا بھی طریقہ بتلایا ہے۔ اس طریقے کو اختیار کرنا لازم و واجب ہے، اس کو فراموش کر کے طلاق کے سلسلے میں اپنے آپ کو آزاد سمجھنا اور بے سوچے سمجھے جوش غضب میں بے دھڑک طلاق کا استعمال کرنا نہ صرف ناجائز اور گناہ ہے بلکہ معاشرتی طور پر بھی اس کے نتائج بڑے تشویشناک اور پریشان کن ہیں۔ سلامتی اور عافیت صرف اسی طریقہ میں ہے جو محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے، ضرورت شدیدہ میں اسی طریقہ پر عمل کرنا چاہئے اور غلط روش سے توبہ کر کے ہمیشہ کے لئے اجتناب کرنا چاہئے۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

بشکریہ "البلاغ" کراچی۔ ستمبر ۱۹۸۳ء

بدشگونیاں، بدفالیاں اور توہمات

حضرت مولانا مفتی عبد الرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب
محمد عبد اللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز
۱۸۸/۱، لیاقت آباد، کراچی ۱۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اما بعد!

صَفَرَ کے معنی

"صَفَرَ" عربی زبان کا لفظ ہے جس میں ص اور ف دونوں پر زبر ہے۔ اس کے معنی وہی ہیں جو عام طور پر مشہور و معروف ہیں یعنی اسلامی مہینوں میں دوسرا مہینہ۔ (صحاح)

صَفَرَ کے متعلق اہلِ عرب کے توہّمات

اسلام سے پہلے دور جاہلیت میں "صَفَرَ" کے متعلق اہلِ عرب کے مختلف اور عجیب و غریب توہّمات تھے، حضرات محدثین کرام رحمہم اللہ نے ان سب کو تفصیل سے ذکر فرمایا ہے، ذیل میں ان کا مختصر انتخاب پیش خدمت ہے:

"صَفَرَ" کے متعلق اہلِ عرب کا یہ گمان تھا کہ اس سے مراد وہ سانپ ہے جو انسان کے پیٹ میں ہوتا ہے اور بھوک کی حالت میں انسان کو ڈستا اور کاٹتا ہے چنانچہ بھوک کی حالت میں جو تکلیف ہوتی ہے وہ اسی کے ڈسنے سے ہوتی ہے۔

بعض اہلِ عرب کا یہ نظریہ تھا کہ "صَفَرَ" سے مراد پیٹ کا وہ جانور ہے جو

بھوک کی حالت میں بھڑکتا ہے اور جوش مارتا ہے' اور جس کے پیٹ میں ہوتا ہے بسا اوقات اس کو جان سے بھی مار دیتا ہے اور نیز اہلِ عرب اس کو خارش کے مرض والے سے بھی زیادہ متعدی مرض سمجھتے تھے۔

بعض کے نزدیک "صَفَر" ان کیڑوں کو کہتے ہیں جو جگر اور پسلیوں کے سرے میں پیدا ہوجاتے ہیں جس کی وجہ سے انسان کا رنگ بالکل پیلا ہوجاتا ہے (جس کو طب کی اصطلاح میں "یرقان" کہا جاتا ہے) اور بسا اوقات یہ مرض انسانی موت کا بھی سبب بن جاتا ہے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ "صفر" ایک مشہور مہینہ ہے جو محرم اور ربیع الاول کے درمیان آتا ہے' لوگوں کا اس کے متعلق یہ گمان ہے کہ اس ماہ میں بکثرت مصیبتیں اور آفتیں نازل ہوتی ہیں۔ نیز اہل عرب صَفَر کا مہینہ آنے سے بدفالی بھی لیا کرتے تھے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایامِ جاہلیت میں لوگ ماہ صفر کو ایک سال حلال اور ایک سال حرام ٹھہرایا کرتے تھے' مطلب یہ ہے کہ کبھی اہل عرب ماہ محرم کو جو ان کے نزدیک محترم مہینوں میں سے ہے اور اس میں جنگ وجدال حرام سمجھتے تھے' بڑھا کر صفر کو بھی اس میں شامل کر لیتے اور جنگ وجدال کو صفر میں بھی ناجائز قرار دے دیتے' اور کبھی صفر کو محرم سے علیحدہ قرار دیکر محترم مہینوں سے اس کو خارج کر دیتے اور اس میں جنگ وجدال مباح سمجھتے۔

(مرقات وما ثبت بالسنہ بتصرف)

"صَفَر" کے متعلق دورِ حاضر کے لوگوں کے خیالات

آج کل بھی ماہ صَفَر کے متعلق عام لوگوں کے ذہن میں مختلف خیالات جمے ہوئے ہیں' جن میں سے چند حسب ذیل ہیں :

○ بعض لوگ ماہ صفر میں شادی بیاہ اور دیگر پُر مسرت تقریبات منعقد کرنے اور اہم امور کا افتتاح اور ابتداء کرنے سے پرہیز کرتے ہیں، اور کہا کرتے ہیں کہ صَفَر میں کی ہوئی شادی صِفر ہوگی (یعنی ناکام ہوگی) اور اس کی وجہ عموماً ذہنوں میں یہ ہوتی ہے کہ صفر کا مہینہ نامبارک اور منحوس مہینہ ہے۔ چنانچہ صفر کا مہینہ گزرنے کا انتظار کرتے ہیں اور پھر ربیع الاول کے مہینہ سے اپنی تقریبات شروع کردیتے ہیں ــــــــ اس وہم پرستی کا دین سے کوئی واسطہ نہیں، یہ محض باطل ہے۔

○ بعض لوگ ماہ صفر کی یکم سے تیرہ تاریخ تک کے ایام کو بطور خاص منحوس جانتے ہیں اور ۱۳ر تاریخ کو کچھ گھونگھنیاں پکا کر تقسیم کرتے ہیں تاکہ اس نحوست سے حفاظت ہو جائے ــــــــ یہ بھی بالکل بے اصل بات ہے۔

من گھڑت اور ایجاد کردہ باتوں کی کوئی بنیاد تو ہوتی نہیں، لیکن جب جاہلوں سے یا ان کے گمراہ کن راہنماؤں سے ان کے باطل نظریات کی دلیل مانگی جاتی ہے تو وہ من گھڑت روایتیں اور غلط سلط دلیلیں پیش کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ صفر کے منحوس ہونے کے متعلق بھی ان سے ایک روایت منقول ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں :

مَنْ بَشَّرَنِیْ بِخُرُوْجِ صَفَرَ بَشَّرْتُہٗ بِالْجَنَّۃِ

" (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) جو شخص مجھے ماہ صَفَر کے ختم ہونے کی خوشخبری دے گا میں اس کو جنّت کی بشارت دوں گا"۔

(موضوعات ملا علی قاری صفحہ ۶۹)

اس روایت سے یہ لوگ ماہ صفر کے منحوس اور نامراد ہونے پر استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صَفَر میں نحوست تھی، جبھی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی اور صَفَر کے بسلامت گزرنے پر جنت کی بشارت دی

تو واضح ہو کہ اوّل تو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو بڑے جلیل القدر محدّث ہیں ـــــــ اپنی کتاب "الموضوعات الکبیر" میں (جس میں موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے موضوع، بے اصل اور من گھڑت حدیثیں جمع کی ہیں) اس کو بالکل بے اصل قرار دیا ہے۔ لہٰذا موضوع اور من گھڑت روایت سے استدلال کرنا سراسر جہالت اور گمراہی کی بات ہے۔ پھر اگر اس روایت کے الفاظ پر غور کریں تو ان الفاظ میں کہیں بھی ماہ صفر کے منحوس ہونے پر کوئی اشارہ نہیں ہے۔ لہٰذا ان الفاظ سے ماہ صفر کو منحوس سمجھنا محض اختراع اور اپنا خیال ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

تھوڑی دیر کے لئے اس روایت کے من گھڑت ہونے سے قطع نظر کر کے اگر اس کے الفاظ پر غور کریں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ماہ ربیع الاول میں ہونے والی تھی اور آپ موت کے بعد اللہ جلّ شانہ کی ملاقات کے مشتاق تھے، جس کی وجہ سے آپ کو ماہ صَفر کے گزرنے اور ربیع الاول کے شروع ہونے کی خبر کا انتظار تھا اور ایسی خبر لانے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بشارت کو مرتّب فرمایا۔ چنانچہ تصوف کی بعض کتابوں میں اسی مقصد سے اس روایت کو ذکر کیا گیا ہے، لیکن ماہ صَفر کی نحوست اس سے قطعاً ثابت نہیں ہوتی۔

○ بعض لوگ بالخصوص مزدور ماہ صفر کی آخری بدھ کو عید مناتے ہیں۔ اس دن کاریگر اور مزدور کام نہیں کرتے۔ مالک سے مٹھائی کا مطالبہ کرتے ہیں اور ہر مزدور کو مٹھائی اور عیدی دی جاتی ہے ـــــــ یہ بھی محض بے اصل بات ہے اور واجب الترک ہے۔

○ بعض لوگ اس دن چھٹی کرنے کو اجر و ثواب کا موجب سمجھتے ہیں۔ اور مشہور ہے کہ اس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غسلِ صحت فرمایا تھا۔ چنانچہ ایک شعر بھی اس سلسلے میں بنایا ہوا ہے ؎

آخری چہار شنبہ آیا ہے
غسلِ صحت نبیؐ نے پایا ہے

اس کی بھی کچھ اصل نہیں، بلکہ اس دن تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرضِ وفات کی ابتداء ہوئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضِ وفات پر خوشی کیسی؟

○ بعض لوگ اس دن گھروں میں اگر مٹی کے برتن ہوں تو ان کو توڑ دیتے ہیں۔ اور اسی دن بعض لوگ چاندی کے چھلّے اور تعویزات بنوا کر ماہ صَفر کی نحوست، مصیبتوں اور بیماریوں سے بچنے کی غرض سے پہنا کرتے ہیں ـــــــ یہ خالص وہم پرستی ہے جس کو ترک کرنا واجب ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں ماہ صَفر کے متعلق بکثرت مصیبتیں اور بلائیں نازل ہونے کا جو اعتقاد اوپر نقل کیا گیا ہے، اسی کی بنیاد پر مذہبی لوگوں نے بھی اس ماہ کو مصیبتوں اور آفتوں سے بھرپور قرار دیا ہے، حتیٰ کے لاکھوں کے حساب سے آفات وبلیّات کے نازل ہونے کی تعداد بھی نقل کردی ہے۔ اور اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ جلیل القدر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی اسی ماہ میں مبتلائے مصیبت ہونا قرار دیا ہے۔ اور پھر خود ہی انہوں نے نماز کے خاص خاص طریقے بتلائے جن پر عمل کرنے سے عمل کرنے والا تمام مصائب و آلام سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ یہ سب من گھڑت اور اپنی طرف سے بنائی ہوئی باتیں ہیں جن کی قرآن و سنّت سے کوئی سند نہیں ہے۔ کیونکہ جب بنیادی طور پر ماہ صفر میں مصیبتوں اور آفتوں کا نازل ہونا ہی باطل ہے اور جاہلیتِ اولیٰ کا ایجاد کردہ نظریہ ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بالکل بے اصل اور بے بنیاد قرار دیا ہے (جیسا کہ عنقریب آرہا ہے) تو اس پر جو بنیاد بھی رکھی جائے گی وہ بھی باطل اور غلط ہی ہوگی۔ ذیل میں ان باتوں کا ایک اقتباس دیا جاتا ہے تاکہ بخوبی سمجھ کر اجتناب کرنا آسان ہو۔

دوسرا مہینہ سال میں "صَفر" کا ہوتا ہے۔ یہ مہینہ نزول بلا کا ہے' تمام سال میں دس لاکھ اسّی ہزار بلائیں نازل ہوتی ہیں۔ ان میں سے نولاکھ بیس ہزار بلائیں خاص ماہ صفر میں نزول کرتی ہیں' چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی ماہ صفر کے گزرنے کی خوشخبری سنادے میں اس کو بہشت میں داخل ہونے کی بشارت دوں۔ حضرت آدم صفی اللہ سے لغزش ہوئی تو اسی مہینہ میں ہوئی۔ حضرت خلیل علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے تو اول تاریخ صَفر کی تھی۔ حضرت ایوب علیہ السلام جو مبتلائے بلا ہوئے تو اسی مہینے میں ہوئے۔ حضرت زکریا علیہ السلام' حضرت یحیٰی علیہ السلام' حضرت جرجیس علیہ السلام' حضرت یونس علیہ السلام اور حضرت محمد سیدالانبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام سب مبتلائے بلا اسی مہینہ میں ہوئے۔ حضرت ہابیل بھی اسی مہینہ میں شہید ہوئے۔ اسی لئے شبِ اوّل روزِ اوّل ماہ صَفر میں ہر مسلمان کو چاہئے کہ چار رکعت اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں بعد الحمد پندرہ بار سورۃ الکفرون' دوسری میں اسی قدر قل ھواللہ' تیسری میں اسی قدر سورۃ الفلق اور چوتھی میں اسی قدر سورۃ الناس پڑھے' بعد سلام کے ستر مرتبہ

سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر

کہے تو اللہ تعالٰی اس کو ہر بلا اور ہر آفت سے محفوظ رکھے گا اور ثوابِ عظیم عطا فرمائے گا۔

دوسری نماز اسی مہینے میں یہ بھی ہے کہ پہلی تاریخ کو غسل کرے اور چاشت کے وقت دو رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد گیارہ گیارہ بار قل ھواللہ پڑھے'

بعد سلام کے ستر بار درود شریف۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

پڑھے اور اس کے بعد یہ دعا پڑھے :

اَللّٰھُمَّ صَرِّفْ عَنِّیْ سُوْءَ ھٰذَا الْیَوْمِ وَاَعْصِمْنِیْ مِنْ سُوْءِہٖ وَنَجِّنِیْ عَمَّا اَصَابَ فِیْہِ مِنْ نُحُوْسَاتِہٖ بِفَضْلِكَ یَا دَافِعَ الشُّرُوْرِ وَیَا مَالِكَ النُّشُوْرِ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

"اے اللہ دور رکھ مجھ سے بُرائی اس دن کی اور بچا مجھ کو اس کی برائی سے اور نجات دے مجھ کو اس چیز سے کہ جو پہنچے اندر اس کے نحوست اور سختیوں سے اپنے فضل سے اے شر کی چیزوں کے دور کرنے والے اور اے مالک قیامت کے اے سب مہربانوں کے مہربان"۔

(راحت القلوب۔ جواہر غیبی)

آخری چہار شنبہ میں دو رکعت نفل پڑھے۔ ہر رکعت میں بعد الحمد کے تین تین بار "قل ھواللہ" پڑھے بعد سلام کے "الم نشرح" اور "والتین" اور "اذاجاء" اور سورہ اخلاص ان سب کو اسّی (۸۰) مرتبہ پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اس نماز کی برکت سے اس کے دل کو غنی کردے گا۔

(ہکذافی رسالہ فضائل الشہود والایام)

خلاصہ یہ کہ یہ تمام باتیں محض غلط، بے بنیاد اور من گھڑت ہیں۔ قرآن وحدیث، صحابہ و تابعین، ائمہ مجتہدین اور سلف صالحین میں سے کسی سے بھی ان کا کچھ ثبوت نہیں ہے، بلکہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاف اور واضح ارشادات کے ذریعے زمانہ جاہلیت کے توہمات اور قیامت تک پیدا ہونے والے تمام باطل خیالات اور صفر کے متعلق وجود میں آنے والے تمام نظریات کی تردید اور نفی فرما دی ہے اور اس کے ساتھ عرب کے دورِ جاہلیت میں جن جن طریقوں سے نحوست، بدفالی اور بدشگونی لی جاتی تھی ان سب کی بھی مکمل نفی فرمادی ہے اور مسلمانوں کو ان تمام توہمات سے بچنے کی تاکید فرمائی۔ چنانچہ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات مع تشریح ملاحظہ ہوں۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاعدویٰ ولا طیرۃ ولا ھامۃ ولا صفر وفر من المجذوم کما تفر من الاسد (رواہ البخاری)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ مرض کا لگ جانا، اُلّو اور صَفَر اور نحوست، یہ سب باتیں بے حقیقت ہیں۔ اور جزامی شخص سے اس طرح بچو اور پرہیز کرو جس طرح شیر ببر سے بچتے ہو"۔ (بخاری شریف)

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا عدویٰ ولا صفر ولا غول (رواہ مسلم)

"حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرما رہے تھے کہ مرض لگ جانا، صَفَرَ اور غول بیابانی سب خیالات ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں"۔ (مسلم شریف)

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا عدویٰ ولا ھامۃ ولا نوء ولا صَفَر (رواہ مسلم)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : مرض کا لگ جانا، اُلّو، ستارہ اور صَفَر یہ سب وہم پرستی کی باتیں ہیں، ان کی کوئی حقیقت نہیں"۔ (مسلم شریف)

تشریح ◆ یہ سب بخاری و مسلم کی صحیح صحیح حدیثیں ہیں، دیکھئے ان میں رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے صَفَر کے متعلق جتنے باطل نظریات، خیالات اور توہّمات زمانۂ جاہلیت میں عربوں کے اندر رائج تھے، ان سب کی صاف صاف نفی فرمادی اور کسی بھی قسم کے توہمات کی کوئی گنجائش نہیں رکھی۔ اور جہاں ان ارشادات کے ذریعے زمانہ جاہلیت کے توہّمات کی تردید ہوگئی وہاں آپ کے انہی پاک ارشادات سے بعد کے زمانہ میں قیامت تک پیدا ہونے والے تمام غلط سلط خیالات و تصورات کی نفی بھی ہوگئی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات قیامت تک کے لئے ہیں۔ اور ثابت ہوگیا کہ ماہ صفرا لمظفر میں ہرگز کوئی نحوست نہیں ہے اور آفات و بلیّات و امراض بھی اس مہینہ میں نازل نہیں ہوتے۔

ان احادیث میں اور ان جیسی دوسری احادیث میں صَفَر کے علاوہ اور بھی بعض چیزوں کا ذکر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بھی تردید فرمائی ہے۔ ذیل میں ان کی بھی مختصر تشریح کی جاتی ہے :

ایک کی بیماری دوسرے کو لگنا

زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا یہ اعتقاد تھا کہ بیمار کے پاس بیٹھنے یا اس کے ساتھ کھانے پینے سے اس کی بیماری دوسرے تندرست اور صحت مند آدمی کے لگ جاتی ہے اور یہ لوگ ایسی بیماری کو عُدوٰی (یعنی متعدی مرض اور چھوت کی بیماری) کہتے تھے۔ قدیم اور جدید طِب میں بھی بعض بیماریوں کو متعدی اور چھوت کی بیماری قرار دیا گیا ہے مثلاً کوڑھ، خارش، چیچک، خسرا، گندہ دہنی (پائیوریا) آشوبِ چشم اور عام وبائی امراض وغیرہ۔ عام لوگوں میں چھوت چھات کا اعتقاد اور ایک کی بیماری دوسرے کو لگنے کا گمان بھی کافی عام ہے۔ چنانچہ ہمارے معاشرے میں بھی وبائی امراض میں مبتلا ہونے والوں سے بہت پرہیز کیا جاتا ہے، ان کا کھانا پینا، رہنا سہنا اور اوڑھنا بچھونا سب علیحدہ کر دیا جاتا ہے، کھانے پینے کے برتن جدا کر دئے جاتے ہیں، اور ان سے مِلنا جُلنا بھی ترک کر دیا جاتا ہے، بچوں تک کو ان کے قریب آنے نہیں دیا جاتا اور حد سے زیادہ چھوت چھات کا برتاؤ کیا جاتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عقیدہ اور نظریہ کو باطل قرار دیا اور فرمایا لَا عُدوٰی یعنی بذاتِ خود ایک شخص کی بیماری بڑھ کر کسی دوسرے کو نہیں لگتی بلکہ بیمار کرنا، نہ کرنا قادرِ مطلق کے اختیار میں ہے، وہ جس کو چاہے بیمار کرے اور جس کو چاہے بیماری سے محفوظ رکھے۔

ایک دوسری حدیث میں اس کی مزید تشریح اس طرح ہے کہ ایک دیہاتی نے آکر عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خارش اول اونٹ کے ہونٹ میں شروع ہوتی ہے یا پھر اس کی دم سے آغاز کرتی ہے اور پھر یہ خارش دوسرے تمام اونٹوں میں پھیل جاتی ہے"۔ اس پر رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"(اچھا یہ بتاؤ) پہلے اونٹ کو کیسے خارش ہوئی اور کس کے ذریعہ لگی؟"

وہ دیہاتی یہ سن کر لاجواب ہو گیا۔ پھر آپ نے فرمایا:

"یاد رکھو! متعدی مرض، چھوت، شگون اور بد فالی کوئی چیز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کو پیدا کر کے اس کی زندگی، روزی اور مصیبت مقرر کر دی ہے"۔

(ما ثبت بالسنۃ)

یعنی موت و حیات، مرض و صحت اور مصیبت و راحت سب تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے، جو کچھ بھی ہوتا ہے سب تقدیر سے ہوتا ہے۔ اگر ایک بیماری دس آدمیوں کو ہوتی ہے تو وہ بھی تقدیر سے اور اذنِ الٰہی سے ہوتی ہے، بیماری میں بذاتِ خود یہ طاقت ہرگز ہرگز نہیں ہے کہ وہ بغیر اذنِ الٰہی کے کسی دوسرے کے لگ جائے۔ اور تجربہ اور مشاہدہ بھی بتلاتا ہے کہ وبائی امراض میں سب ہی مبتلا نہیں ہوتے، بہت سے لوگ ان بیماریوں سے محفوظ اور صحت مند بھی رہتے ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ بیماری خود سے کسی کو نہیں لگتی۔ جب اور جس وقت اور جس کو حق تعالیٰ شانہ چاہتے ہیں بیمار کرتے ہیں اور جس کو نہیں چاہتے اس کو بیمار نہیں کرتے۔

مذکورہ حدیث میں ایک کی بیماری دوسرے کو لگنے کے شبہ کا بے نظیر جواب دیا گیا ہے۔ چنانچہ آپ نے دیہاتی سے پوچھا : اچھا بتاؤ اگر ایک کی بیماری دوسرے کو لگتی ہے تو سب سے پہلے جس کو وہ بیماری ہوئی تھی اس کو کس کی بیماری لگی؟ ظاہر ہے کہ کسی دوسرے کی ہرگز نہیں لگی تو ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ بیماری اس کے اندر ہی پیدا ہوئی ہے اور کہیں سے اڑ کر نہیں آئی۔ جب پہلی مرتبہ اس کو تسلیم کر لیا گیا تو ہر ہر مریض کے بارے میں بھی یہی کہا جائے گا کہ اس میں بھی وہ بیماری مستقل طور پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے پیدا ہوئی ہے اور وہ بیماری از خود بغیر اذن الٰہی کے کسی دوسرے کی نہیں لگی۔

البتہ ماہ صفر کے سلسلہ میں جو احادیث اوپر آئی ہیں ان میں پہلی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جزامی آدمی سے جو شیر کی طرح بچنے کا حکم دیا ہے اور اس کے علاوہ دیگر روایات میں بھی جہاں طاعون پھیلا ہوا ہو وہاں جانے سے منع

فرمایا ہے' تو ان کے متعلق سمجھنا چاہئے کہ آپ کا یہ حکم اس بناء پر نہیں ہے کہ جزام اور طاعون بذاتِ خود دوسرے کے لگ جاتے ہیں۔ بلکہ کمزور ایمان والوں کے ایمان واعتقاد کی حفاظت کی غرض سے آپ نے بچنے کا حکم فرمایا کہ مبادا کسی ضعیف الایمان شخص کو جزامی کے پاس بیٹھنے سے جزام ہوجائے یا طاعون زدہ علاقہ میں جانے سے طاعون ہوجائے تو اس کا اعتقاد بگڑ جائے گا اور وہ سمجھنے لگے گا کہ جزامی کے پاس بیٹھنے سے یہ جزام ہوا ہے یا طاعون زدہ علاقہ میں جانے سے طاعون ہوا ہے' نہ میں جزامی کے پاس بیٹھتا اور نہ طاعون زدہ علاقہ میں جاتا اور نہ یہ مرض ہوتا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جزام یا طاعون اس کے لئے پہلے ہی سے مقدر تھا۔ جزامی کے پاس بیٹھنے یا طاعون والے علاقہ میں جانے سے نہیں ہوا بلکہ اگر وہ وہاں بالکل نہ جاتا تب بھی ضرور ہوتا اور خدا کا حکم پورا ہو کر رہتا۔ بہرحال بچنے کا یہ حکم عقیدہ کی حفاظت کے لئے دیا گیا ہے۔

اسی طرح جس شہر' بستی اور علاقہ میں طاعون یا کوئی وبائی بیماری پھیلی ہوئی ہو تو اپنے آپ کو اس بیماری سے بچانے کی غرض سے اس آفت زدہ علاقہ کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ جانے سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اور صبر کے ساتھ وہیں مقیم رہنے کی تاکید فرمائی ہے۔ اس میں بھی اسی اعتقاد کی حفاظت مقصود ہے کہ نکلنے والے کو یہ اعتقاد نہ ہوجائے کہ چونکہ وہ اس علاقہ سے باہر چلا گیا تھا اس لئے وہ طاعون اور وباء سے محفوظ رہا ورنہ مبتلا ہو جاتا۔ حالانکہ یہ بات نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اس کی تقدیر میں طاعون مقدر ہی نہ تھا اور حق تعالیٰ کو منظور ہی نہ تھا اس لئے اس کو طاعون نہیں ہوا اور اگر طاعون ہونا مقدر ہوتا تو اس علاقہ سے نکل جانے پر بھی طاعون ہو جاتا اور اگر مقدر نہیں تھا تو اس علاقہ میں رہنے کے باوجود طاعون نہ ہوتا۔

البتہ حفظ ماتقدم کے طور پر وبائی بیماریوں سے بچاؤ کے لئے حفاظتی ٹیکے بچوں اور بڑوں کے لگوانا اور اعتدال کے اندر رہتے ہوئے دیگر جائز احتیاطی تدابیر اختیار

کرنا شرعاً جائز ہے، اسلام اس سے منع نہیں کرتا اور ہرگز وہ اس کے خلاف نہیں ہے۔ لیکن ان میں بھی یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ حفاظتی ٹیکے اور احتیاطی تدابیر اپنے مؤثر ہونے میں حکمِ خداوندی کی محتاج ہیں۔ جب تک حکمِ ربی ہے حفاظتی ٹیکے وغیرہ مفید اور باعث حفاظت ہیں، اور جب حق تعالیٰ کو بیمار کرنا مطلوب ہوگا تو یہ تمام حفاظتی ٹیکے اور تمام احتیاطی تدابیر خاک ہو جائیں گی جس کا تجربہ اور مشاہدہ آنکھوں کے سامنے ہے۔

آج کل حفاظتی ٹیکے لگوانا بھی بے حد ضروری سمجھا جانے لگا ہے اور ٹیکے لگوانے پر ایسا مکمل یقین ہوتا ہے کہ اب وہ بیماری جس کی حفاظت کا ٹیکہ لگوایا ہے نہیں ہو سکتی اور نہ لگوانے پر اگر بیماری ہو جائے تو اس کی ساری ذمّہ داری ٹیکہ نہ لگوانے کو قرار دیا جاتا ہے۔ حق تعالیٰ کی ذات پر کچھ بھی توکّل اور بھروسہ معلوم نہیں ہوتا۔ یہ بھی حد سے تجاوز ہے اور قابلِ اصلاح بات ہے کیونکہ حفاظتی ٹیکہ محض ایک تدبیر ہے جس کو اختیار کرنے میں بذاتِ خود کوئی قباحت نہیں، مگر اس میں حد سے بڑھ کر حق تعالیٰ سے نظر ہٹا لینا کسی طرح جائز نہیں، اعتقاد اور بھروسہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہونا ضروری ہے اور اس بات کا یقین رکھنا واجب ہے کہ بیماری اور تندرستی سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتی ہے۔

بدشگونی اور بدفالی

زمانہ جاہلیت میں عربوں کے اندر شگون اور فال لینے کا بھی بہت رواج تھا۔ ان کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی کام کرنے کا ارادہ کرتے تو کسی ہرن کو اس کی جگہ سے دوڑاتے اور بھڑکاتے یا کسی پرندے کو اڑا دیتے۔ اگر پرندہ یا ہرن دائیں جانب جاتا تو اس کو مبارک سمجھتے اور نیک فال لیتے اور وہ کام کر لیتے، نیز سفر پر جانا ہوتا تو چلے جاتے۔ اور اگر پرندہ بائیں طرف کو اڑتا یا ہرن بائیں جانب چلا جاتا تو اس کو نامبارک اور منحوس سمجھتے اور پھر وہ کام نہ کرتے اور جہاں جانا ہوتا وہاں بھی نہ

جاتے۔

(اشعۃ اللمعات)

رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے لَاطِیَرَۃَ فرما کر اس کی مکمل تردید فرمادی اور واضح فرمایا کہ بدفالی اور بدشگونی محض بے حقیقت اور غلط بات ہے۔ ان کا کسی کام کے بُرے ہونے یا کسی ضرر و نقصان کے دور کرنے یا کسی قسم کا فائدہ حاصل ہونے میں بالکل دخل نہیں ہے بلکہ اس قسم کا اعتقاد رکھنا جائز بھی نہیں ہے۔ کامیابی اور ناکامی، نفع و نقصان سب حق تعالیٰ کے قبضہ میں ہے، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں۔ پرندے یا ہرن کے دائیں طرف جانے میں کوئی خیر اور بائیں جانب جانے میں کسی طرح کی کوئی بُرائی بالکل نہیں ہے۔

ہمارے معاشرے کی بدشگونیاں

ہمارے معاشرے میں بھی بدشگونی اور بدفالی کی بہت سی صورتیں مرّوج ہیں جو سب ہی غیر معتبر ہیں اور اس قابل ہیں کہ فوراً توبہ کر کے ہمیشہ کے لئے اس سے پرہیز کیا جائے۔

- اکثر لوگ خصوصاً عورتیں مرض چیچک اور کنٹھی میں علاج کرانے کو بُرا خیال کرتے ہیں اور بعض عوام اس مرض کو بھوت پریت کے اثر سے سمجھتے ہیں۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔
- بعض عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ اگر نئی دلہن اپنے گھر یا صندوق وغیرہ کو تالا لگا دے تو اس کے گھر وغیرہ کو تالا لگ جاتا ہے یعنی ویران ہو جاتا ہے۔ یہ خیال بھی بالکل غلط ہے۔
- بعض عوام یہ سمجھتے ہیں کہ جو کوئی "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ" کا وظیفہ پڑھے، اس کا ناس ہو جاتا ہے۔ یہ خیال

بھی غلط ہے' بلکہ اس کی برکت سے تو وہ مصائب سے نجات پاتا ہے۔

○ بعض لوگ خصوصاً عورتیں کہتی ہیں کہ دروازہ کی چوکھٹ پر بیٹھ کر کھانا کھانے سے آدمی مقروض ہو جاتا ہے۔ یہ خیال بھی غلط ہے۔

○ بعض عورتیں ایسی عورت کے پاس جانے اور بیٹھنے سے رکتی ہیں جس کے بچے اکثر مر جاتے ہوں' اور یوں کہتی ہیں کہ "مرت بیائی" لگ جائے گی۔ یہ بہت بُری بات ہے' ایسا کرنے سے گناہ ہوتا ہے۔

○ بعض لوگ خصوصاً عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ ہر آدمی پر اس کی عمر کا تیسرا اور آٹھواں' تیرہواں اور اٹھارواں' اکیسواں اور اڑتیسواں' تینتالیسواں اور اڑتالیسواں سال بھاری ہوتا ہے۔ یہ خیال بھی غلط اور بُرا عقیدہ ہے۔

○ اکثر عوام سمجھتے ہیں کہ کتّے کے رونے سے کوئی وباء یا بیماری پھیلتی ہے۔ یہ بھی محض بے اصل بات ہے۔

○ مشہور ہے کہ اگر کسی گھر میں لڑائی کروانی منظور ہو تو اس گھر میں سہ (قنفذ) کا کانٹا رکھ دو' جب تک وہ کانٹا اس گھر میں رہے گا' اہلِ خانہ لڑتے رہیں گے۔ سو یہ بھی محض غلط بات ہے۔

○ جہلا میں دستور ہے کہ جب کوئی سفر کو جاتا ہے تو عورتیں کہتی ہیں کہ ابھی جھاڑو نہ دو کیونکہ فلاں ابھی ابھی سفر کو گیا ہے۔ سو یہ بھی لغو بات ہے۔

- مشہور ہے کہ جب اولے پڑیں تو موسل کو سیاہ کر کے باہر پھینک دیا جائے تو اولے بند ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی بے اصل ہے۔
- مشہور ہے کہ خرمن میں ہاتھ دھو کر کھانا نہ کھانا چاہئے اور اس سے یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ خرمن ہی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ سو یہ بھی غلط ہے۔
- مشہور ہے کہ عورت حالت حیض میں یا حمل میں فوت ہو جائے اس کو سُنگل ڈال کر دفن کیا جائے کیونکہ وہ ڈائن ہو جاتی ہے اور جو اسے ملے اسے کھا جاتی ہے۔ یہ شرک ہے۔
- مشہور ہے کہ جہاں میت کو غسل دیا جائے وہاں تین دن چراغ جلایا جائے۔ سو یہ بھی محض بے اصل اور غلط ہے۔
- بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں جانور کے بولنے سے موت پھیلتی ہے۔ سو یہ بھی محض بے اصل اور غلط ہے۔
- بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ مرد کی بائیں آنکھ اور عورت کی دائیں آنکھ پھڑکنے سے کوئی مصیبت یا رنج پیش آتا ہے اور اگر اس کے اُلٹ ہو کہ مرد کی دائیں اور عورت کی بائیں آنکھ پھڑکے تو اس سے کوئی خوشی پیش آتی ہے سو یہ بھی محض غلط خیال ہے۔
- بعض لوگ صبح کے وقت کسی خاص مقام جیسے نانوتہ' کیرانہ یا کسی خاص جانور جیسے سانپ' سور وغیرہ کے نام لینے کو منحوس اور بُرا سمجھتے ہیں۔ یہ بھی بالکل لغویات ہے۔
- بعض لوگ کسی خاص دن یا کسی خاص وقت میں سفر کرنے کو اچھا یا بُرا سمجھتے ہیں۔ یہ کفار یا نجومیوں کا اعتقاد ہے' مسلمانوں کو اس اعتقاد سے بچنا واجب ہے۔

○ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ ہتھیلی میں خارش ہونے سے مال ملتا ہے اور تلوے میں خارش ہونے یا جوتے پر جوتا چڑھنے سے سفر درپیش ہوتا ہے یہ بھی سب لغو اور مہمل باتیں ہیں۔

○ بعض عورتیں مکان کی مُنڈیر پر کوّے کے بولنے سے کسی مہمان کی آمد کا شگون لیتی ہیں۔ یہ خیال بھی گناہ ہے۔

○ اکثر عوام سمجھتے ہیں کہ ڈوئی مارنے سے ہوکا ہو جاتا ہے یعنی جس کے ڈوئی ماری جائے وہ کھانا زیادہ کھانے لگتا ہے۔ یہ بھی بالکل بے اصل بات ہے۔

○ عوام میں رائج ہے کہ کسی کو دوسرے کے ہاتھ سے جھاڑو لگ جائے تو وہ معیوب سمجھتا ہے اور بُرا مان کر کہتا ہے کہ میں کنویں میں نمک ڈال دوں گا جس سے تیرے منہ پر چھائیاں پڑ جائیں گی۔ یہ بھی محض بے اصل بات ہے۔

○ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جھاڑو مارنے سے جس کے جھاڑو ماری جائے اس کا بدن سوکھ جاتا ہے۔ لہٰذا جھاڑو پر تھتکار دو تاکہ سوکھیہ کے مرض سے بچ جائے۔ سو یہ بات بھی محض بے اصل ہے۔

○ بعض لوگوں کے یہاں مروّج ہے کہ جب کوئی آدمی کہیں جارہا ہو اور اسے پیچھے سے بُلایا جائے تو وہ لڑائی لڑنے پر تیار ہو جاتا ہے کہ مجھے پیچھے سے تم نے کیوں بُلایا ہے؟ کیونکہ اب میرا کام نہیں ہوگا۔ سو اس بات کی بھی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے۔

○ بعض عورتیں چکی کا ہاتھا چھوٹنے سے مہمان کے آنے کا شگون لیتی ہیں۔ سو یہ بھی مہمل بات ہے۔

- عموماً عورتوں میں مشہور ہے کہ صحنک سے آٹا اڑنے سے مہمان آتا ہے۔ سو یہ بھی محض غلط خیال ہے۔
- لوگوں میں مشہور ہے کہ شام کے وقت مرغا اذان دے تو اسے فوراً ذبح کر دو کیونکہ یہ اچھا نہیں ہے۔ سو اس کی بھی کوئی اصل نہیں۔
- لوگوں میں مشہور ہے کہ اگر مرغی اذان دے تو اسے فوراً ذبح کردو کیونکہ اس سے وبا پھیلتی ہے۔ سو یہ بھی غلط بات ہے اور غلط عقیدہ ہے۔
- اگر مریض کے لئے دو آدمی حکیم کو بُلانے جاویں تو اسے بُرا سمجھا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اب مریض صحتیاب نہیں ہو گا۔ سو یہ بھی غلط بات ہے۔
- جب کوئی نئی دلہن کنویں پر پانی لینے جاتی ہے تو اس کو تاکید کی جاتی ہے کہ پہلے کنویں پر چراغ جلائے پھر پانی لائے۔ سو یہ بات بھی غلط بلکہ شرک ہے۔
- دستور یہ ہے کہ جب کوئی کہیں جارہا ہو اور کوئی چھینک دے تو جانے والا واپس آجاتا ہے اور کہتا ہے کہ اب کام نہیں ہو گا۔ سو یہ بھی غلط ہے۔
- بعض لوگ رات کو جھاڑو دینے کو یا منہ سے چراغ گُل کرنے کو یا دوسرے کے کنگھا کرنے کو اگرچہ باجازت ہو' برا سمجھتے ہیں۔ اس کی بھی کچھ اصل نہیں۔
- مشہور ہے کہ مریض کے لئے جب حکیم کو بُلانے جانا ہو تو گھوڑے پر زین نہ لگاؤ۔ سو یہ بھی غلط ہے۔ (اغلاط العوام)

نجومی سے فال نکلوانا :

فال نکلوانے کا ایک آسان طریقہ وہ ہے جو ہمارے شہروں میں کثرت سے رائج ہے، خصوصاً بڑے شہروں میں اس کی بڑی شہرت ہے۔ جگہ جگہ نجومیوں، دست شناسوں اور عاملوں کے بڑے بڑے بورڈ آویزاں ہیں جن پر بڑی بڑی باتیں اور بلند بانگ دعوے درج ہوتے ہیں، ہر ناممکن کو ممکن بنانے کے دعوے ہوتے ہیں اور ہر شخص کو اپنی قسمت معلوم کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ اس طرح یہ ایک مستقل کاروبار بنا ہوا ہے۔

شہر کی بڑی بڑی شاہراہوں پر دست شناس اور نجومی دیوار سے ایک بہت بڑا پردہ لٹکائے بیٹھے ہوتے ہیں اور ان کے پاس پرندے خصوصاً تربیت یافتہ طوطے پنجروں پر بیٹھے ہوتے ہیں اور فرش پر بچھے ہوئے کپڑے پر درجنوں لفافے رکھے ہوتے ہیں، جن میں اچھے، بُرے، مختلف مضامین پر مشتمل خطوط ہوتے ہیں جو محض خود ساختہ ہوتے ہیں اور بلآخر وہی لوگوں کی قسمت قرار پاتے ہیں۔ اور قریب ہی چاک سلیٹ ہوتی ہے جس سے علم جَفر کی روشنی میں حساب کتاب کرکے غیب کی باتیں مثلاً مقدّمہ کی کامیابی یا ناکامی، امتحان میں پاس یا فیل، کاروبار کی ترقی یا ناکامی وغیرہ واضح کی جاتی ہیں، یا علم نجوم کی روشنی میں قسمت کے ستارے کا روشن یا گردش میں ہونا بتلا کر اچھی بُری قسمت بتلائی جاتی ہے، یا علم قیافہ کے ذریعے ہاتھ کی لکیریں اور اس کے خدوخال دیکھ کر مقدر کا اچھا یا بُرا ہونا اور اپنے مقاصد میں کامیاب یا ناکام ہونا واضح کیا جاتا ہے۔

ان میں سب سے سستی فال وہ ہوتی ہے جو طوطے یا کسی پرندہ کے ذریعہ لفافہ اٹھوا کر نکلوائی جاتی ہے۔

اکثر مصیبت زدہ، پریشان حال، بے روزگار، مقروض، بیمار اور دوسرے شہروں

سے کمانے کے لئے آنے والے سادہ لوگ ان کے پاس پہنچتے ہیں اور اپنی فال نکلوا کر دیکھتے ہیں اور سنتے ہیں۔ اچھی فال اور اچھی قسمت کھلے تو کامیابی پر یقین کرتے ہیں اور بُری فال نکلے' یا ستارہ گردش میں معلوم ہو' یا دست شناس سے حالات اچھے نہ معلوم ہوں تو اپنی بدحالی کا اور زیادہ یقین ہو جاتا ہے۔

خوب یاد رکھئے : ان لوگوں کے پاس فال کھلوانے کے لئے جانا' فال کھلوانا اور اس پر یقین کرنا یہ سب کچھ حرام ہے اور سخت گناہ ہے اس سے صدقِ دل کے ساتھ توبہ کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اجتناب کرنا واجب ہے۔ احادیث میں اس پر سخت وعیدیں آئی ہیں جن میں سے چند احادیث ملاحظہ ہوں :

حدیث :-

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ : جو شخص کاہن یا نجومی کے پاس آیا اور اس سے کوئی بات پوچھی (اور اس پر یقین کرلیا تو) اس کی چالیس راتوں کی نمازیں قبول نہیں ہوتیں۔

(رواہ مسلم)

حدیث :-

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ : جو شخص کسی کاہن کے پاس آیا اور جو کچھ کاہن نے بتلایا اس کی تصدیق کی (سچ سمجھا) تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ نازل ہوا ہے اس نے اس کا انکار کردیا۔

(رواہ ابوداؤد)

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ :

جو شخص کسی نجومی اور کاہن کے پاس (غیب وغیرہ کی باتیں دریافت کرنے آیا) پھر اس سے کوئی بات دریافت کی تو چالیس راتوں تک اس کی توبہ قبول ہونے سے رُکی رہتی ہے اور اگر اس نے نجومی کی بات کی تصدیق بھی کردی (یعنی دل سے بھی اس کو سچ سمجھا اور اس پر یقین کرلیا) تو اس نے کفر کیا۔

(رواه الطبرانی) (مرقاه)

قرآن کریم سے فال نکلوانا

جب کسی شخص کی چوری ہو جاتی ہے تو بعض عاملوں اور بعض مسجد کے اماموں کے ذریعے ایک خاص انداز اور خاص طریقہ سے قرآن کریم یا کسی اور کتاب مثلاً دیوان حافظ یا گلستان وغیرہ سے فال کھلوائی جاتی ہے اور اس کے سچ ہونے پر پورا عقیدہ ہوتا ہے اور فال میں جس شخص کا تعین ہوتا ہے آنکھیں بند کرکے اسی کو مجرم قرار دے کر مالِ مسروقہ اسی سے طلب کیا جاتا ہے. جس میں بسا اوقات وہ شخص جس پر چوری کا الزام لگایا جاتا ہے قرآنِ کریم کی توہین کرکے کافر ہو جاتا ہے' چنانچہ ایک مرتبہ قرآن کریم سے فال نکالی گئی اس میں اسی شخص کا نام نکلا جس پر شبہ تھا۔ جب اس کو معلوم ہوا تو اس نے مسجد میں جاکر قرآن کریم کے چند اوراق پھاڑے اور نعوذ باللہ ان پر پیشاب کیا اور کہنے لگا کہ قرآن کریم بھی جھوٹا اور فال نکالنے والا بھی جھوٹا۔

اس طرح کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ یہ سب شریعت کے احکام کی خلاف ورزی کا نتیجہ ہے' ایک طرف مجرم اپنا ایمان گنوا بیٹھا' دوسری طرف بد ظنی اور بدگمانی یقینی ہوگئی جس نے آگے بڑھ کر الزام تک نوبت پہنچادی اور باہم لڑائی جھگڑا علیحدہ رہا' جسمانی' ذہنی اور مالی پریشانی جدا رہی۔

واضح رہے کہ اس طرح قرآن کریم یا کسی اور کتاب سے فال نکالنا یا نکلوانا اور اس پر یقین کرنا بالکل ناجائز ہے بلکہ قرآن کریم سے فال نکلوانا اور بھی سخت گناہ ہے۔ کیونکہ اس سے بسا اوقات قرآن مجید کی توہین ہوتی ہے یا اس کی طرف سے بد عقیدگی پیدا ہو جاتی ہے۔

(کفایت المفتی بتصرف)

جنّات کی باتوں پر یقین کرنا

بعض لوگ ایسا بھی کرتے ہیں کہ اگر کسی مرد یا عورت یا حسین لڑکے پر جن سوار ہو اور وہ بولتا ہو تو اس سے غیب کی باتیں دریافت کرتے ہیں، مثلاً اگر چوری ہو گئی تو پوچھتے ہیں کہ یہ چوری کس شخص نے کی ہے، وہ کہاں ہے؟ اس کا نام کیا ہے اور چوری کا زیور، روپیہ کس کے پاس ہے؟ پھر جو کچھ وہ بتلا دے شرعی ثبوت کے بغیر اس پر مکمل یقین کیا جاتا ہے۔ یا اس سے دریافت کرتے ہیں کہ ہم پر کس نے جادو کیا ہے، وہ کون ہے اور کہاں رہتا ہے؟ یا ہماری فلاں گمشدہ چیز کس کے پاس ہے؟ یا کل یا آئندہ کیا کچھ ہونے والا ہے؟ اور پھر جو کچھ وہ بتلائے اس پر یقین کر لیا جاتا ہے۔ یہ سب حرام اور ناجائز ہے، کیونکہ شرعی اصول کے مطابق تحقیق کے بغیر محض جن کی باتوں پر یقین کر کے کسی کو چور سمجھنا اور اس پر چوری کا الزام لگانا حرام ہے اور گناہِ کبیرہ ہے۔

حاضرات کا عمل کرانا

بعض جگہ جب کسی کی یہاں چوری ہو جاتی ہے یا کچھ اور نقصان ہو جاتا ہے تو وہ حاضرات کراتے ہیں۔ جس کی صورت کچھ اس طرح ہوتی ہے کہ کسی نابالغ بچہ کے ناخن پر سیاہی لگا کر بچہ کو اس سیاہ ناخن پر نظر جمانے کو کہا جاتا ہے اور عامل اس

پر اپنی توجہ ڈالتا ہے جس سے اس بچہ کو سیاہ ناخن میں اس کے خیالات متشکل ہو کر نظر آنے لگتے ہیں۔ پھر عامل جو کچھ اس سے دریافت کرتا ہے وہ بچہ بتلاتا ہے۔ اس طرح چوری یا لاپتہ چیز کو دریافت کیا جاتا ہے اور اس دریافت پر پورا یقین ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ شرعاً اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے' اس سے جو باتیں معلوم ہوتی ہیں وہ غیر یقینی ہوتی ہیں' دلیل شرعی کے بغیر ان پر عمل کرنا جائز نہیں ہے' چنانچہ اگر اس کے ذریعے کسی شخص کے بارے میں یہ پتہ چل جائے کہ وہ چور ہے تو اس کے متعلق چوری کا یقین کر لینا جائز نہیں بلکہ شرعی اصول کے مطابق تحقیق کرنا ضروری ہے۔ جب تک شرعی ثبوت نہ ہو اس کے چور ہونے کا یقین کرنا اور اس کو تکلیف دینا جائز نہیں۔

بیمار کی صحت کے لئے جانور ذبح کرنا

ہمارے معاشرے میں ایک صورت یہ بھی رائج ہے کہ جب کوئی شخص سخت بیمار ہو جاتا ہے تو اس کی طرف سے بکرا ذبح کر کے اس کا گوشت فقیروں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ جان کا بدلہ جان دینے سے مریض کی جان بچ جائے گی اور صحت ہو جائے گی یا آئندہ حفاظت ہو جائے گی' اور جانور کے علاوہ کسی چیز کے صدقے کو کافی نہیں سمجھا جاتا۔ سو اس کی بھی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔ لہٰذا اس موقع پر جانور ذبح کرنے کی تخصیص اور پابندی بدعت ہے جس سے بچنا واجب ہے۔

(ملخص از امداد الفتاویٰ)

احادیث میں آفات و بلیّات دور ہونے اور ان سے حفاظت کے لئے بغیر کسی خاص چیز کے مطلق صدقہ وخیرات کی ترغیب آئی ہے اس کے مطابق کسی بھی شکل میں صدقہ کیا جا سکتا ہے۔

(احسن الفتاویٰ بتصرف)

شیخ احمد کا وصیّت نامہ

چونکہ مسلمانوں نے اپنے آپ کو دین سے دور کر لیا ہے اور اللہ کی ذات پر پورا بھروسہ اور توکّل نہیں ہے' بلکہ مزید اپنی جہالت اور نادانی سے بدفالی' بدشگونی' نحوست' چھوت چھات اور طرح طرح کی خرابیوں میں مبتلا ہیں جس کی بناء پر دشمنانِ اسلام نے مسلمانوں کی اس دینی کمزوری سے پورا فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔

چنانچہ دشمنانِ اسلام نے ایک فرضی وصیّت نامہ ڈیڑھ سو سال پہلے شیخ احمد نامی کسی شخص کے نام سے شائع کیا جو اب تک مسلمانوں میں چل رہا ہے۔ اس میں جو کچھ لکھا ہوا ہوتا ہے' مسلمان اس سے ڈر کر یا نفع ہونے کی موہوم اُمید پر اب تک اس کو چلا رہے ہیں جس کی حقیقت اور شرعی حیثیت درج ذیل ہے :

> یہ وصیّت نامہ فرضی ہے۔ شیخ احمد نامی کوئی صاحب روضۂ اقدس کے خادم نہیں ہیں۔ اس میں جو عبادت کی طرف متوجہ ہونے اور آخرت کی فکر میں لگنے کو لکھا ہے یہ اچھی باتیں ہیں اور ضروری ہیں مگر ان پر عمل پیرا ہونے کے لئے قرآن و حدیث کے خطابات کافی ہیں۔ فرضی افسانہ شائع کرنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی تراشیدہ بات کو منسوب کرنا سخت گناہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو شخص میری جانب سے جھوٹی بات کہہ دے اس کو چاہئے کہ دوزخ میں اپنا ٹھکانہ بنالے"۔

(مشکوۃ شریف صفحہ ۳۲)

یہ وصیّت نامہ نیا نہیں ہے' سو ڈیڑھ سو سال سے شائع ہوتا آرہا

ہے۔ پہلی مرتبہ جب یہ چھپا تھا اس وقت علماء نے تحقیق کی تھی تو معلوم ہوا تھا کہ شیخ احمد روضۂ اقدس کا کوئی خادم نہیں ہے اور نہ اس نام کے کبھی کوئی صاحب تھے' کیونکہ پہلے اس میں یہ بھی شائع ہوا تھا کہ شیخ احمد روضۂ اقدس کا خادم ہے اور ان کو بشارت ہوئی ہے ______ الخ بلکہ علماء کی تحقیق یہ بھی ہے کہ یہ وصیت نامہ عیسائیوں کا جاری کردہ ہے۔ ابتداءً جب انگریزوں کا تسلط ہندوستان پر ہوا تھا تو انھیں مسلمانوں کی جانب سے جہاد کرنے کا خوف دامنگیر ہوا۔ تو انھوں نے مسلمانوں کو نماز روزے پر لگانے اور جہاد سے غافل کرنے کے لئے یہ اسکیم بنائی کہ ایک فرضی وصیت نامہ بنا کر شائع کردیا۔ اور چونکہ اس وصیت نامہ میں یہ بھی ہے کہ جو اس کو پڑھے گا اور چھپوا کر تقسیم کرے گا تو اس کو اتنا اتنا نفع ہو گا اور جو اس کو پڑھ کر تقسیم نہیں کرے گا وہ غم دیکھے گا اور اس کو نقصان ہو گا۔ وغیرہ وغیرہ' اس لئے مسلمان اس کو آگے خود ہی شائع کرتے رہتے ہیں۔ جب اس کا ذکرو فکر ختم ہو جاتا ہے تو کوئی دوسرا شائع کر دیتا ہے۔ اس طرح یہ سلسلہ ابتک چلتا آرہا ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ وصیت نامہ جعلی' فرضی اور خود ساختہ ہے شرعاً اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

ہمزاد کی وضاحت

لوگوں میں بالخصوص عاملوں کی دنیا میں ہمزاد کے متعلق طرح طرح کی باتیں مشہور ہیں' مثلاً ایک یہ مشہور ہے کہ جب آدمی مرجاتا ہے اور دفن کردیا جاتا ہے تو اس کا ہمزاد قبر سے نکل آتا ہے وہ مرتا نہیں ہے اور وہ دوسروں کو ستاتا ہے۔ یہ تصور

اور اس طرح کے دوسرے خیالات اور توہّمات سب بے اصل اور غیر معتبر ہیں۔

البتہ حدیث سے اتنا ثابت ہے کہ ہر انسان کی پیدائش کے وقت اس کے مقابلہ میں ایک شیطان بھی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے اور وہ انسان کی اس زندگی میں اس کے ساتھ رہتا ہے لیکن انسان کے مرنے کے ساتھ ہی اس کا مرنا کہیں منقول نہیں۔ اور اس کو ہمزاد انسان کے ساتھ ساتھ پیدا ہونے کی بناء پر کہا جاتا ہے۔

(لمعات التنقیح امداد الفتاویٰ بتصرف)

خلاصہ یہ کہ ہر قسم کی بدفالی اور بدشگونی لینا ناجائز اور خلافِ شرع ہے' اچھا یا بُرا ہونا' بیمار یا تندرست ہونا' کامیاب یا ناکام ہونا' بامراد یا نامراد ہونا سب کچھ محض اور محض اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور اس کی قدرت سے ہوتا ہے' بغیر اس کے حکم کے کچھ نہیں ہو سکتا اور جب حکم ہو جائے تو کوئی روک نہیں سکتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہئے اور اسی سے بھلائی اور کامیابی طلب کرنی چاہئے وہی ہر چیز پر قادر ہے۔

نیک فال

شریعت نے بدفالی اور بدشگونی سے منع فرمایا ہے جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے لیکن نیک فال لینے سے منع نہیں کیا ہے بلکہ نیک فال لینا پسندیدہ ہے اور سنّت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے نیک فال لیا کرتے تھے خصوصاً آدمیوں کے ناموں سے اور ان کی جگہوں سے۔ اور نیک فال اس طرح لی جاتی ہے کہ مثلاً کوئی بیمار جب بیماری میں یہ خیال کرنے لگے کہ معلوم نہیں کہ مجھے صحت یابی ہوگی یا نہیں' پھر وہ کسی کو کہتا سنے کہ اے تندرست! تو مریض یہ سن کر خوش ہو جائے اور یہ سمجھے کہ اب مجھے شفا ہو جائے گی اور صحت ہو جائے گی' یا کسی شخص کی کوئی شے گم ہو گئی ہو اور وہ اس کی تلاش و جستجو میں لگا ہوا ہو' اسی دوران کسی کو اپنے متعلق کہتا ہوا

سنے کہ اے پانے والے! تو یہ شخص خوش ہو جائے اور یہ سمجھے کہ اب گمشدہ چیز مجھے مل جائے گی' یا کوئی شخص راستہ بھول گیا اور وہ راستہ تلاش کر رہا تھا کہ اتنے میں کوئی شخص اس کو کہے کہ اے راستہ پانے والے! تو یہ شخص یہ گمان کرے کہ اب اس کو راستہ مل جائے گا تو اس کو نیک فال کہتے ہیں۔ (اشعۃ اللمعات)

نیک فال لینا سنّت ہے

حدیث :-

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیک فال لیا کرتے تھے' بدفالی سے پرہیز کرتے تھے اور اچھا نام پسند فرماتے تھے۔

(مشکوٰۃ)

حدیث :-

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ چھوت چھات کچھ ہے نہ بد شگون' مجھے تو نیک فال پسند ہے جو اچھے (اور پاکیزہ) کلام کے ساتھ ہو۔

(الادب المفرد)

حدیث :-

حضرت حبہ تیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہوام (جانوروں) میں کچھ نہیں ہے (یعنی جو لوگ اس سے فال لیتے ہیں کہ مثلاً بلی

راستہ کاٹ گئی یا اُلّو بول پڑا یا کوّے کی کائیں کائیں سنی تو کہنے لگے کہ اب یہ ہوگا اور یہ نہ ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب فضول اور ناقابل توجہ والتفات باتیں ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے) اور سچا شگون فال ہے اور نظر لگنا بَرحق ہے۔

(الادب المفرد)

تشریح ◆ ان احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیک فال لیا کرتے تھے اور بدفالی سے مکمل پرہیز کرتے تھے اور دوسروں کو بھی بدفالی اور بدشگونی سے منع فرماتے تھے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نیک فال اس طرح لیتے کہ مثلاً کسی کا اچھا نام سنتے تو اس کو پسند فرماتے، اچھی امید رکھتے اور خوش ہوتے۔ چنانچہ حضرت بُرَیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی عامل (گورنر) کو (کسی شہر کا عامل مقرر کرکے) روانہ کرتے تو اس کا نام دریافت فرماتے، اگر اس کا نام اچھا ہوتا تو آپ خوش ہوتے اور چہرہ انور پر خوشی اور مسرت ظاہر ہوتی، اور اگر اس کا نام اچھا نہ ہوتا تو آپ اس کو ناپسند فرماتے اور ناپسندیدگی کے آثار چہرہ مبارک سے ظاہر ہوجاتے، (اسی طرح) جب کسی بستی میں داخل ہوتے تو اس کا نام دریافت فرماتے، اگر اس کا نام آپ کو پسند آتا تو آپ خوش ہوتے اور ناپسند ہوتا تو چہرہ انور سے اس کا اندازہ ہوجاتا۔

(ابوداؤد)

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی ضرورت سے باہر نکلتے اور کسی کو اے کامیاب یا اے صحیح راہ پانے والے! کہتا سنتے تو اظہار مسرت فرماتے۔

(ترمذی)

اور جب کسی کا بُرا نام سنتے تو اس کو تبدیل فرماکر اس کی جگہ اچھا نام رکھ

دیتے۔ اچھا نام رکھنا بھی نیک فال ہے کیونکہ اچھا نام' خوبصورتی کا زیور' کمال کا تتمہ اور ذکر جمیل میں داخل ہے' اور اچھے نام سے مسمّٰی میں اچھے اور پاکیزہ اخلاق و اعمال کی توقع ہوتی ہے۔

بدفالی کے ناجائز اور نیک فال کے جائز ہونے کی حکمت

علماء کرام رحمہم اللہ نے نیک فال کے جائز ہونے میں یہ نکتہ بیان فرمایا ہے کہ نیک فال میں دراصل بندہ کا حق تعالیٰ سے نیک گمان ہوتا ہے بھلائی کا آرزومند اور اس کے فضل و رحمت کا امیدوار ہوتا ہے' جس کے افضل اور بہتر ہونے میں کچھ شک نہیں' اگرچہ یہ گمان اور آرزو پوری نہ ہو۔ اور بدفالی اور بدشگونی میں حق تعالیٰ سے کوئی امید نہیں ہوتی بلکہ حق تعالیٰ سے نظر ہٹا کر اور بدگمان ہو کر مصیبت آنے کا یقین ہوجاتا ہے۔

ایسے خیال اور تصرف کا غلط اور بُرا ہونا عقل کے بھی مطابق ہے اور شریعت کے بھی' اس لئے شریعت نے اس کو ناجائز قرار دیا ہے۔

(اشعۃ اللمعات بتصرف)

نحوست

بدشگونی سے ملتی جُلتی ایک چیز نحوست بھی ہے' زمانۂ جاہلیت میں لوگ خاص خاص دن' خاص خاص تاریخ اور خاص خاص جانوروں میں نحوست سمجھتے تھے۔ خاص کر عورت' گھوڑے اور مکان میں نحوست کا زیادہ اعتقاد رکھتے تھے۔ اور آج کل بھی بعض خاص خاص دن' تاریخ اور جگہ میں نحوست سمجھی جاتی ہے۔ خصوصاً جس تاریخ میں یا جس جگہ میں کوئی حادثہ یا ہلاکت یا خسارہ ہوجائے تو اس تاریخ اور اس جگہ کو بڑا منحوس کہا جاتا ہے' اور اگر کسی خاص جگہ پر متعدّد بار کوئی جانی یا مالی نقصان

ہو جائے تو اس جگہ کی نحوست پر تو پورا یقین ہو جاتا ہے۔

بہر حال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بدفالی اور بدشگونی کے ساتھ ساتھ نحوست کی بھی نفی اور تردید فرمادی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے واضح ہوا کہ کسی چیز میں کوئی نحوست نہیں ہے۔ بالفرض اگر نحوست ہوتی تو عورت، گھوڑے اور مکان میں ہوتی کیونکہ نحوست قبول کرنے کی ان میں زیادہ صلاحیت ہے، لیکن چونکہ اسلام میں نحوست کا کوئی وجود نہیں ہے اس لئے ان تینوں چیزوں میں بھی کوئی نحوست نہیں ہے جیسا کہ ان کے علاوہ دیگر اشیاء، دن اور تاریخوں میں کوئی نحوست نہیں ہے۔

اور بعض روایتوں سے جو عورت گھوڑے اور مکان میں نحوست کا وجود معلوم ہوتا ہے وہاں اس نحوست سے کراہت اور ناپسندیدگی مراد ہے، حقیقی نحوست مراد نہیں ہے۔ مثلاً عورت کی نحوست سے مراد بانجھ ہونا، بدزبان ہونا، زیادہ مہر والی ہونا اور خاوند کی نظر میں بدصورت اور ناپسندیدہ ہونا وغیرہ۔

گھر کی نحوست سے مراد گھر کا تنگ اور چھوٹا ہونا، اس میں تازہ اور کھلی آب و ہوا اور روشنی کا نہ ہونا اور اس کے پڑوسی کا خراب ہونا وغیرہ وغیرہ۔ اور گھوڑے کی نحوست سے مراد یہ ہے کہ اس پر جہاد نہ کرنا یا غرور و تکبر سے اس پر سواری کرنا یا سواری کرنے سے محروم رہنا اور اس کا قیمتی ہونا یا مالک کی مرضی کے موافق نہ ہونا وغیرہ وغیرہ۔

یہ باتیں اپنی جگہ درست اور مسلّم ہیں کہ اگر کسی مکان کے باشندے اپنے مکان کی رہائش پسند نہ کرتے ہوں، یا کوئی شوہر اپنی بیوی سے صحبت ناپسند کرتا ہو اور کسی طرح دل نہ ملتا ہو، یا گھوڑا ناپسندیدہ ہو تو ایسی صورت میں مکان چھوڑ دینا، بیوی کو طلاق دے دینا اور گھوڑا بیچ دینا جائز ہے تاآنکہ نحوست کی یہ کھٹک دل سے نکل جائے۔ اور یہ بالکل ایسا ہے جیسا کہ ایک شخص نے رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم

سے عرض کیا' یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم پہلے جس گھر میں رہتے بستے تھے وہاں ہماری تعداد زیادہ تھی اور مال بہت زیادہ تھا' پھر ہم دوسری جگہ منتقل ہو گئے جہاں ہماری تعداد اور مال کم ہو گیا تو کیا ہم اس جگہ کو چھوڑ دیں اور کسی دوسری جگہ چلے جائیں؟ جس کے جواب میں ارشاد عالی ہوا کہ اس گھر کو چھوڑ دو اور کسی دوسرے گھر میں منتقل ہو جاؤ تاکہ دل میں جو ناپسندیدگی بس گئی ہے اور غلط وہم ہو گیا ہے وہ دور ہو جائے۔ یہ مطلب نہیں کہ بذاتِ خود اس جگہ میں کوئی نحوست تھی جو اثر انداز ہوئی اور اس کے اثر سے مال و افراد میں کمی آئی۔ غرضیکہ ان اشیاء کو تبدیل کرنا اور اپنے سے جدا کرنا یا خود جدا ہو جانا ناجائز' ممنوع اور بدشگونی میں داخل نہیں ہے بلکہ جائز ہے۔ (مرقات بتصرف)

ھَامَہ کی حقیقت

احادیث بالا میں صَفر کے ساتھ ساتھ ھَامَہ کی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نفی فرمائی ہے' اس کی حقیقت سے بھی باخبر ہونا چاہیے۔ ھَامَہ کے لفظی معنی "سر" اور "پرندہ" کے آتے ہیں۔ احادیث میں پرندہ والے معنی مراد ہیں' کیونکہ زمانہ جاہلیت کے عرب لوگ ھَامَہ یعنی پرندے سے بدشگونی اور نحوست مراد لیتے تھے اور اس کے متعلق ان میں طرح طرح کی باتیں پھیلی ہوئی تھیں مثلاً :

- ان کا خیال تھا کہ مقتول کے سر سے ایک پرندہ نکلتا ہے جس کا نام ھَامَہ ہے وہ ہمیشہ فریاد کرتا رہتا ہے کہ مجھے پانی پلاؤ' مجھے پانی پلاؤ اور جب مقتول کا بدلہ قاتل سے لے لیا جاتا ہے تو پھر یہ پرندہ بہت دور اڑ جاتا ہے۔
- بعض کا خیال تھا کہ مردہ کی ہڈیاں جب بوسیدہ اور معدوم ہو جاتی ہیں تو وہ ھَامَہ بن کر قبر سے نکل جاتی ہیں اور اِدھر اُدھر گھومتی

رہتی ہیں اور اپنے گھر والوں کی خبریں لیتی پھرتی ہیں۔

○ بعض کا یہ اعتقاد تھا کہ ھَامَہ وہ اُلّو ہے جو کسی کے گھر پر بیٹھ کر آوازیں لگاتا ہے اور انہیں ہلاکت و بربادی اور موت کی خبریں دیتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعتقاد کو باطل قرار دیا اور ایسا اعتقاد رکھنے سے منع فرمایا اور واضح فرمایا کہ ھَامَہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

(مرقات واشعۃ اللمعات)

ارواح کی آمدورفت

ہمارے معاشرے میں بھی ھَامَہ سے ملتی جلتی کچھ چیزیں رائج ہیں جو ھَامَہ کی طرح بے حقیقت ہیں مثلاً بعض لوگوں کا اعتقاد ہے کہ تمام ارواح جمعہ یا جمعرات کی رات کو اپنے گھروں پر آتی ہیں اور خیرات کرنے کی درخواست کرتی ہیں اور خیرات نہ کرنے والوں پر بددعا کرتی ہیں۔ اور مرنے کے بعد روزانہ ایک ماہ تک اپنے گھر کا گشت کرتی رہتی ہیں۔ اسی طرح لوگوں کا خصوصاً عورتوں کا خیال ہے کہ شبِ برأت' شبِ معراج' شبِ قدر اور عید وغیرہ میں بھی روحیں اپنے گھروں پر آتی ہیں اس لئے وہ ایصالِ ثواب کا اہتمام کرتے ہیں۔ یہ اعتقاد غلط ہے کسی حدیثِ صحیح سے اس کا ثبوت نہیں ہے۔

اور جن بعض روایات میں ارواح کا آنا منقول ہے' اول تو وہ روایات ضعیف ہیں اور باب عقائد میں ضعیف احادیث معتبر نہیں۔ دوسرے وہ اپنے آنے میں بالکل آزاد اور خود مختار نہیں کہ جب چاہیں اور جہاں چاہیں چلی جائیں بلکہ وہ اذنِ الٰہی کی محتاج ہیں۔ اذنِ خداوندی کے بغیر کہیں آنے جانے کا انہیں کوئی اختیار نہیں۔ اس لئے ہر حال میں ان کے آنے جانے کا اعتقاد رکھنا بالکل غلط اور بے اصل

ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ بتصرف)

غول بیابانی

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے صَفر کی تردید کرتے ہوئے غول بیابانی کی تردید بھی فرمائی ہے۔ اور غول بیابانی کیا چیز ہے؟ وہ جنّات اور شیاطین کی ایک خاص قسم ہے جس کے متعلق زمانۂ جاہلیت کے عربوں نے مختلف خیالات قائم کر رکھے تھے۔

○ بعض کا یہ خیال تھا کہ غول بیابانی ایک جانور ہے جو جنگل میں لوگوں کے سامنے مختلف شکلوں میں آتا ہے اور راستے بھٹکا دیتا ہے اور انھیں ہلاک کر دیتا ہے۔

○ بعض کا خیال یہ تھا کہ غول بیابانی وہ جادوگر جنّات ہیں جو لوگوں کو فتنہ وفساد میں مبتلا کرتے ہیں اور ان کو راستے سے بھٹکا دیتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لَاغَوْلَ فرما کر عربوں کے ان تمام باطل خیالات اور تصورات کی نفی فرمادی' انھیں بے حقیقت قرار دیا اور انھیں توہّم پرستی سے تعبیر کیا اور واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہ یہ کسی کو گمراہ کرسکتے ہیں نہ تکلیف پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہلاک کرسکتے ہیں' ہاں جب باری تعالیٰ کا حکم ہو تو ان سے تکلیف پہنچ سکتی ہے۔

البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غول بیابانی کے وجود کی نفی نہیں فرمائی ہے بلکہ دیگر احادیث میں ان کے شر سے بچنے کے لئے حق تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی ترغیب دی ہے اور ان کے شر سے بچنے کی یہ تدبیر بھی منقول ہے کہ جب غول بیابانی پریشان کریں تو فوراً آذان دینا شروع کردو تاکہ وہ بھاگ جائیں اور اس طرح ان کے

شر کو اپنے آپ سے دور کرو۔ (مرقات بتصرف)

ستاروں کے اثرات

رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے صَفر کے ساتھ ساتھ امورِ جاہلیت میں سے ایک اور چیز کی بھی نفی فرمائی ہے جس کو "اَلنَّوءُ" کہتے ہیں۔ یہ چاند کی ۲۸ منزلوں کا نام ہے جن میں سے ہر منزل کے مکمل ہونے پر صبح صادق کے وقت ایک ستارہ گرتا ہے اور دوسرا ستارہ اس کے مقابلہ میں اسی وقت مشرق میں طلوع ہو جاتا ہے۔

اہلِ عرب کا بارش کے متعلق یہ گمان تھا کہ چاند یا ستاروں کی ایک منزل کے ختم اور دوسری منزل کے آغاز پر بارش ہوتی ہے۔ (مرقات) یعنی اہلِ عرب بارش کو منزل کی جانب منسوب کرتے اور کہتے تھے کہ فلاں منزل کی وجہ سے ہم پر بارش ہوئی اور ستاروں ہی کو بارش کے سلسلہ میں مؤثر حقیقی مانتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لَانَوْءَ فرما کر اس کی بھی مکمل نفی فرما دی اور اہل عرب کے اس گمان کو باطل اور بے بنیاد قرار دیا کیونکہ ایسا خیال اور نظریہ انسان کو شرک کی حد تک پہنچا دیتا ہے۔

بارش کا برسانا یا نہ برسانا محض حق تعالیٰ شانہ کی قدرت میں ہے وہ جب چاہتا ہے بارش برساتا ہے اور جب نہیں چاہتا بارش نہیں برساتا۔ بلکہ ستاروں اور سیاروں کی گردش اور ان کا طلوع و غروب' بارش ہونے یا نہ ہونے کا ایک ظاہری سبب تو ہو سکتے ہیں لیکن مؤثر حقیقی ہرگز نہیں ہو سکتے۔ مؤثر حقیقی اور قادرِ مطلق محض اللہ جلّ شانہ کی ذات ہے۔ (ملخص از معارف القرآن)

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد وآله واصحابه

وبارك وسلم تسليما كثيرا كثيرا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی

سیرت اور صورت

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم

ضبط و ترتیب

محمد عبداللہ میمن

میمن اسلامک پبلشرز

۱۸۸/۱۔ لیاقت آباد، کراچی ۱۹

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

صورت اور سیرت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے' رات چٹکی ہوئی تھی' چودھویں رات کا چاند نکلا ہوا تھا' ہر طرف چاندنی پھیلی ہوئی تھی' میں کبھی چاند کو دیکھتی اور کبھی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کو دیکھتی' آپ نے فرمایا! اے عائشہ! کیا کر رہی ہو؟ میں نے عرض کیا' میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں' میں کبھی چاند کو دیکھتی ہوں اور کبھی آپ کو' خدا کی قسم آپ چودھویں رات کے چاند سے کہیں زیادہ حسین ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

چاند سے تشبیہ دینا بھی' کوئی انصاف ہے
چاند میں ہیں جھائیاں' حضرت کا چہرہ صاف ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ : زلیخا کی سہیلیاں اگر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور دیکھ لے تیں تو بجائے ہاتھوں کے دلوں کو چیر لے تیں"۔ (کیونکہ حسن وجمال کی آپ منتہا ہیں) کیا حقیقت بیان کی ہے ذکی صاحب نے ۔

خَلق کے مُدَّعا' انبیاء کی دعا
خاتم الانبیاء' مرحبا مرحبا

رافتوں کی فضا' رحمتوں کی گھٹا
عشق کی ابتدا' حسن کی منتہا

شاہکارِ خدا' اے حبیبِ خدا
لاکھ جانیں بھی مجھ کو' اگر ہوں عطا

تم پہ کردوں فدا' تم پہ لاکھوں سلام

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ : اللہ تعالیٰ نے محبوبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا حسن وجمال ظاہر نہیں فرمایا' اگر ظاہر فرمادیتے تو لوگوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی طاقت نہ ہوتی' اس راز کو حضرت حسّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خوب سمجھا ہے اور انہوں نے آپ کی خوبصورتی اور جمال کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ شاید اب تک کوئی اس سے بڑھ کر بیان نہیں کرسکا" ۔

وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِيْ
وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

"اور آپ سے بہتر ذات کبھی میری آنکھ نے نہ دیکھی' اور آپ سے زیادہ خوبصورت شخص کبھی عورتوں نے نہیں جنا' آپ کو ہر عیب سے پاک پیدا کیا گیا گویا جس طرح خود آپ نے چاہا اسی طرح آپ کو بنایا گیا (آپ اپنی مثال آپ ہیں' آپ سے بڑھ کر کوئی حسین نہیں ہے)"۔

بہر کیف آپ کے حسن و جمال میں اس نیت سے غور کرنا چاہئے کہ آپ کی محبت ہمارے دل میں بڑھے اور صداقت کے ساتھ ہمارے دل میں یہ جذبہ پیدا ہو کہ ۔

میرا تن ہو فدا' میرا مَن ہو فدا
میرا دھن ہو فدا' اے رسولِ خدا

لاکھ جانیں بھی گر ہوں مجھ کو عطا
تم پہ کردوں فدا' مظہرِ کبریا (ﷺ)

---○---

(ذکی کیفی)

دل و جان فدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم آپ کے ایک ایک حکم کو مانیں اور آپ کی سنّتوں کو اپنے عمل سے زندہ کریں' ورنہ محض زبانی محبت ظاہر کرنے سے کچھ نہیں ہوتا' اگر اُن سے واقعی محبت ہے تو کچھ کر کے دکھائیں! سنّت کے مطابق ڈاڑھی رکھیں' شلوار ٹخنوں سے اوپر رکھیں' سر کے بال سنّت کے مطابق رکھیں یا منڈالیں' کھانا پینا' سونا جاگنا' مِلنا جُلنا سب سنّت کے مطابق اختیار کریں' کیونکہ جس کو جس سے محبّت ہوتی ہے وہ اسی کے مطابق بننے کی کوشش کرتا ہے اور یہی اس کے سچّے عاشق ہونے کی علامت ہے۔

لیجئے! اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سرشار ہوکر پوری توجہ سے آپ کا حُلیہ مُبارک پڑھئے اور اپنی آنکھوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جمالِ جہاں آرا سے منوّر کیجئے اور دل و دماغ میں اس کو بسا لیجئے تاکہ کسی اور کی محبت دل میں باقی نہ رہے ؎

یہی آرزو ہے جانِ من' ترا نام لیتا ہوا مروں
ترے کوچہ میں نہ سہی مگر' تری رہ گزر پہ مزار ہو

---○---

؎ نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

---○---

؎ اس لئے آرزو ہے جینے کی
پھر زمیں دیکھ لوں مدینے کی

—○—

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین واقعتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سچّے عاشق تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی محبت سے کچھ حصّہ ہمیں بھی ضرور عطا فرمائیں۔ آمین۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ مبارک کی اس طرح کیفیت بیان کی ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ انہوں نے جسمِ اقدس کا کوئی گوشہ ایسا نہیں چھوڑا جس کا نقشہ نہ بیان کیا ہو۔ حضرت ہِند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی صورت و سیرت کے حافظ ہیں' ان ہی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حُلیہ مُبارک سنئے!

حسن و جمال

حضرت ہِند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حُلیہِ مبارک ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ :

چہرہ مبارک :

آپ کا چہرہ مبارک ماہِ بدر کی طرح چمکتا تھا' آپ کا قد مبارک بالکل متوسّط قد والے آدمی سے کسی قدر طویل تھا' لیکن زیادہ لمبے قد والے سے پَست تھا' سر مبارک اعتدال کے ساتھ بڑا تھا' بال مبارک کسی قدر بل

کھائے ہوئے تھے' اگر بسہولت مانگ نکل آتی تو نکال لیتے تھے اور اگر کسی وجہ سے بسہولت نہ نکلتی اور کنگھی وغیرہ کی ضرورت ہوتی تو اس وقت نہ نکالتے' کسی دوسرے وقت جب کنگھی وغیرہ موجود ہوتی تو نکال لیتے۔

جس زمانے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک زیادہ ہوتے تو کان کی لو سے متجاوز ہو جاتے تھے۔

رنگ مُبارک :

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ مبارک نہایت چمک دار تھا' اور پیشانی مبارک کشادہ' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابرو خمدار باریک اور گنجان تھے' دونوں ابرو جُدا جُدا تھے۔ ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہیں تھے' ان دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصّہ کے وقت اُبھر جاتی تھی۔

ناک مُبارک :

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناک مُبارک بُلندی مائل تھی اور اس پر ایک چمک اور نور تھا' ابتداءً دیکھنے والا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی ناک والا سمجھتا (لیکن غور سے دیکھنے سے معلوم ہوتا کہ حسن وچمک کی وجہ سے بُلند معلوم ہوتی ہے ورنہ فی نفسہٖ زیادہ بُلند نہیں ہے)

ڈاڑھی مُبارک :

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مُبارک بھرپور اور گنجان بالوں کی

تھی، اور آنکھ مُبارک کی پُتلی نہایت سیاہ تھی، رخسار مُبارک ہموار ہلکے تھے۔

دَہن مُبارک :

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دَہن مُبارک اعتدال کے ساتھ فراخ تھا (یعنی تنگ منہ نہ تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مُبارک باریک آبدار تھے اور ان میں سے سامنے کے دانتوں میں ذرا ذرا فصل بھی تھا، سینے سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی۔

گردن مُبارک :

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مُبارک ایسی خوبصورت اور باریک تھی، جیسا کہ مورتی کی گردن صاف اور تراشی ہوئی ہوتی ہے اور رنگ میں چاندی جیسی صاف اور خوبصورت تھی۔

اعضاء مُبارک :

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب اعضاء نہایت معتدل اور پُرگوشت تھے اور بدن گھٹا ہوا تھا۔ پیٹ اور سینہ مُبارک ہموار تھا، لیکن سینہ فراخ اور چوڑا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مونڈھوں کے درمیان قدرے زیادہ فصل تھا، جوڑوں کی ہڈیاں قوی اور کلاں تھیں (جو قوت کی

دلیل ہوتی ہے) کپڑا اتارنے کی حالت میں آپ کا بدن مُبارک روشن و چمک دار نظر آتا تھا۔ ناف اور سینہ کے درمیان ایک لکیر کی طرح سے بالوں کی باریک دھاری تھی۔ اس لکیر کے علاوہ دونوں چھاتیاں اور پیٹ مبارک بالوں سے خالی تھا' البتّہ دونوں بازوؤں اور کندھوں اور سینہ مُبارک کے بالائی حصّہ پر بال تھے۔

کلائیاں مُبارک :

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کلائیاں دراز تھیں اور ہتھیلیاں فراخ' نیز ہتھیلیاں اور دونوں قدم گُداز اور پُر گوشت تھے۔ ہاتھ پاؤں کی انگلیاں تناسب کے ساتھ لانبی تھیں۔

تلوے مُبارک :

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تلوے قدرے گہرے تھے' اور قدم ہموار تھے کہ پانی ان کے صاف ستھرا ہونے اور ان کی ملاست کی وجہ سے ان پر ٹھیرتا نہیں تھا' فوراً ڈھل جاتا تھا' جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تو قوت سے قدم اُٹھاتے اور آگے جُھک کر تشریف لے جاتے' قدم زمین پر آہستہ پڑتا زور سے نہیں پڑتا تھا۔

رفتار مُبارک :

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیز رفتار تھے' اور ذرا کشادہ قدم رکھتے تھے'

چھوٹے چھوٹے قدم نہیں رکھتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تو ایسا معلوم ہوتا گویا پستی میں اتر رہے ہیں۔ جب کسی طرف توجہ فرماتے تو پورے بدن سے پھر کر توجہ فرماتے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر نیچی رہتی تھی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ بہ نسبت آسمان کے زمین کی طرف زیادہ رہتی تھی۔

دیکھنے کا پیارا انداز :

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ عموماً گوشۂ چشم سے دیکھنے کی تھی' یعنی غایتِ شرم وحیاء کی وجہ سے پوری آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے تھے' چلنے میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو اپنے آگے کر دیتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے رہ جاتے تھے' جس سے ملتے سلام کرنے میں خود ابتداء فرماتے۔ (بتصرف شرح شمائل ترمذی صفحہ ۱۰)

بے مثال نمونہ :

واقعی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہر لحاظ سے بے مثال نمونہ ہے' آپ کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے' اور جتنا بھی کوئی آپ کو سمجھے آپ اس سے بالا ہیں۔ یہ اشعار کتنے پیارے ہیں

جتنا سمجھا ہے اہلِ نظر نے تمہیں
تم ہو اس کے سوا' تم پہ لاکھوں سلام

جو تمہارا ہوا، وہ خدا کا ہوا
نازشِ کبریاء، تم پہ لاکھوں سلام

---O---

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہونے کا طریقہ :

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ہونے کے لئے آپ کی سنتوں، آپ کی اداؤں اور آپ کی عادات سے دلی محبّت ضروری ہے۔ اس بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خود ارشاد ہے :

"اے میرے بیٹے (انس!) اگر تجھ سے ہو سکے کہ صبح و شام اس حالت میں بسر کرو کہ تمہارے دل میں کسی شخص سے کینہ نہ ہو تو ایسا ہی کرو! پھر آپ نے فرمایا : اے میرے بیٹے! یہی میری سنّت ہے اور جس نے میری سنّت سے محبّت کی، اس نے مجھ سے محبّت کی اور جس نے مجھ سے محبّت کی وہ جنّت میں میرے ساتھ ہوگا"۔ (ترمذی)

ایک غلام کو محبوبِ ربّ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی اور وہ بھی جنّت میں نصیب ہو جائے تو اس سے بڑھ کر کیا سعادت اور کامیابی ہوگی، مگر اس کے لئے صرف زبانی محبّت کافی نہیں، آپ کی سنّتوں سے قلبی محبت اور دل و جان سے ان پر عمل لازمی ہے جو پوری طرح ہمارے اختیار میں

ہے' لہٰذا آپ کی تابعداری کا ہار گلے میں ڈالیں اور آپ کی محبّت دل میں بسائیں پھر دیکھیں کہ راہِ سنّت پر چلنا کس قدر آسان ہوتا ہے۔ سیدی حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

ے
محبت کی کشش اب راہبر معلوم ہوتی ہے
جدھر جاتا ہوں' ان کی راہ گزر معلوم ہوتی ہے

رگ وپے میں ہے ساری لذتِ دردِ جگر پھر بھی
طبیعت تشنۂ دردِ جگر معلوم ہوتی ہے

جہاں تک بھی نظر جاتی ہے جلوہ گاہِ ہستی میں
محبّت ہی محبت جلوہ گر معلوم ہوتی ہے

(عارفی)

---O---
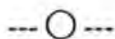
اصل زندگی :

یقین کرو! اصل زندگی وہی ہے جو سنّت کے مطابق ہو' محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں سے آراستہ ہو' اس مقصد کے لئے رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائل حمیدیہ کا مطالعہ کیجئے! اور آپ کی ایک ایک عادتِ طیّبہ کو اختیار کرکے ہمیشہ کے لئے ان کو اپنا لیجئے! ذرا یہ اشعار بھی پڑھ لیجئے ے

یہ حقیقت ہے کہ جینا' وہی جینا ہو گا
جب مِرے پیشِ نظر' حسنِ مدینہ ہو گا

آنکھ جب روضۂ اقدس کی جھلک دیکھے گی
اے خدا کیا؟ مبارک وہ مہینہ ہو گا

چومتا نقشِ قدم ان کے پھروں گا ہر سُو
کیا پُرکیف یہ جینے کا قرینہ ہو گا

نغمۂ صَلِّ عَلٰی ہو گا' لبوں پہ جاری
اور ماتھے پہ ندامت کا پسینہ ہو گا

--- ○ ---

اتباع میں کوتاہی ہو جائے' کہیں غلطی ہو جائے' کوئی سنّت چھوٹ جائے تو مایوس نہ ہوں' فوراً اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں' اپنا عہد تازہ کریں اور عمل شروع کردیں' دعا کریں' اور زندگی بھر یہی کرتے رہیں' اس طرح ایک نہ ایک دن کام بن جائے گا ؎

درِ نبی پر پڑا رہوں گا
پڑے ہی رہنے سے کام ہو گا

کبھی تو قسمت کُھلے گی میری
کبھی تو میرا سلام ہو گا

قرآنِ کریم کا عملی نمونہ :

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کا چلتا پھرتا عملی نمونہ ہیں' آپ کا نقشِ قدم تھامنا' قرآنِ کریم پر عمل کرنا ہے' اور نمونہ دیکھ کر اس کے مطابق عمل کرنا آسان ہوجاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے کہ اس نے قرآنِ کریم کے مطابق زندگی گزارنے کا ایک محبوب نمونہ بھی عطا فرمایا۔

﴿اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ دَائِماً اَبَدًا﴾

لیجئے اب رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عاداتِ طیبہ کا بغور مطالعہ کیجئے اور اللہ تعالیٰ سے توفیقِ عمل مانگتے جایئے!!

اخلاق وشمائل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ عالیہ' اوصافِ کریمہ اور خصائلِ شریفہ کا ذکر ہِند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت پیارے اور جامع انداز میں اس طرح بیان فرمایا کہ :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت آخرت کی فکر میں اور اُمورِ آخرت کی سوچ میں رہتے' اس کا ایک تسلسل قائم تھا کہ کسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چین نہیں ہوتا

تھا' اکثر طویل سکوت اختیار فرماتے' بلا ضرورت کلام نہ
فرماتے' گفتگو کا آغاز فرماتے تو دہن مبارک سے اچھی طرح
الفاظ ادا فرماتے' (یعنی متکبّروں کی طرح بے توجہی و بے
نیازی کے ساتھ ادھ کٹے الفاظ استعمال نہ فرماتے) اور اسی
طرح اختتام فرماتے۔ آپ کی گفتگو اور بیان بہت صاف'
واضح اور دو ٹوک ہوتا' نہ اس میں غیر ضروری طوالت ہوتی
نہ زیادہ اختصار' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نرم مزاج و نرم
گفتار تھے' دُرشت خُو اور بے مروّت نہ تھے' نہ کسی کی
اہانت کرتے تھے' اور نہ اپنے لئے اہانت پسند کرتے تھے'
نعمت کی بڑی قدر کرتے اور اس کو بہت زیادہ جانتے' خواہ
کتنی ہی قلیل ہو (کہ آسانی سے نظر بھی نہ آئے) اور اس
کی بُرائی نہ فرماتے' کھانے پینے کی چیزوں کی بُرائی کرتے نہ
تعریف' دنیا اور دنیا سے متعلق جو بھی چیز ہوتی اس پر آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی غصّہ نہ آتا' لیکن جب خدا کے کسی
حق کو پامال کیا جاتا تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے
جلال کے سامنے کوئی چیز ٹھہر نہ سکتی تھی' یہاں تک کہ آپ
صلی اللہ علیہ وسلم اس کا بدلہ لے لیتے' آپ کو اپنی ذات
کے لئے نہ غصّہ آتا نہ اس کے لئے انتقام لیتے' جب اشارہ
فرماتے تو پورے ہاتھ کے ساتھ اشارہ فرماتے' جب کسی امر
پر تعجب فرماتے تو اس کو پلٹ دیتے' گفتگو کرتے وقت داہنے

ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے ملاتے' غصّہ اور ناگواری کی بات ہوتی تو روئے انور اس طرف سے بالکل پھیر لیتے' اور اعراض فرمالیتے' خوش ہوتے تو نظریں جھکالیتے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا زیادہ تر تبسّم تھا جس سے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مُبارک جو بارش کے اولوں کی طرح پاک و شفاف تھے' ظاہر ہوتے"۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ جو فردِ خاندان تھے' اور جن کو علم و واقفیت کے بہترین ذرائع اور مواقع حاصل تھے' اور جن کی نظر نفسیاتِ انسانی اور اخلاق کی باریکیوں پر بہت گہری تھی' قریب ترین اشخاص میں سے تھے' اور اسی کے ساتھ وصف نگاری اور منظر کشی میں بھی ان کو سب سے زیادہ قدرت حاصل تھی' آپ کے "خُلقِ عظیم" کے متعلق یہ کہتے ہیں۔

خُلقِ عظیم :

"آپ طبعاً بدکلامی اور بے حیائی و بے شرمی سے دور تھے' اور تکلّفاً بھی ایسی کوئی بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرزد نہیں ہوتی تھی' بازاروں میں آپؐ کبھی آواز بلند نہ فرماتے' بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہ دیتے' بلکہ عفو ودرگزر کا معاملہ فرماتے' آپؐ نے کسی پر کبھی دست درازی نہ فرمائی' سوائے اس کے کہ جہاد فی سبیل اللہ کا موقع ہو' کسی خادم یا

عورت پر آپؐ نے کبھی ہاتھ نہیں اٹھایا' میں نے آپؐ کو کسی ظلم و زیادتی کا انتقام لیتے ہوئے بھی نہیں دیکھا' جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کی خلاف ورزی نہ ہو اور اس کی حرمت و ناموس پر آنچ نہ آئے۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کو پامال کیا جاتا اور اس کے ناموس پر حرف آتا تو آپؐ اس کے لئے ہر شخص سے زیادہ غصّہ ہوتے۔ دو چیزیں سامنے ہوتیں تو ہمیشہ آسان چیز کا انتخاب فرماتے۔ جب اپنے دولت خانہ پر تشریف لے جاتے تو عام انسانوں کی طرح نظر آتے' اپنے کپڑوں کو صاف کرتے' بکری کا دودھ دوہتے' اور اپنی سب ضرورتیں خود انجام دیتے۔

اپنی زبان مُبارک محفوظ رکھتے' اور صرف اسی چیز کے لئے کھولتے جس سے آپؐ کو کچھ سروکار ہوتا' لوگوں کی دلداری فرماتے' اور ان کو متنفّر نہ کرتے' کسی قوم و برادری کا کوئی معزز شخص آتا تو اس کے ساتھ اکرام و اعزاز کا معاملہ فرماتے' اور اس کو اچھے اور اعلیٰ عہدہ پر مقرر کرتے' لوگوں کے بارے میں محتاط تبصرہ کرتے' بغیر اس کے کہ اپنی بشاشت اور اخلاق سے ان کو محروم فرمائیں' اپنے اصحاب کے حالات کی برابر خبر رکھتے' لوگوں سے لوگوں کے معاملات کے بارے میں دریافت کرتے رہتے۔

اچھی بات کی اچھائی بیان کرتے اور اس کو قوّت پہنچاتے' بُری بات کی بُرائی کرتے اور اس کو کمزور کرتے' آپ کا معاملہ معتدل اور یکساں تھا' اس میں تغیر و تبدّل نہیں ہوتا تھا' آپ کسی بات سے غفلت نہ فرماتے تھے اس ڈر سے کہ کہیں دوسرے لوگ بھی غافل ہونے لگیں اور اکتا جائیں۔ ہر حال اور ہر موقع کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس حال کے مطابق ضروری سامان تھا' نہ حق کے معاملہ میں کوتاہی فرماتے نہ حد سے آگے بڑھتے' آپؐ کے قریب جو لوگ رہتے تھے وہ سب سے اچھے اور منتخب ہوتے تھے' آپ کی نگاہ میں سب سے زیادہ افضل وہ تھا جس کی خیر خواہی اور اخلاق عام ہو' سب سے زیادہ قدر و منزلت اس کی تھی جو غمخواری اور ہمدردی اور دوسروں کی مدد اور معاونت میں سب سے آگے ہو' خدا کا ذکر کرتے ہوئے کھڑے ہوتے اور خدا کا ذکر کرتے ہوئے بیٹھتے"۔

شانِ تواضع :

"جب کہیں تشریف لے جاتے تو جہاں مجلس ختم ہوتی اسی جگہ تشریف رکھتے' اور اس کا حکم بھی فرماتے' اپنے حاضرینِ مجلس اور ہم نشینوں میں ہر شخص کو (اپنی توجہ اور التفات میں) پورا حصّہ دیتے۔ آپ کا شریکِ مجلس یہ سمجھتا کہ اب

سے بڑھ کر آپؐ کی نگاہ میں کوئی اور نہیں ہے' اگر کوئی شخص آپؐ کو کسی غرض سے بٹھالیتا یا کسی ضرورت میں آپؐ سے گفتگو کرتا تو نہایت صبرو سکون سے اس کی پوری بات سنتے یہاں تک کہ وہ خود ہی اپنی بات پوری کر کے رخصت ہوتا' اگر کوئی شخص آپؐ سے کچھ سوال کرتا اور کچھ مدد چاہتا تو بلا اس کی ضرورت پوری کئے واپس نہ فرماتے' یا کم از کم نرم و شیریں لہجہ میں جواب دیتے' آپؐ کا حسنِ اخلاق تمام لوگوں کے لئے وسیع اور عام تھا' اور آپؐ ان کے حق میں باپ ہوگئے تھے' تمام لوگ حق کے معاملہ میں آپؐ کی نظر میں برابر تھے' آپ کی مجلس علم و معرفت' حیا و شرم اور صبرو امانت داری کی مجلس تھی' نہ اس میں آوازیں بلند ہوتی تھیں' نہ کسی کے عیوب بیان کئے جاتے تھے' نہ کسی کی عزت و ناموس پر حملہ ہوتا' نہ کمزوریوں کی تشہیر کی جاتی تھی' سب ایک دوسرے کے مساوی تھے' اور صرف تقویٰ کے لحاظ سے ان کو ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہوتی تھی' اس میں لوگ بڑوں کا احترام اور چھوٹوں کے ساتھ رحمدلی اور شفقت کا معاملہ کرتے تھے' حاجت مند کو اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے' مسافر اور نووارد کی حفاظت کرتے اور اس کا خیال رکھتے تھے"۔

وہ کہتے ہیں :

انبساط اور کشادہ روئی :

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ وقت کشادہ رو اور انبساط و بشاشت کے ساتھ رہتے تھے' بہت نرم اخلاق اور نرم پہلو تھے (یعنی جلد مہربان ہوجانے والے اور بہت آسانی سے در گزر کرنے والے تھے) نہ سخت طبیعت کے مالک تھے' نہ سخت بات کہنے کے عادی' نہ چلّا کر بولنے والے' نہ عامیانہ اور مبتذل (گھٹیا) بات کرنے والے' نہ کسی کو عیب لگانے والے' نہ تنگ دل بخیل' جو بات آپؐ کو پسند نہ ہوتی اس سے تغافل فرماتے (یعنی اس کو نظرانداز کردیتے اور گرفت نہ فرماتے) اور صراحتاً اس سے مایوس بھی نہ فرماتے' اور اس کا جواب بھی نہ دیتے۔ تین باتوں سے آپ نے اپنے آپ کو بالکل بچا رکھا تھا' ایک جھگڑا' دوسرے تکبر اور تیسرے غیر ضروری اور لایعنی کام' لوگوں کو بھی تین باتوں سے آپ نے بچا رکھا تھا' نہ کسی کی بُرائی کرتے تھے' نہ کسی کو عیب لگاتے تھے اور نہ کسی کی کمزوریوں اور پوشیدہ باتوں کے پیچھے پڑتے تھے' اور صرف وہ کلام فرماتے تھے جس پر ثواب کی امید ہوتی تھی' جب گفتگو کرتے تھے تو شرکاءِ مجلس ادب سے اس طرح سر جُھکا لیتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ ان سب کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں (یعنی بے حس و

حرکت کہ کہیں جنبش سے چڑیاں اُڑ نہ جائیں) جب آپؐ خاموش ہوتے تب یہ لوگ بات کرتے' آپ کے سامنے کبھی نزاع نہ کرتے' اگر آپ کی مجلس میں کوئی شخص گفتگو کرتا تو بقیہ سب لوگ خاموشی سے سنتے یہاں تک کہ وہ اپنی بات ختم کرلیتا' آپ کے سامنے ہر شخص کی گفتگو کا وہی درجہ ہوتا جو ان کے پہلے آدمی کا ہوتا (کہ پورے اطمینان کے ساتھ اپنی بات کہنے کا موقع ملتا اور اُسی قدر دانی اور اطمینان کے ساتھ اُسے سنا جاتا) جس بات سے سب لوگ ہنستے اس پر آپ بھی ہنستے' جس سے سب تعجب کا اظہار کرتے آپ بھی تعجب فرماتے' مسافر اور پردیسی کی بے تمیزی اور ہر طرح کے سوال کو صبر و تحمل کے ساتھ سنتے' یہاں تک کہ آپ کے اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایسے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرلیتے (تاکہ آپ پر کوئی بار نہ ہو) آپ فرماتے تھے کہ "تم کسی حاجت مند کو پاؤ تو اس کی مدد کرو" آپ مدح و تعریف اسی شخص کی قبول فرماتے جو حدِّ اعتدال میں رہتا' کسی کی گفتگو کے دوران کلام نہ فرماتے اور اس کی بات کبھی نہ کاٹتے' ہاں اگر وہ حد سے بڑھنے لگتا تو اس کو منع فرمادیتے یا مجلس سے اٹھ کر اس کی بات قطع فرمادیتے"۔

فراخ دلی اور نرمی :

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ فراخ دل، کشادہ قلب، راست گفتار، نرم طبیعت اور معاشرت و معاملات میں نہایت درجہ کریم تھے، جو پہلی بار آپ کو دیکھتا وہ مرعوب ہو جاتا، اور جو آپؐ کی صحبت میں رہتا اور جان پہچان حاصل ہوتی تو آپؐ کا فریفتہ اور دلدادہ ہو جاتا، آپؐ کا ذکرِ خیر کرنے والا کہتا ہے کہ نہ آپؐ سے قبل میں نے آپؐ جیسا کوئی شخص دیکھا نہ آپ کے بعد، صلی اللہ علٰی نبینا وسلم

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لباس جمال و کمال سے آراستہ فرمایا تھا اور آپ کو محبت و دلکشی اور رعب و ہیبت کا حسین و جمیل پیکر بنایا تھا"۔

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

"آپ بہت خوددار و باوقار اور شان و شوکت کے حامل تھے، اور دوسروں کی نگاہ میں بھی نہایت پُرشکوہ، آپ کا روئے انور چودھویں رات کے چاند کی طرح دمکتا تھا"۔

براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میانہ قد تھے، میں نے آپ کو ایک مرتبہ سرخ قبا میں دیکھا، اس سے اچھی کوئی چیز میں نے

کبھی نہیں دیکھی"۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ :

"آپؐ میانہ قد تھے' طول کی طرف کسی قدر مائل' رنگ نہایت گورا' ریش مُبارک کے بال سیاہ' دہانہ نہایت متناسب اور حسین' آنکھوں کی پلکیں دراز' چوڑے شانے"۔

آخر میں کہتے ہیں کہ :

"میں نے آپؐ جیسا آپؐ سے پہلے یا آپ کے بعد کبھی نہیں دیکھا"۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ "میں نے حریر و دیباج کو بھی آپ کے دست مُبارک سے زیادہ نرم نہیں پایا' نہ آپ کی خوشبو سے بڑھ کر کوئی خوشبو سونگھی"۔

(نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۱۷۹ بتصرف)

اتباعِ سنّت کا ثواب :

یہ ہیں محبوبِ کائنات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مُبارک اخلاق' ان کو اپنانا اور اختیار کرنا سیرت کا اہم مقصد ہے' اور باعثِ فلاح ہے۔ پھر احادیث میں ان اخلاق و شمائل اور آپ کی دیگر سنتوں پر عمل کرنے کا اجر و ثواب بھی بے حد بیان کیا گیا ہے' ایک حدیث میں ارشاد

ہے :

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ :

"جب میری امّت میں بدعات غالب آجائیں اور جہالت عام ہوجائے اس وقت جو شخص میری سنّت پر عمل کرے گا اس کو سو (۱۰۰) شہیدوں کا ثواب ملے گا"۔ (بیہقی)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ :

"جس شخص نے میری کسی ایسی سنّت کو زندہ کیا یعنی اس پر عمل کیا جو میرے بعد چھوڑ دی گئی تھی تو اس کو اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا کہ اس سنت پر عمل کرنے والوں کو ملے گا بغیر اس کے کہ ان کے ثواب میں کچھ کمی کی جائے۔ اور جس شخص نے گمراہی کی کوئی ایسی نئی بدعت نکالی جس سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوش نہیں ہیں تو اس کو اتنا ہی گناہ ہوگا جتنا کہ اس بدعت پر عمل کرنے والوں کو گناہ ہوگا بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں میں کوئی کمی کی جائے"۔ (ترمذی)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ :

"میری ساری امّت جنّت میں جائے گی مگر جس نے انکار کیا اور سرکشی کی (وہ جنّت میں نہ جائے گا) پوچھا گیا وہ کون شخص ہے جس نے انکار کیا اور سرکشی کی؟ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنّت میں داخل ہوا' اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار اور سرکشی کی"۔ (بخاری)

لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا اخلاقِ حسنہ کو اختیار کریں اور آپ کی دیگر سنّتوں کو عمل میں لائیں اور ثوابِ عظیم حاصل کریں۔ اس کے نتیجہ میں جو آپؐ کی سچی اور پکّی محبّت دل میں پیدا ہوگی وہ ساری نعمتوں سے بڑھ کر ہوگی' اللہ تعالیٰ جلد نصیب فرمائیں۔ اس وقت دل کا حال یہ ہوگا ؎

اس لیے آرزو ہے جینے کی
پھر زمیں دیکھ لوں مدینے کی

---○---

؎ مدینہ جاؤں' پھر آؤں' مدینہ پھر جاؤں
الٰہی عمر اسی میں تمام ہوجائے

---○---

؎ یہی ہے تمنا یہی آرزو ہے
یہی تو سنانے کو جی چاہتا ہے

؎ مدینہ کو جاؤں پلٹ کر نہ آؤں
یہیں گھر بنانے کو جی چاہتا ہے

جس کی جاں کو تمنا ہے دل کو طلب
وہ سکوں بخش محفل مدینہ میں ہے

یوں تو جینے کو ہم جی رہے ہیں مگر
جان مدینہ میں ہے دل مدینہ میں ہے

نا امیدو! تم اتنے پریشان نہ ہو
آرزوؤں کا حاصل مدینہ میں ہے

---○---

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مد ظلہم کی کیا خوب رباعی ہے ۔

دل تڑپتا ہے میرا سینہ میں
ہائے پہنچوں گا کب مدینہ میں

قلب جس کا نہ ہو مدینہ میں
اس کا جینا ہے کوئی جینے میں

---○---

جناب وکیل احمد قدوائی صاحب نے بڑا ہی پُر حکمت شعر کہا ہے، شاید کوئی اس سے بڑھ کر نہ کہہ سکے ۔

غمِ مصطفیٰ جس کے سینہ میں ہے
جہاں بھی رہے وہ مدینہ میں ہے

---○---

لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے اور زبان پر کثرت سے درود و سلام جاری رکھنا چاہیے۔

یا اللہ رحمتِ کاملہ نازل فرما رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر جس سے آسمان بھر جائے' زمین بھر جائے اور عرش عظیم بھر جائے۔ یا اللہ رحمتِ کاملہ نازل فرما رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر' آپ کے ہر ذکر کی تعداد کے بدلہ دس لاکھ مرتبہ۔ یا اللہ رحمتِ کاملہ نزل فرما ہمارے آقا جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر اولین میں اور آخرین میں۔ یا اللہ رحمتِ کاملہ نازل فرما آپؐ پر ملاء اعلیٰ میں قیامت تک۔ اور رحمتِ کاملہ نازل فرما ہمارے آقا جنابِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے آل و اصحاب پر اور سلام نازل فرما قرآن کریم کے ایک ایک حرف کے بدلہ' اور ہر حرف کے بدلہ ہزار ہزار مرتبہ۔

یا اللہ رحمت کاملہ نازل فرما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پر جب کبھی آپ کا ذکر کریں ذکر کرنے والے اور جب کبھی بھول جائیں غفلت والے اور برکتیں اور سلام نازل فرما۔ اور ہماری طرف سے آپؐ کو بہتر سے بہتر اور اعلیٰ سے اعلیٰ ایسی جزا عطا فرما جس کے آپؐ لائق اور اہل ہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین